RARE BOOK
NOT TO BE ISSUED

اِنّ الشعر لحکمۃ و الشعراء تلامیذ الرحمٰن

بآبیاری کلک بلند چمن کلام و گلہای رنگین چمنستان خیال و کلیات ہمیشہ بہار مثمر

ریاض صابر

١٣٠٢ھ

من تصنیف لطیف حکیم امام ہمہ دان ملک المعانی حضرت مرزا محمد قادر بخش صابر دہلوی مرحوم

در مطبع اخبار آصفی واقع حیدرآباد دکن بلباس بہار طبع پوشید

Checked 1987

CHECKED 1995

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا نے جب ہمین زبان دی اور زبان مین طلاقت تو ہم اُسی کی دی ہوئی نعمت کو
شکر مین کیون نہ صرف کرین مگر نہ ہمین اپنی کم مایگی کا اعتراف رخصت دیتا ہے اور
اُسکے شکر کی انتہا - ہمکو اشرف المخلوقات بنایا اور احمد مختار صلی اللہ علیہ وعلی آلہ الاط
واصحابہ الکبار کو ہمارا نبی بنا کر اشرف الامم کا خطاب خاص عطا فرمایا - اُسکی رحمت بے
وسیع اور نعمت بحید و بیشمار ہے - دنیا کو انسان سے اور انسان کو نطق سے وہ شر
بخشا جو ذات شرف کیلیے خود سرمایۂ افتخار ہے - حواس کا وجود اگرچہ انسان کے
محرک مباہات ہیں لیکن انمین خصوصیت کے ساتھ زبان کی کیا بات ہے - باصرہ نے ک
چیز دیکھی زبان نے اُسکی تصویر کھینچدی - سامعہ نے آواز سُنی - زبان نے اُس تحر
ہوا کو الفاظ کی شرافت بخشی - ذائقہ نے کسی چیز کو چکھا - زبان نے میٹھا کھٹا
سلونا اُس مزے کا نام رکھا - لامسے نے نہایت لطافت کیساتھ گرم کو گرم اور

کیا۔ زبان نے گرم کو آگ اور سرد کو پانی قرار دیا۔ یہ زبان ہی کا کام تھا کہ حسینون کے نظر فریب رخسارون پر چسپان کیا اور آواز کو کہین نالہ بلبل اور کہین خندہ گُل بنا دیا۔ مزے کو کہین تلخی ہجر اور کہین بوسہ لب شیرین کے چٹخارے کی کیفیت دی۔ ہاتھ نے ابھی کسی کا دامن ہی چھوا تھا کہ زبان زمانے کے سرد و گرم کی بت بتانے لگی۔ ادھر کسی کوچہ سے اٹھلاتی ہوئی نسیم آئی کہ زبان نے دماغ عاشق کی عدائی کیفیت پائی۔

Checked
1987

اے گلزار سخن کے گلچینو! دیکھو یہ اسی زبان کا سر سبز و شاداب باغ ہے جس سے گلشن شداد کا دل رشک سے داغ داغ ہے۔ اللہ اللہ! کیا رنگ رنگ کے پھول کھل رہے ہین۔ الفاظ دست و گریبان ہین کہ باغ مین عاشق و معشوق گلے مل رہے ہین؟ معنئ نازک مذاق شعری سے یون دوش بدوش ہے جیسے باد صبا بوئے گل سے ہم آغوش ہے۔ جس لفظ جس شعر پر دیکھو اک نئی بہار ہے۔ زمین اشعار بھی چمن زار ہے۔ جہان وصل کا بیان ہے تو ایسا کہ مرتے مرتے بھی زبان پہ لفظاً و معناً وصال ہی کی گفتگو رہے۔ فرقت کی داستان ہے تو ایسی کہ عمر بھر عشق پسند طبیعتون کو ہجر ہی کی آرزو رہے۔ جس جگہ رقیبون کی شکایت ہے اُسکا لطف بہ دلچسپی کے ساتھ محرک رقابت ہے۔ جس غزل مین بلند خیالی کا سامان ہے اُسکی زمین مرتبہ مین آسمان سے معشوق خیالی کے سراپا کو غور سے دیکھو بلکہ اس طور سے دیکھو کہ یون تو زلف کو سبھی پریشان کہتے ہین مگر یہ پریشانی جمعیت حواس ملاحظہ ہو سے رنج رہتے ہین حسینون کے پیچھے

عالم ہین ؞ زلف کے حسن مین داخل ہی پریشان ہونا ؞ آنکھ کو نرگس لکھو یا بادام بتاؤ چشم غزال سی تشبیہ دو مگر یہ سخن آفرینی چشم انصاف دیکھو ؎ کہتے ہین چشم یار پہ نقطہ ہی خال کا ؞ اب عین سے وہ غین بنیگی غزال کا ؞ رخسار کو گلاب کا پھول کہو خورشید سے مثال دو چاند کا ٹکڑا سمجھو مگر یہ نزاکت کہان ؎ مشکل ہی چھپکے دیکھنا اس رشک ماہ کا ؞ رخسار پر نشان ہوا ہی نگاہ کا ؞ لبون کو نقطہ موہوم فرض کرو معدوم کہو مگر یہ نزاکت سنی ہو تو کہدو ؎ لب نازک سی نہین بار سخن اٹھ سکتا ؞ غیر پر رکھ کے وہ کرتے ہین شکایت میری ؞ گلے کو روشنی مین شمع طور سمجھو یا عمود نور سمجھو مگر یہ صفائی کہان ؎ اظہار حال ہوتا ہے پہلے بیان سے ؞ غماز ہو گئی ہے صفائی گلوئے دوست ؞ کمر کو معدوم تو سبھی جانتے ہین مگر اس لطف کیساتھ کسینے باندھا ہو تو بتا دو ؎ مور دلطف کیا اسکی لطافت نہ سمجھے ؞ گر کمر ہو تو مرے قتل پہ کس کر باندھے ؞ یون تو شاعرونکے معشوق دنیا بھر کا دل جلاتے ہین لیکن اسطرح کسینے دل جلایا ہو تو بتا دو ؎ اندھیری رات مین بے روشنی نکلتے ہین ؞ یہ جانتے ہین کہ لاکھون مین دل جلائے ہوئے ؞ عشق مین کسکو ضعف کی شکایت نہین مگر یہ ضعف خدا سب کو نصیب کرے ؎ اللہ رے ضعف معرکہ حشر ہو چکا ؞ ہم رہگئے نکلتے نکلتے مزار سے ؞ ہجر مین کسکو کاہیدگی نہین ہوتی لیکن یہ کاہیدگی نصیب اعدا ؎ ہوا یہ ہجر مین عالم تن محو تماشا کا ؞ کہ عبرت زا ہوا دیدار اس آئینہ سیما کا ؞ معشوق کے چہرہ کی آب وتاب کسنے نہین ظاہر کی مگر یہ چمک دمک تو دیکھو۔

سے لٹنے بھی کوئی تجھسے ہوا کامیاب ہے ؛ یا عشق کو پھر اشتہا ہے جرعۂ پر آب کے ؛ شراب کا دور چلتے ہوئے کسنے نہین دیکھا مگر خدا کیلیے دو قدم کی تکلیف ہو ذرا چلکر اس دور کو بھی ملاحظہ کرو ؛ زاہد سمجھے کرامتِ رندان دکھاؤن چل ؛ کہتے ہین آنکی بزم مین کھلی شراب ہے ؛ معشوق کے حُسن عاشقونکی اضطراب کو ہمیشہ ادب سکھاتا ہے مگر یہ ادب بھی یاد رکھنے کے قابل ہے سے کہتی ہین مجھسے یہ آداب کا دستور رہے ؛ چار انگل مرے چہرے سے نظر دور رہے ؛ جہان حرف اظہارِ لطافتِ زبان ہے اُسکا فقرہ خارج از بیان ہے ؛ گاہے گاہے کی ملاقات ہے یہ بھی نہ سہی اور کیا اسکی سوا بات ہے یہ بھی نہ سہی ؛ خط کا لکھنا بھی گراں ہے تو وہ بھی نہ لکھو ؛ شوخی کی حرف و حکایات ہے یہ بھی نہ سہی ؛ خوابین تم کبھی آجاتے ہو بھولے بھٹکے ؛ دن تو کھویا فقط اک رات ہے یہ بھی نہ سہی ؛ اور کیا دیتے ہو دشنام سوا تم مجھکو ؛ یہی تحفہ یہی سوغات ہے یہ بھی نہ سہی ؛ اور تو کیا ہے فقط ایک خوشی سے ملنا ؛ یہی صابر کی کرامات ہے یہ بھی نہ سہی ؛ کہان تک لکھون باغ کھلا ہوا ہے جس رنگ کا چاہو پھول چُن لو اور مرغانِ چمن کی جو صدا مرغوب ہو سُن لو۔ اس چمنستان کی باغبان اور اس جنت کے رضوان حضرت اُستادی میرزا محمد قادر بخش صابر دہلوی شاہزادہ تیموری گورکانی اعلی اللہ مقامہ فی اعلی علیین ہین۔ جنھون نے اپنی چھتر برس کی عمر کے پینسٹھ برس اسی معشوقِ خیالی کی عشق مین صرف کیے اور اس مکتب کے سب قواعد یاد حرف بحرف کیے۔ ۱۲۲۳ھ ہجری نبوی مین شاہ جہان آباد کے قلعۂ معلّی مین (جو کبھی اردو زبان کا مولد اور موطن تھا) پیدا ہوے جنکی ولادت سے خاندان تیموریہ کے

شرف کمالات ہویدا ہوے۔ پہلے حضرت حافظ عبدالرحمن خان احسان علیہ الرحمہ سی مدتون اصلاح لی۔ انکے انتقال کے بعد جناب مولوی امام بخش صہبائی سے فیض پایا۔ غالب و مومن و ذوق سی ہمعصرانہ ربط رہا۔ چنانچہ ایک قطعہ مین فخریہ فرماتے ہین ؎

پہلے استاد تھے احسان و نصیر و ممنون ؞ ہوئی احسان سی یہ اصلاح طبیعت میری ؞
پھر ہوا حضرت صہبائی کی اصلاح کا فیض ؞ طبع بارکاب ہوئی انکی بدولت میری ؞
اور ہم بزم رہے مومن و ذوق و غالب ؞ استادون ہی سے ہر دم رہی صحبت میری ؞
ہند کا فضل و ہنر ذات پہ تھا جنکی تمام ؞ مانتے تھے وہی اختصاص فضیلت میری ؞
باہر آکر نہین مشہور ہوا مین کچھ آج ؞ شکر ہے اپنی ہی دلی سے ہے شہرت میری ۔

غدر تک حضرت مرحوم و مغفور دہلی ہی مین رہے۔ غدر کے بعد دہلی مین کیا رکھا تھا۔ نہ وہ دہلی رہی نہ وہ قلعہ رہا نہ وہ زبان رہی نہ وہ زباندان۔ نئی نئی آوازین آنے لگین آخر کار گھبرا کر بنارس کی سرزمین کو اپنے قدوم برکت لزوم سے تا حیات بلکہ قیامت تک شرف بخشا یعنی وہین ۱۲۹۹ھ ہجری مین انتقال فرمایا۔ ان پریشان خیالیونکے لکھنے والے نامہ سیاہ خاک پائے سخنوران سید محمد سلطان عاقل دہلوی نے تاریخ وفات کے عدد نام نامی سے نکالے یعنی (محمد قادر بخش) ۱۲۹۹ گویا نام مرنے کی تاریخ تھا۔ یہ خاکسار بنارس ہی مین پندرہ سولہ برس تک حضرت مرحوم و مغفور کی شرف یابی حضوری سے مشرف اور خوشہ چینیون کی ذیل مین ایک خاص التفات کا مستحق رہا۔ غدر تک کا کلام حضرت ممدوح کا باغیون کی نذر ہوا یہ دیوان جو

اب اہل نظر کے ملاحظہ سے گزرتا ہے غدر کے بعد کی کمائی ہے۔ ہان ایک تذکرہ گلستان سخن جو درحقیقت رنگینی عبارت مین گلستانِ سخن ہے غدر کے پہلے کی طبع آزمائی ہے۔ خاکسار کو ہمیشہ سے یہ آرزو تھی کہ دیوان اس ہیچمدانکی اہتمام سے چھپے۔ چنانچہ حیدرآباد کی برکت خیز خواہشون نے یہ جرات دلائی اور حسب الحکم حضور مرزا محمد قیصر بخت بہادر **فروغ** دام اقبالہ فرزند ارجمند حضرت مبرور جو حضرت استادی کی اس فن مین بھی جانشین حقیقی ہین (خدا انھین سلامت رکھے) اس مختصر بیش بہا کانِ گوہر کو جوہر شناسونکے حضور مین پیش کرتا ہون۔ خدا کرے میری یہ تھوڑی سی محنت بھی مقبول عام ہو۔ چھاپے مین بہت اہتمام کیا مگر سہو و نسیان سے مبرا نہین۔ غلطی پر معافی کا خواستگار ہون اور صاحبونسے صرف لطفِ سخن اٹھانیکا امیدوار ہون

……

حضرتِ مرحوم و مغفور نے غدر سے پہلے جو کچھ فرمایا تھا اُس کلام مین بعض محاورات قدیم زبان کی باقی تھے مثلاً آئے ہے آجائے ہے مت وغیرہ لیکن اس دیوان مین کوئی محاورہ مخصوص زبان قدیم نہین ہے۔ البتہ چند اصطلاحین یا محاورے دہلی کے ایسے استعمال کیے گئے ہین جو لکھنؤ مین نہین بولتے اور یہ اختلاف دہلی اور لکھنؤ کی زبان کا ہے مثلاً ؎ جون سے گُل ؛ بہار آتی ہے ؛ پہلے ہم جان فدا کرتے ہین ؛ اہل لکھنؤ۔ جون سے کی جگہ جب کہینگے۔ اور اہل دہلی جس اور جون سے دونون لفظونکو ایک ہی موقع پر استعمال کرتے ہین۔

یا مثلاً لفظ مان بمعنی احسان و ناز - اہل لکھنؤ نہین بولتے - یا مثلاً لفظ فکر کو اہل لکھنؤ مؤنث کہتے ہین اور اہل دہلی دونون طرح استعمال کرتے ہین باوجود ان سب اختلافات کے معنی آفرینی کا لطفِ خیال کو پریشان کرتا ہے اور خاکسار کو یقین واثق ہے کہ اہل لکھنؤ بھی اس اختلاف کو اختلاف نہ خیال فرماینگے اور لطفِ کلام کی داد دینگے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رہِ حمدِ خدا مین گام فرسا ہی قلم میرا ہوا ہی قل ہو اللہ احد زیبِ رقم میرا
جلانا دل نہ ای سوزِ غمِ عشقِ صنم میرا کہ بتخانے مین ہو روشن مصباحِ حرم میرا
مسیحائی کرے کیونکر نہ اندازِ رقم میرا کہ معجز آفرین ہی خامۂ مریم شکم میرا
قدم پڑتا ہی تیری راہ مین مثلِ قلم میرا بنا مرآتِ ماہیت نما نقشِ قدم میرا
بڑہا غم گنہ سے اسقدر گردنکا خم میرا کہ مثلِ حلقۂ پرکار ہی سر پر قدم میرا
مزا ہی ہر خلش مین اسکی فتحِ ملکِ وحشت کا درفشِ کاویانی ہی یہ خارِ دشتِ غم میرا
رواج اپنا نہ تھا منظور نامِ غیر سے مجھکو تو بے سکہ رہا دور زرِ تحسین سے درم میرا
وہ لاغر ہون کہ میرے استخوان سب ٹوٹ جاتے ہین اگر آتا ہی سینے سے لبونتک کبھی دم میرا
وہ آہو ہون کہ وحشت باعثِ دیدار ہی مجھکو پھرا ہی جانبِ صیاد چہرہ وقتِ رم میرا
گناہِ عشق کی نکہت نے دلکو اور رونق دی سیہ پوشی سے کعبہ بنگیا بیت الصنم میرا

نہو گر پابجون دامِ ہستی موہوم مین الجھا
تو ہی اک صحنِ کاشانہ بیابانِ عدم میرا

نہ تھا بجز جہاں مین طالبِ زر کیا کوئی مجھسا
جو مثلِ فلسِ ماہی جسم پر باندہا درم میرا

نہ کہنا گیسوئی و چراغِ بت کدہ اسکو
کہ زلفِ موجِ بحرِ معرفت ہی پیچ و خم میرا

ترقی مین تنزل واہ ای تقدیر صد حسرت
بڑہا ہی جسقدر رتبہ ہوا اتنا ہی کم میرا

مین ہون تصویرِ ابر و برق گویا ہر مرقع مین
نہ بارح ہی غضب میرا نہ نافع ہی کرم میرا

تری ہم بستری سے بسترِ حسرت پہ ای ظالم
گیا مانندِ تصویرِ نہالی جسم جم میرا

وہ میکش ہون بجز انگور کچھ پیدا نہو زاہد
جو تیری کشت پر برسے سحابِ چشمِ نم میرا

رہا از بس غریقِ بحرِ خجالت فرطِ عصیان سے
رہیگا روزِ محشر تک کفن مرقد مین نم میرا

مشرف ہو نہین تشریفِ حیاتِ جاودانی سے
وجودِ ظاہری کرتا ہی اثباتِ عدم میرا

مین ایسا کشتنی ہون ہر برہمن کے عوض حاجی
نہیں احرامِ قربِ کعبہ مین دیتے ہین دم میرا

بنا ہی کیا انھین حرفون سے مثلِ قفلِ ابجد وہ
لبِ حاسد کو صابر کھولتا ہی حرفِ ذم میرا

ہوا اندرِ نظر جلوہ جو تجھکو دیکھنا اپنا
بنایا خاک کے پتلے کو تونے آئنا اپنا

وصالِ یوسفِ مقصد میسر سہل ہی اسکو
گرا ہی چاہ مین تیری دلِ محنت گرا اپنا

ہوا حرفِ دوئی حک لوحِ دل سے تیری الفت مین
بنا ہر ناخنِ دستِ جنون کلفت زدا اپنا

بھلایا خوفِ عصیان حشر مین انصاف سے تیرے
کہ تو منصف ہی اور پہچانتا ہی خود لکھا اپنا

تجھی سے خوف ہی اور تیرے ہی ملنے کی خوشی ہی
کہ توہی مدعی ہی اور توہی مدعا اپنا

یہ استغنا ہی ٹھوکر سے ماری تخت شاہی کو
کہ موج بحر عرفان ہی یہ نقش بوریا اپنا

شگفتہ غنچۂ امید ہو گلزار عالم میں
جو ہو سبز ابر رحمت سے تیرے نخل دعا اپنا

یقین یہ ہے کہ ہر دم جان تازہ پاؤنگا صابر
مثال نقش پا مسکن ہے اوسکے زیر پا اپنا

خدا مداح خود ذات محمد صلعم کی ہے عظمت کا
خدا گر دے زبان اپنی تو ہی لطف اوسکی مدحت کا

ہوئی ہیں ختم تجھپر خوبیان ساری خدائی کی
ظہور اوسپر ہے تکمیل ہی مُہر نبوت کا

لکھا اک حرف حمد اور اوسپہ میم منتخب لکھا
محمد نام رکھا حمد سے خالق نے حضرت کا

تجھی سے خاص اپنی ذات کی منظور تھی نسبت
یہ معنی تھے کہ آدم کو بنایا اپنی صورت کا

رسالت کے سبب سے مرتبہ اوروں نے پایا ہے
تو وہ ہے تیرے باعث سے طرہ رتبہ رسالت کا

نہیں سایہ پہ سائے میں ترے پلتے ہیں دو عالم
ید ادراک میں آیا نہ دامن تیری قدرت کا

ملی ہے راہ سیدھی رہنمائی کے سبب تیری
وگرنہ مار ارقم پیچ تھا راہ ضلالت کا

ہوئی ہے قفل دہن حیرت تیری مدحت سرائی میں
ہوا ہے بازوی فکر پر در لاکھ دقت کا

پہونچتی ہے اسی سے منزل مقصود کو امت
زہے رتبہ یہ رستہ صاف ہے تیری شریعت کا

تو وہ فخر دو عالم ہے کہ اگر چرخ چارم سے
کرینگے عیسیٰ مریم تتبع تیری سنت کا

نہیں کچھ غم جو دامن لوث عصیان سے ملوث ہے
کہ بحر بیکران ہے موجزن تیری شفاعت کا

ق

قوی دشمن ہے ہر پر اور میں محتاج و بیچارہ
فقط اب منتظر بیٹھا ہوں حضرت کی حمایت کا

کروں کیا شرح بربادی کی وہ سب تجھپہ ظاہر ہے
دیکھایا زیست میں تقدیر نے سامان مصیبت کا

ق

مگر ای باعثِ ایجادِ عالم سببِ راحت ہی
شرف پائین اگر آنکھین مری تیری زیارت کا

بگاڑا ہی اونھین نی تو بنا دے بات کو میری
کہ جن کفار کو انکار ہی تیری نبوت کا

تو صدقہ اپنی عزت کا وہی پھر مجھکو عزت دے
وہی پھر مجھکو نعمت دے تو صدقہ اپنی نعمت کا

ہمہ تن گر زبان مین ہون نہو یہ شکر ادا مجھ سے
کہ نام آیا ہی مجھ عاصی پہ صابر اوسکی امت کا

سیاہی سے اگرچہ رنگ مجھکو دی لیلی کا
کرون چارہ مین قیسِ تفتہ جانکے داغِ سودا کا

وہ بد قسمت ہون گر نظارہ ہو اصنامِ ترسا کا
جلادے شعلۂ آوازِ ناقوس و کلیسا کا

لٹاتا ہی مجھے اتنا زمین پر جوشِ سودا کا
شکن آلودہ لاکھون جائی سے دامن ہی صحرا کا

نکالا بل جو تیرے افعیِ زلفِ سمن سا کا
گمان ہوگا کفِ مشاطہ پر ثعبانِ موسی کا

بدی کو ذات کی تعلیم کامل کیا اثر بخشے
نکھوئے شست و شو سے سختیِ سنگ آبِ دریا کا

نگاہونمین بسے ہین لعلِ معجز استعارونکے
میری آنکھونپہ ہوگا شبہہ عینِ اسمِ عیسی کا

نہین ہی جبۂ خاکستری زاہد کے زیبِ تن
لباسِ حال پر چھڑکا ہوا ہی رنگ دنیا کا

بیان تختِ سلیمانکی روانیکا تھا مین سمجھا
نئے الفاظ مین مضمون ہی اپنے جوشِ سودا کا

بنا ہی آبِ آتش رنگ شعلہ طور کا ساقی
بنے ہر ایک ظرفِ بادہ خواری سنگ موسی کا

نہوگا اس سے دربانِ صلاے بادہ خواران مجھے
مغان نے پہلے ہی باندھا ہی سر مینا کے صہبا کا

شفق گون ہو گئی ہمرنگ نقاب اوس مہر طلعت کی
کہ خون آلودہ تھا تارِ نظر محوِ تماشا کا

بتونکا عشق ہی تحفہ ہی مین مجھکو کچھ اہل
بہت اچھا ہی گر قصہ چکے دنیا مین دنیا کا

صف مژگان نے لیس یوسف کی یہ خنجر گزاری کی
دل پر خون ہی قطرہ خون انگشت زلیخا کا

ہوئی ہین سر بلندی نشئہ کی طغیانیان ساقی
کہ پھرتا ہی مثال آسمان سر تیرے شیدا کا

تمنا سے تنو کی مین کبھی باہر نہین ہوتا
مرا قامت ہی یارب یا الف لفظ تمنا کا

نہین معلوم کس بیجرم پر قایم قیامت کی
کہ سایہ ہی سیہ پوش آپکے قد دل آرا کا

ہماری آہ سوزان سے نحوست اتنی پھیلی ہی
جہان دریا تھا اب تا ان شبہہ ہی عالم کو صحرا کا

دوا پائی خلاف طبع چھوٹے قید ہستی سے
ہوا ہی خط آزادی ہمین نسخہ مسیحا کا

چراغ میکدہ مین ہو فتیلہ اسکا ای ساقی
سمجھ ریش سفید شیخ کو تو پنبہ مینا کا

نکلکر میکدے سے پھر نہ آیا تو مگر صابر
خدنگ شست جستہ تھا کمان موج صہبا کا

تنور چشم طوفان بار مین ہی جوشش گریا کا
سفر گھر مین ہی گویا مردم دیدہ کو دریا کا

ترو تازہ رہے یہ جسقدر ہو جوشش گریا کا
بنا ہی موم سے شاید شجر اپنی تمنا کا

عروج مرتبہ کو کم کرے سامان دنیا کا
طرب پاؤن نہ اک سوزش سے گردون مسیحا کا

ملا اوس مین غبار منتشر کیا تیرے شیدا کا
کہ مجنون کی ہر صورت ہی بگولا خاک صحرا کا

ہوا ہی ہجر مین عالم تن محو تماشا کا
کہ عبرت زا ہوا دیدار اوس آئینہ سیما کا

کسی تشنہ جگر کی سمت یہ بہکر نہین جاتا
تمھاری آب خنجر مین ہی عالم آب مردا کا

گل احمر ہوئی ہی چشم ای گل بادہ خواری مین
تمھاری شکل سے آنکھون مین آیا نشہ صہبا کا

کٹا جاتا ہی دل اپنا خیال رشک یوسف مین
مرا آنسو ہی گویا خون انگشت زلیخا کا

کبھی ملت ہنو افتادگانکو بیقرارون سے
نہ خالی چاہیے کوثر سے اوچھے سایہ طوبی کا

تبدل حال کا ہی فرقت ہمجنس عالم مین
کہ دریا مین ہی جب تک نیلگون ہی آب دریا کا

غلط انداز یان اوس غمزۂ غماز کی لکھوان
دل دشمن اگر کچھ رنگ سے اپنے سویدا کا

مثال مردم دیدہ رکھینگے تمھین اوسمین
کہ چشم بے ضیا ہی حلقۂ آغوش تمنا کا

قیام اوسان کا لازم ہی گو ہر دم تگاپو ہو
کہ ہی آشفتگی مین جمع ہر جز و آب دریا کا

نہ آئے تا سر مژگان سرشک دیدۂ پرنم
قدم آگے نہین بڑھتا ہی آب ایستادہ کا

پھنسایا غفلت ہستی نے اک طفلا حرکت مین
تماشا دیکھتا ہون خانۂ رنگین دنیا کا

ہوا ہی آئینہ گھس گھس کے تلوا دشت گرد مین
نظر آتا ہی اوسمین صاف اک اک خار صحرا کا

خمار آلودہ کیون مستی ہی چشم نیم خواب اونکی
مگر ہی آنکھ کے ڈورون مین ادھا نشۂ صہبا کا

کریمونکو لباس حاسدی عین نفاست ہی
کہ نیلا ہی مثال آسمان رنگ آب دریا کا

تواضع خلقت مسجود مین گویا ہی ساجد کی
کہ خم ہی ابروئے محراب دین نقش کف پا کا

مریض چشم ہون ہر دم ہی صورتکا درد ہی
ہمیشہ پاؤن چکر مین ہی تشخیص اطبا کا

بڑہایا حسن اوسکا کثرت موج تبسم نے
کہ ہر جوہر ہی آئینہ جمال حیرت افزا کا

جلا کر جانکو اپنی کدورستان بنا تو مین
ترے دلمین رہون نہ کر خواہان وصل اعدا کا

یہ جی مین ہی اوسی وصلی پہ لکھون خط بیزاری
کہ رنگ نکار سے الفاظ مین جھلکے تقاضا کا

سوا قطع و برید اسکے نہین کچھ دھیان ظالم کو
کیا ہی وضع کیا کاغذی نخل اپنی تمنا کا

کرے کیا پہنائینگے اگر روز پائے روح مین صابر

یہی عالم رہا گر ضعف سے قد خمیدہ کا

ختم کیا ہی مثل شعلۂ آتشیں بدن کا
ہی ایک رنگ اپنے جسم اور پیرہن کا

اک حسن ہی نرالا گیسو کی ہر شکن کا
چین جبین لیلی ہر بل ہی اس رسن کا

پردہ کیا تمھارے جوش صفائے تن کا
پوشاک دوسری ہی یہ عکس پیرہن کا

گردش سے سر کی سب کچھ پھرتا مین دیکھتا ہون
ہر دم ہی ساتھ اپنے گویا سفر وطن کا

روئی مال ہستی پیش نظر ہو تمکو
مونھ پر جو رکھ کے دیکھو دامن مرے کفن کا

کچھ اصل کی بلندی کھوے نہ خستہ حالی
آواز بد سے رتبہ گھٹتا نہین سخن کا

ماہیت پر اپنی کچھ بھی نظر جو ہوتی
ہر بت پگھل کے بنتا آئینہ برہمن کا

ہی طبع کی صفائی اپنی مخل وگرنہ
ہم ذہن پر چڑھاتے نقشہ اوس انجمن کا

اونکی ہی کشمکش کی اس لاغری نے ہم سے
ہر جا لباس تن پر ہنگامہ ہی شکن کا

بحر الم مین ڈوبا اور گھل گیا سراسر
گویا کہ ایک گل تھا مین کاغذین چمن کا

شوق سفر کی گرمی اتنی بھری ہوئی ہی
ڈرتا ہی دھیان دلمین آنے ہوی وطن کا

ہی پیچ و تاب ضد مذہب تصور مذہب
کم ہو بلون سے رشتہ زنار برہمن کا

فانوس تن مین اپنی مانند شمع گویا
پردہ مین ہم نظارہ کرتے ہین انجمن کا

خنجر ترا بجھا تھا آب نمک مین شاید
ہی ذائقہ سلونا ہر زخم کے دہن کا

افتادگانکی حاجت نکلے نہ سرکشون سے
کب شمع آنسوؤن سے لب تر کرے لگن کا

یہ رشک چاہتا ہی ہم کہکشانکی صورت
سر سے بلند رکھین رستا اوس انجمن کا

ہم مثل نکہت گل گھر مین بھی ہین باہر
کہ یہ لطف ہی سفر کا گاہے مزا وطن کا

ہوا اوسکو درد عشق شمع لگن سے راحت
پروانے کو کھلا گوشتہ مس لگن کا

کس کس مزے سے آیا حرفو مین مطلب اپنا
کاجل سیاہی مین تھا کس شمع انجمن کا

چھن چھن کے دھونے کی اس سے صفائی صندل
رخنو نسبہ ہی یہ عالم اس کلبۂ حزن کا

ق

عریانی کی تمنا ہمکو رہی ہمیشہ
اوڑھا نہ زندگی مین کیا بوجھ پیرہن کا

فانوس و شمع کا ہی عالم پس فنا بھی
بالشت بھر ہی کپڑا تن سے جدا کفن کا

پر ہین یہ داغ الفت بیفائدہ ہی صابر
ہرگز نہین یہ درہم اس وقت کے چلن کا

بل جائے مار گیسوئے عنبر شمیم کا
شانہ بنے جو چوب عصای کلیم کا

ایمن گزند سے ہین سیہ کار جہان مین
دامن کبھی نہ خار سے اوجھا نسیم کا

اوس نے ہی شعلہ تاب کا کچھ سن لیا ہی وصف
تکیہ کلام وہ کلمہ ہی کلیم کا

کیا دل چھپاؤن مین دندان یار سے
دل توڑنا نہین ہی مناسب یتیم کا

کیونکر نہ سوز عشق سے میرے جلے رقیب
کافر پہ مستحق ہی عذاب الیم کا

ہوتا صدف کو فیض ہی نیسان سے مطلب
کھلے لب سوال کرم ہی کریم کا

جس سے بنا سواد شب زلف مہوشان
سایہ یہ ہی مہر سے بخت سیہ کی گلیم کا

دیکھون نہ کیون مین قد و زلف یار کو
سیپارہ ہی مجھے وہ الف لام میم کا

صابر کو بُرد بار سمجھکر نہ چھیڑیے

کہتے ہین قہر ہوتا ہی غصہ حلیم کا

وضع مین اوسکی نہ دیکھا رنگ استحکام کا
یار ثمرہ ہو گیا میرے خیال خام کا
تیرہ روزی نے مری بدلا ہی رنگ ایام کا
اب زمانے مین رہیگا وقت ہر دم شام کا
قہر ہی مجھ پیسے دل جو اوس خود کام کا
سہل ہو جائے مٹانا دل سے میرے نام کا
انتہائے عشق مین کیا کام ہی آلام کا
ہو گا آتش پر جگر پختہ کباب خام کا
دیکھیے کیا پیش آتا ہی رہ معشوق مین
ہر جگہ سے ہی بلند و پست زینہ بام کا
روز فرقت کیون نہین ہوتا بسر یارب کہین
روز کی گردش سے پاؤن تھک گیا ایام کا
ایسا کیا مجھ زار و لاغر کی اسیری مین ہی لطف
بنگیا آغوش حسرت حلقہ حلقہ دام کا
تیری وحشی کے دماغ خشک کا ہوگا علاج
ہر گرہ زنجیر کی اک مغز ہی بادام کا
نام میرے خادم مجنون تا ہو مشہور آپکا
آدمی رکھونگا نوکر مین تمھارے نام کا
ناشناسی مالک کعبہ سے ہی حج جسے دل
دل گنہ پر کھولتا ہی باندھتا احرام کا
خاکساری لازمہ ہی نشہ کا ای میکشو
سایہ مے کی خاک پر گرتا ہی سایہ جام کا
میری آزادی خزان گلشن صیاد تھی
ہی برنگ غنچہ ناشگفتہ عقدہ دام کا
اسقدر خوددار سے ہون کوئی نہین آتی پسند
صورتین کیا دیکھا دیتا ہی فکر انجام کا
ہم ہین مثل نقطہ پرکار محبوس ازل
طوق ہی گردن مین حلقہ گردش ایام کا
ہمرہ آرام ہی دنیا مین بے چینی ضرور
کچھ سکون کچھ حرکتین لکھتا ہی لفظ آرام کا
وہین قاصد کو بچا ہی حیلہ کم وسعتی
کوئی ہنگامہ سا ہنگامہ ہی یان پیغام کا

گفتگو کرتا ہی کرتا وہ بلانے میں مرے
آشنا ہی حرف ہوتا لب جوادنکے بام کا

سنگ لاخِ عالمِ فانی میں ہوں مثلِ شرر
اک زمانہ ہی مرے آغاز اور انجام کا

ٹھو ہنیں سکتیں بدی کو ذات کی آرائشیں
زر نشاں ہونیسے آہن زر نہو صمصام کا

سچ ہی پتھر میں اثر کرتی ہی گرمی عشق کی
مجھپر آخر دل پگھلنے ہی لگا اصنام کا

زندگانی زاہدن کی ہی عبادت میں حرام
جیفہ خواری ہی میری نزدیک شیخِ خام کا

وحشی پر صیاد کے پھرتا ہی کس کس لطف سے
ہی مرا شوقِ اسیری اوجِ بختِ دام کا

نشہ کی گرمی سے اشک آتے ہیں چشمِ یار میں
ہی مرض تمکو مزاجِ گرم و تر بادام کا

نام دربانکا غلام حضرتِ صابر رکھو
اسکو جینے کے لیے کردو سبکے نام کا

کام آیا دم بخود رہنا ترے ناکام کا
مہتمم خود ہو گیا اپنی اجل کے کام کا

وصل کے بعد اوسنے کیا انجاح ہون کام کا
میں حجابِ چشم ہوں شرمندۂ انعام کا

کرتی ہی آزار پیدا اسکی نفی مروت کی
شیشۂ مے سنگ کیا پہنچا کے لب جام کا

خون مُردیکا بھی ہوگا نہ توڑ دو میری قبر
جانتے ہو حکم رکھتے ہیں مزاجِ حسام کا

تفتہ جانی عمدگی ہی اسکے عبث میری بنا
مشعلِ راہِ ہدایت گردشِ ایّام کا

تیرے جانیسے کوئی رہتا نہیں اپنا رفیق
حال تک ہوتا ہی غیر اس عاشقِ ناکام کا

قیدِ زندانِ محبت یاوری قسمت کی ہی
ہی ہمارا کوکبِ اقبال عقدہ دام کا

ناتوانی نے بچایا داغ سے دامن کو صابرؔ
مجھپہ کھنا یاد کو مشکل ہوا الزام کا

ہے رہائی ہمکو شغلِ بادہ خواری سے محال
میکشی کا تار ہے رشتہ ہمارے دام کا

لیتے پھرتے ہین مری بو باس دشمن ہر طرف
مین وہ دھوان ہون مجمرِ دنیا مین عودِ خام کا

تفتہ جانی سے چراغِ خانۂ صیاد ہون
حلقہ حلقہ ماہِ تابندہ ہے اپنی دام کا

بار خاطر مایۂ نام آوری ہمت کو ہے
ہے عجب ہم سے جہانمین گھٹانا نام کا

رخ کے پرتو سے ہو کیون حلقۂ گیسو منور
پیٹ بیضاوی لکھا کرتے ہین کاتب لام کا

کس خوشی سے آنکھ پڑتی ہے جھانوے پر مرے
چشمِ اعدا پر گمان ہوگا سیہ بادام کا

پیرہن مین یون ہے تن تیرے مریضِ چشم کا
جسطرح چھلکے مین مغزِ خشک ہو بادام کا

گرد اوس مہ کے پھراتی ہے مجھے بیجانیگا
ہالۂ مہتاب دورہ گردشِ ایام کا

روک یہ آتشکی ہم تفتہ تنون کے خوب ہے
چوبی زینہ تمنے بنوایا ہے اپنے بام کا

رنج کو اصراف سے ہوتی ہے جمعیت کی فکر
خواب سے بہتر کوئی گوشہ نہین آرام کا

داغ تہمت کے دیے ہین اسقدر لوگون نے مجھے
رفتہ رفتہ بنگیا گلدستہ مین الزام کا

کم زیادہ جیسے بجھتے وقت ہو نورِ چراغ
ہے تلون سے ترے عالم یہ اس ناکام کا

سر اوٹھے کیا ضعف سے کھلتی ہے اس عرصے مین آنکھ
جب ہزارون بار دورہ ختم ہو ایام کا

جوہر آئینہ موجِ نکہتِ گل بنگئے
عکس بھی خوشبو ہے اوس محبوب گل اندام کا

تیرگیِ ظاہری کھوئے نہ باطن کا فروغ
نقش کاغذ پر سفید اوٹھتا ہے اپنے نام کا

بزمِ رندان مین عسس کو پوچھتا کوئی نہین
اسکو حرفِ لغو ٹھرایا دہانِ جام کا

خاک ہو کر میکشی سے یاس تھی بعد فنا
ہے مجھے بیداریِ قسمت چھلکنا جام کا

خط اوسے لکھا تھا کسدن آوینگے وہ دن لکھو
دیکھو اخفا مین سلیقہ ماہ سیم اندام کا
ق
بدھ کا دن ٹھہرا کے خط نام عطارد پر لکھا
نام پر دیکھا ستارونکے جو بنام ایام کا

جہل ہو گی عاشقی صابر یہ کچھ اچھا نہین
کھودنا دل کے نگینے پر کسی کے نام کا

صفا پیدا کرے دشمن یہ بسمل ہو نہین سکتا
کہ زنگ آئینہ بن سکتا ہی پر دل ہو نہین سکتا

ترا رخ چھوڑ کر کیون داغ دلکو مہر کہتے ہیں
کوئی تقلید سے ناقص کی کامل ہو نہین سکتا

بنے گو بدر کامل ماہ نو بڑھکر تو بنجائے
کسی صورت ترے عارض کا وہ تل ہو نہین سکتا

الٰہی اوسکو کس کمبخت نے منطق پڑھائی ہے
کہ مجھ سے گفتگو مین یار قائل ہو نہین سکتا

اطبا محو حیرت کو ترے مسکوت کہتے ہین
اگرچہ اوسکو آئینہ شمائل ہو نہین سکتا

نظر آتی ہی ہر آئینہ مین صورت مجھے تیری
کوئی پردہ ترے جلوے کو حائل ہو نہین سکتا

نہ پھیرے کیونکہ موںھ وہ مصحفی رخسار سے زلفین
کبھی کفار پہ قرآن نازل ہو نہین سکتا

مرے دلمین تمھاری مانگ کی الفت نہین چھپتی
نہان رستہ تہ دامان منزل ہو نہین سکتا

الٰہی کیونکر اوس ابرو نے دلکو کردیا ٹکڑے
کوئی تلوار کے دیکھے سے گھائل ہو نہین سکتا

مریگا پاسبان اکدن در جانانہ پہ سر رکھکر
کہ یہ شداد ہی جنت مین داخل ہو نہین سکتا

چلے جاتے ہین یارونکے عدم کو قافلے صابر
مگر مین پاشکستہ اومین داخل ہو نہین سکتا

نہین طاقت بیانکی کہہ نہین سکتا سبب غم کا
مرا احوال بھی اک خواب ہی گویا کہ ابکم کا

یہ رنگ پان لبہائے روح افزا پر ترے چمکا
کہ افسردہ ہوا شعلہ چراغ بزم مریم کا

ہمیں جو دیکھتا ہی جان لیتا ہی سبب غم کا
تن لاغر ہمارا تار ہی اسماے اعظم کا

جو ہیں ظاہر و باطن سبب ہی فہم آدم کا
کہ دن ہیں تیس اور مشہور ہی عشرہ محرم کا

یہ لوٹا اور تو نے جان کی زاہد سمجھ رکھنا
کہ ہی مینائے مے چھالا دہان مار ارقم کا

دورنگی چھوڑ دیجے تا دو چندان ہو نہ بدنامی
گزر دو بارہ ہوتا ہی زبان پر حرف مدغم کا

بزرگی سے نہیں سکتی ہی ہمنامی بزرگونکی
ید بیضا سے کچھ نسبت نہ رکھے پنجہ مریم کا

کرین گر استعارہ گل سے اپنے زخم دل کو ہم
فلک سے ہو وہ بھرے اوس مین ابھی الماس شبنم کا

در ہر اہل دولت پر لیے جاتا ہی وہ اوسکو
کہ قائد کور باطن کو ہوا ہی رنگ عالم کا

ہمیں ہوں سوزش طلب چارہ نکر جراح زخمونکا
ابھی کافور ہوگا رنگ رخ تاثیر مرہم کا

زمانے مین کوئی کج طینتی سے خوش نہیں ہوتا
ترے ابرو مین اگر جھکیا ہی مرتبہ خم کا

نہو مغموم انسان چاہیے لفظی تنازع سے
کہ ہی باغ جہاں مین ایک فرضی نخل ماتم کا

وسیلے کی سیاحت عمدگی ہی اہل ہمت کو
کہ بے پاؤں پہونچتا ہی جہاں مین آب زمزم کا

کمند دوستی حارج نہیں کچھ اوجمندی کو
ندا اونچا عیسی گردون نشین سے رشتہ مریم کا

تمہارے مہر رخ کو دیکھ کر پانی مین بہونچینگے
کہ ہی لبریز جام اشکوں سے اپنی چشم پرنم کا

مین ہوں وہ رند جب ملزم کرین سو جد کو ریگے
تو میری ہی طرف روی سخن ہوتا ہی عالم کا

خدنگ بخل نے ایسا بخیلونکے کیا زخمی
دل سائل نگینہ ہو گیا ہی نام حاتم کا

ہاں ترک دنیا حال سے اپنے جدائی ہے
کہ قصہ رہگیا دنیا مین ابراہیم ادہم کا

شباب حرمت مے سے تو رندوں کو جلاتا ہی
زبان تیری کبھی ای زاہد زبانہ ہی جہنم کا

حروف سکہ اک اندھی ہی پر دیدہ حرص کو
تبسم ریز گویا حرص پر ہی نقش درہم کا

میں وہ آوارہ ہوں گر نام کندہ ہو مرا اوپر
نہ ٹھہرے پر سے ہرگز نگینہ میری خاتم کا

اوسی نے بادشاہ ملک استغنا کیا صابر
بخیلوں سے ملا درہم کی جا جب داغ درہم کا

بوقت حیرت کیا ہو دیدار اوس بت بے پیر کا
آنکھ سے باہر نہو تار نظر تصویر کا

مثل غنچہ کھل سکا پیکاں نہ تیرے تیر کا
یہ بھی دل ہوگا کبھی شاید کسی دلگیر کا

دل نہیں پھرتا نہیں پھر یاد ہے بے پیر کا
ہمنے کس محنت سے سیکھا تھا عمل تسخیر کا

دربدر پر رکھے نظر کیا دل ترے نخچیر کا
دیدہ پر مردمک ہی زخم تیرے تیر کا

کیا وہ میری قبر پر آئیں کہ گریہ کے سبب
خاک میں اپنی اثر ہی خاک دامن گیر کا

سرمۂ افسون غنیمت ہو گئی ہی لاغری
اب وہاں جانا بہت آسان ہی بن دلگیر کا

ہی وہی برقع کی جالی میں نگاہوں کی کجی
جنتری میں بھی نہ بل نکلا تمہارے تیر کا

ہی فسون سازی سے عالم تیری آنکھوں کا مطیع
ہاتھ رکھکر سر پہ روتا ہی عمل تسخیر کا

لاغری میں ہو اگر مصور کسکو کھینچنے کی تاب
کھنچتے کھنچتے رنگ اڑجاتا ہی مری تصویر کا

بوسہ یا دشنام یا الزام وقت عرض حال
مل رہا آپ سے جو ہی مری تقدیر کا

عشق کے [illegible] کا ہیں کوہکن
دیکھ نقشہ پیچ و تاب موج جوئے شیر کا

قید غم سے بعد مردن دی رہائی آپ نے
جب اکر اٹھوالیا [illegible] عاشق دلگیر کا

تازگی حاصل نہین ظالم کو باغِ دہر مین
خشک ہی اس آب پر سبزہ تری شمشیر کا
واے حسرت یان ابھی لب سے دعا کو ہون دور
اور منہ فق ہو گیا مثلِ سحر تاثیر کا
وہ کریم و بے نیاز اور ہم دلیر و بیدماغ
فکر وہان تقدیر کا نے خوف یان تقصیر کا
پاؤن وحشت نے نہ رکھا اس سے باہر عمر بھر
اسقدر محجوب ہی کوچہ مری زنجیر کا
دوست دشمن پر پڑیگی ایک اب اسکی نظر
ٹھانہ یک چشمی مناسب کھینچنا تصویر کا
تمکنت نے باز رکھا ہرزہ گردی سے مجھے
عکس آئینہ سے ہو باہر نہ اس دلگیر کا
فائدہ ہوتا نہین ظالم کو اپنی جنس سے
آبِ پیکان نے نہ دھویا ایک پہلو اس تیر کا

شاید قسمت کا ہو دیدار صابر کسطرح
زنگ آلودہ ہی آئینہ مری تدبیر کا

تو مری وضع پہ اسوجہ سے مائل نہوا
کہ مین اغیار کا اندیشۂ باطل نہوا
تیرگی اپنی چراغِ رہِ ماہیت ہی
شعلہ یان نور دہِ انجمنِ دل نہوا
نیم نان پر مین رہا مثلِ مہِ نو قانع
تن خمگشتہ خمِ ابروی سائل نہوا
غفلتِ عشق سے رہتے ہین سیہ دل محروم
قیس کسطرح سے بخشش سایۂ محمل نہوا
اپنی نادانی بھی ہی خضرِ رہِ آسانی
کہ ترے دھوکے مین آنا مجھے مشکل نہوا
نقص بالیدگی سمجھا ہی سرِ ناخنِ یار
کہ مہِ نو وہ رہا اور مہِ کامل نہوا
شررِ سنگ کیا عمر کی کوتاہی نے
گھر سے نکلا تو مین گھر مین کبھی داخل نہوا
دل لیے جاتا ہی گو دلمین ہو لیلی کا خیال
قیس پر کب اثرِ جنبشِ محمل نہوا

بڑھ گیا دل سے قدم آگے ترے جلوے کا
بحر کا جوش بقدرِ لبِ ساحل نہوا

اثرِ گرمیِ صحبت سے ہو پروانے کو قید
گلگیر کے پر تاجِ زرِ شمع سلاسل نہوا

اپنی قسمت نے رکھا کارِ اجل کو ناقص
درد بھی دلمین ہمارے کبھی کامل نہوا

دل مین پنہان ہو وہ ظاہر مین بھی ظاہر ہوتا
مصرعِ قامتِ دلدار دو مجمل نہوا

چشمِ تحقیق کو اک مردمکِ تازہ ملے
رخِ معشوقِ خیالی پہ کوئی تل نہوا

داغ دیگا وہی درہم مجھے محشر مین بخیل
کہ جو مُہرِ دہنِ کاسۂ سائل نہوا

عطرسازونکو رکھا سوزِ الم نے محروم
اتنی بارش پہ غبار اپنا کبھی گِل نہوا

خالی رکھا مرا آغوشِ تمنائے وصال
بحرِ خوبی کا تمھارے کوئی ساحل نہوا

کرتے گلشن مین ہم آنکھوں سے نواسنجی
اشک کیون غنچۂ منقارِ عنادل نہوا

کہنے سننے پہ نہین اپنا عمل ہے دیکھے
پردۂ گوش کبھی چشم پہ حائل نہوا

فخرِ صابر کی ہے اک آبِ گہر کا دریا
لیک جسنے گرہِ ہمتی کوئی ساحل نہوا

گریہ سے دل کی کدورت کا نہ چارا ہوگا
جی کو بھاری بھی کرینگے تو نہ ہلکا ہوگا

روبرو ہو تو اگر اے آئینہ سیما ہوگا
اک رقیب اور ترے عکس سے پیدا ہوگا

نگہِ یار کی ہو ٹھیس سے ٹوٹا جاتا
دل نہوگا مرے بر مین کوئی شیشہ ہوگا

گرد کا زلف مین کیا کام ہے پر غیروں نے
کس کدورت کی نظر سے تمھین دیکھا ہوگا

یون اڑا لیتے ہین دزدیدہ نظر سے انداز
دیکھتے ہمکو کبھی تمنے نہ دیکھا ہوگا

نہین اوٹھتا رخِ پر نور سے برقع تیرا
کسی مشتاق کی وہ آنکھ کا پردا ہو گا
گھٹ گیا نشئہ مئے زیست کا قاتل بے قتل
آبِ خنجر مین نمک تو نے ملایا ہو گا
چھوڑ بیگانہ وحشی کو کہ کہانتک ظالم
حال سن سن کے ہمارا تو کہیگا ہو گا

خون مین آلودہ ہے ہر تار نفس کیون صاحب
راہ مین شیشۂ دل آپ کا ٹوٹا ہو گا

تمھین آنکھون سے ہے منظور یا تم اپنے نالانکا
کہ پیراہن سیہ ہے مردمانِ چشمِ فتان کا
الٰہی یہ اثر ہے کسکے عشقِ چشمِ بتان کا
کہ ہر آہو ہے چشمِ حورِ جنت اس بیابان کا
یہ ہے انبار ہر جا تیرے دیوانونکی دامان کا
کہ دامن زار آتا ہے نظر دامن بیابان کا
فقط ترسان نہین وحشت سے میرے دلِ گھبرانکا
اوڑتا خاک پہ سایہ نہین دیوارِ زندان کا

نہین ملتا لباسِ تیغ اپنا جوہرِ ذاتی
بدلنا مجھکو مشکل ہے لباسِ جسمِ عریان کا
نصیحت نے مجھے داخل کیا اے شیخ دوزخ مین
تری ضد سے ہوا ہے مرتکب ہر رند عصیانکا
مرے سوزِ تپِ غم نے مجھے اتنا سکھایا ہے
کہ ہر مو مجھ سے سو حصہ سوا ہے تیری مژگانکا
نہین آتا پسینا حسن کی گرمی سے شعلہ کو
تماشا ہے عرق آلودہ ہونا روی تابان کا
گھٹا ہے بعدِ مردن دود دل یہ زیرِ خاک اپنا
مسی مالیدہ ہے گویا دہن گورِ غریبان کا
گنہگاری ہی باعث قدرِ جوشِ بحرِ رحمت کی
عجب کچھ مرتبہ ہے شیخ ہم رندونکے عصیانکا
لیا ہے حلقۂ آغوش مین اوس شنگ نے یوسف کو
گمان ہے اپنے ہاتھو زنخدان چاہِ کنعان کا
تواضع نے کیا مسجودِ دو عالم مجھے گویا
خمِ محراب ہے عینِ کعبۂ اربابِ ایمان کا

وہان کسطرح جائین دھر چلکی دکھلو جنت ہی
گمان ہی نقش پائی غیر پر چشم نگہبان کا
پری دیونکی زینت ہو مرے قابو مین آنیسے
بنا یا سینہ کاوی نے نگین مہر سلیمان کا
رکا ہی مجھسے تو اتنا کہ دلمین سبکے جا دی تو بھی
نہین ہوتا شگفتہ غنچہ دل تیرے پیکان کا
بنائے کام کیا کیا عبہر دن وسیاہی نے
بنا ہون خال مین گویا لب گور غریبان کا
ہلال ابرو کی جانان ہی میرا ناخن ہمت
کہ عقدہ کھل نہین سکتا شب گیسوی پیچان کا
جدائی سے وہانکی موت آتی ہی نظر گویا
شرارہ ہو نہین سنگ آستان کوی جانان کا
بزم وصل مین ہاتھ آئیگا جام مئی عشرت
گرا ہی سنگ پر پیمانگی شیشہ تیرے پیکانکا
ہوئی نسبت مری غالب نہ آخر زلف الفت سے
مرض پیدا ہوا ہی چارہ گر کو میرے درمان کا
تعدی کیسی کیسی کی ہی یوسف پر زلیخا نے
ستم معشوق پر کرتا ہی اولٹا عشق نسوان کا

بہ تسکین دل لازم ہین پڑھنے شعر صابر کے
وہ دیوانے ہین جنکو شوق ہی سودا کے دیوان کا

زینت ہی خوف حشر مین مجھکو گناہ کا
نقشہ پلٹ گیا مرے روئے سیاہ کا
اچھا ہی اسکو توڑے اگر تیر آہ کا
ہی چرخ آبلہ فہم مار سیاہ کا
مشکل ہی چھپکے دیکھنا اوس رشک ماہ کا
رخسار پر نشان ہوا ہی نگاہ کا
وصل آہ کے اثر سے ہو کیا کجکلاہ کا
ہی آپ حرف حرف جسد لفظ آہ کا
کثرت سے وہان نہ پاؤن تھما اپنی آہ کا
اور یہان گلا ہی وسعت عرش الہ کا
بہلانا ہجر مین دل مضطر کو سہل ہی
زلف پری دھوان ہی مری شمع آہ کا

اپنے ہی موئے سر مین بہت مثلِ موقلم
احسان سر پہ کون اوٹھائے کلاہ کا

ہین مائلِ جراحتِ شمشیرِ عشق ہون
ہی مجھکو ضربِ تیغ تصور پناہ کا

عاصی کہان نماز کہان زاہدا سمجھ
جھکتا ہی سر کہ بوجھ بہت ہی گناہ کا

ہوتے ہین غیر کیون مرے جلنے سے شادمان
کیا مین چراغ ہون ترے کوچے کی راہ کا

رکھتا ہی تلخکام فرومایہ کو خدا
اکثر ہی شور مثلِ نمک آب چاہ کا

اک آہ مین گزر گئی گویا تمام عمر
ہی طول اسقدر مری روزِ سیاہ کا

ایسا ہی رہنما پہ ہی دھوکے کا اشتباہ
رستہ بتانا یاد ہی اک گمراہ کا

برسات مین ملو کہ ندیکھے زحل ہو
چشمِ فلک پہ پردہ ہی ابرِ سیاہ کا

روشن ہی گھر رقیب کا اندھیر ہی یہان
نور ایک سا جہان مین نہین ہی ماہ کا

لونگا عدو سے یار کی تسخیر کا مین کام
نقشہ بنا دو سوکھ کے مردم گیاہ کا

حلقہ مین گاہ زلف کے ہی گہ ذقن مین دل
ہالہ کا ماہتاب ہی یوسف ہی چاہ کا

شنجرف سے لکھونگا خط اوس سنگدل کو مین
شکوہ حروف کو ہی لباسِ سیاہ کا

مسکین ہون گو پہ دور نکر مجھکو دل سے تو
زاہد ہین نا کچھ خیال نہین ہون گناہ کا

استادہ ہی وہ ادب سے جھکے ہین قدم پہ ہم
کہتے ہین غیر خوب کھچا نقشہ آہ کا

صابر ہی دلکی عقدہ کشائی سپہر سے
اک ناخنِ شکستہ وہ رکھتا ہی ماہ کا

قیام سے ہی خیال آ مجھے قدِ دلبر کا
کہ ایستادہ الف سے ہی حرف ابرو کا

خیالِ ذبح رسیدہ ہی اس بلاجو کا
چڑہا ہی دم تری تیغِ ستم پہ آہو کا

دہانِ بادہ کشان قبر ہوگئی میری
کہ سبزہ زار ہی نقشہ شراب کی بو کا

تمہاری ذکر کی مانند ہم چلے ہر جا
کہ راہِ عشق مین اوٹھے مزہ تگاپو کا

کرو دو نیم ہمارے ہی دلکو طفلی مین
جو شوق آپکو لیمونکی ہو ترازو کا

رہا نہفتہ سرِ فکر جو بسانِ گہر
کوئی صدف تو نہین استخوانِ زانو کا

چھپائے راز تو مثلِ قلم رلا نہ ہمین
کہ ایک کامہ ہی ہر قطرہ اپنے آنسو کا

غمِ دو کون کھلا ای فلک کے سیر ہون مین
نہ اتنا کم کہ جو ہو حلق کا نہ تالو کا

کھلا جو نقش ترے واسطے تماشا ہی
مٹا ہوا تھا وہ نقشِ وجودِ جادو کا

جما یہ خوف تری نرگسِ فسونگر کا
گہر بنا جو ہوا زہرہ آبِ جادو کا

مثالِ کلک مری حلق مین ہین گرہ
مری زبان پہ نہو کیون ہجومِ آنسو کا

دمِ نظارہ تحیر سے یہ سکوت ہوا
گمان ہی تن پہ مرے اونکی درکی بازو کا

نہ خام کار ہون پابندِ صنع مثلِ کباب
ہوا ہنر و بدلنا مدام پہلو کا

یہ فکرِ شعر بھی صابر ہی شانِ خلاقی
بنانا پڑتا ہی اک بے خسد کے پہلو کا

اثر ہوا یہ عسس پر شراب کی بو کا
کہ مثلِ شیشہ گئی عمر بھر لہو تھوکا

خفا ہی عشق سے مرے کوچہ اور پہ پردو کا
جبین کا بل ہی نشانِ استخوانِ پہلو کا

عوض جفا کا گھٹانا ہوا جفا جو کا
وہی کٹا جو بڑا حد سے بال ابرو کا

ہوئی ہے مارکشی کی سرشت ایذا سے
ہوا ہے سبزہ بدن خار سر ترازو کا

جنون میں نالہ ہوا مجھکو مرثیہ خوانی
کہ لطف دیتا ہے جنگل صدای بازو کا

تمھین غرور ہوئی عاشقونکی دلجوئی
کہ بات بات مین ہے رنگ ایک پہلو کا

خدا کے گھرسی ہے تعظیم ہر زہ گردون کی
قدم قدم پہ اٹھا ہے غبار اوس کو کا

مثال شمع بنایا مجھے جلانے کو
مرا خمیر ہوا ہے جمع ہونا آنسو کا

عدو نے کھینچکے تصویر عمدگی کھوئی
بنایا نقش قدم تمکو خامہ مو کا

دقیقہ سنج ہین دنیا مین دردمند مدام
کہ کام کرتا ہے ناسور سر ترازو کا

ق

مین اوسکے پاون کبھی ہوا ہون تا چلے وہ کبھی
جہان مین کہین خالق ملے جو قابو کا

بیابان وصل پری روز سے غرض یہ ہے
کہ لطف بھول بجائے دامن صبا جو کا

اور اس خیال سے ہم جب سے شاد ہین اے شاب
کہ روز بھی تھا پری وعدہ پہ پیرو کا

فروتنی سے ہے شان اہل فقر کی ظاہر
نہ بوجھ ہو تو نہ پلہ جھکے ترازو کا

وہ بڑا رتبہ سیہ کاری سے میری گور کا
سنگ اسود بنگیا تعویذ سنگ بلور کا

دود دل نکلے فغان نے گر ترے رنجور کا
روز محشر بھی کرے پردہ شب دیجور کا

دوش پر بار تن خاکی لیے پھرتی ہے روز
کام کیا زندگی سے روح نے مزدور کا

ایک دن بھی نہین جاتی ہے گردش بخت کی
آسیا بنتا ہے سر پتھر ہماری گور کا

کیون مرے مٹنے سے اتنا شاد ہو تم مہربان
ای صنم کیا دعوی باطل ہے مین منصور کا

سامنے رندون کے ای ساقی جھکتا کیون نہین
کیا خم صہبا بھی ہے سر زاہد مغرور کا
آج موسیٰ کو دکھاونگا وہ جالیکی نقاب
جلوہ گر ہے سیکڑون خانون مین شعلہ طور کا
سوز غم سے سقدر سوکھے ہین آنسو برق وش
دست مژگان مین ہمارے سبحہ ہے بلور کا
باندھے لینگے ہم کمر ہمت کی ہے ٹوٹی ہوئی
گر کوئی ڈورا ملا اوس نرگس مخمور کا
ہون وہ لاغر مجھکو سوئی پر اوٹھا کر پھینکدے
دامن مژگان اگر جنبش مین آئے مور کا
ساقیا آیا ہے مطرب آج ہو سامان نیا
تار میخواری کا باندھین لا کدو تنبور کا
سر پہ زاہد کیون نہ لیگا رندون کی گناہ
بار ہو جتنا سوا دل خوش ہے مزدور کا
حق شناسی کے لیے لازم ہے عالی حوصلہ
خون کم ظرفی کے باعث ہو گیا منصور کا

آؤ ای صابر چلو وہ سجدے کر آئین کبھی
شیخصاحب نے بچھایا ہے مصلے زور کا

روسیاہی بھی زمانے مین ہے سامان نور کا
نور بخشے دیدہ کم بین کو سرمہ طور کا
دیکھکر اوس ماہ کو مونھ فق نہین کچھ حور کا
چاندنی کا پھول ہے شعلہ چراغ طور کا
طبع عالی نے سمجھا ہے وہ مضمون دور کا
آسمان مجھکو نظر آتا ہے بیضہ مور کا
تن تپ غم سے جلیگا عاشق رنجور کا
مثل جبریل امین گو جسم ہو کافور کا
تھی ہمار کافور مین فلفل کی آمیزش ضرور
چارہ گر مرہم سے نہ جانے لگا ناسور کا
اسپ جمجای اگر ہم خفتہ بختون کا ہو
سبزہ خوابیدہ ہو سبزہ ترے ساطور کا
دل غبار ناتوانی مین دبا ہے اسطرح
جسطرح سے خاک مین ہو کوئی بیضہ مور کا

چرخ نے اسپر لگائی ہی حنائے بے زری
تا بندھا رکھے سدا پنجہ عروسِ مقدور کا

چاہیئے بیڑی زنجیرِ نرگس کی میرے واسطے
مین ہون دیوانہ کسیکی نرگسِ مخمور کا

آپکے ہاتھ سے ہی بھر پایا نہ موجود آپکو
پاس سے ہاتھ آگیا مضمون مجھکو دور کا

حسن نے اِن کا فزونکو رتبہ زاہد دیا
مہر پیشانی پہ قشقہ ہوگیا سیندور کا

کیون مرا نقشہ مٹا کر خاک اُسنے کر دیا
کیا کوئی حرفِ غلط تھا مین بیانِ گور کا

گر فلک تازی دکھاؤن آہِ آتشبار کی
ہالہ مہتاب بنجائے دہن تنور کا

پاس سے نظرین ملا اچھی طرح [illegible] ہون نگار
بیوفا کمرو ہو جاتا ہی ناوک دور کا

کھاتے ہین ہم شوربختونکی جب بعد گیا
ذائقہ تبدیل ہوتا ہی دہانِ مور کا

دل نے اوس رخ سے مقابل ہو کے بھیجی ہی مجھے
مہر سے لیتا ہی آتش آئنہ بلور کا

جمع کر ہمدم گلِ داغِ دلِ عشاق تو
ایسے پھولونسے چھپرکھٹ ہو ہماری گور کا

منکشف ہی یان جو آتا ہی تصور جو یہان
شیشۂ گلزار ہی رخ اوس سراپا نور کا

ہون وہ مسکین شیخ نے پھینکا جو مجھکو سنگ سے
آتے آتے یان تلک دانہ ہوا انگور کا

کثرتِ داغِ سیہ سے دلکا یہ نقشہ ہوا
اک سویدا ہی دلِ زنگِ شبِ دیجور کا

اے ضعیفو تمسے مدد حاجت روائی کے لیے
آدمی بھرتے ہین شیرینی سے روزن مور کا

دیکھنے شکل مآلِ ہستیِ موہوم یہان
آئینہ ہر سنگ ہی غافل ہماری گور کا

کام پروانے کا مرغِ روحِ مجنون نے لیا
زلفِ لیلی ہی دھوان میرے چراغِ گور کا

ہون وہ مسکین ٹوٹ جاتا ہی دل اپنا سنگ سے
ٹوٹکر گرتا ہی جب دانہ کوئی انگور کا

بادشاہ ملکِ حشمت عشق نے صابر کیا
اسکو پوتا سمجھ کر حضرتِ تیمور کا

بنا نصیب سے کیا خوب کام بوسے کا
کہ تیرے لب پہ ہے ظالم مقام بوسے کا

سنا کے کیا او سے قاصد پیام بوسے کا
کہ بند کرتا ہے ہونٹون کو نام بوسے کا

نمک فشان ہین مرے لب وہ شوخ کہتا ہے
جو نام لون دمِ شرب مدام بوسے کا

یہ پاس شرم ہے تیرا کہ دل سے جب اٹھا
پھرا لبون ہی سے اولٹا پیام بوسے کا

نہ مجھکو چاہیے قاصد نہ تجھکو دلالہ
کہ درمیان ہے اب تو کلام بوسے کا

جھکے ہی جاتے ہین ابرو تمھارے رخ کی طرف
مگر ہے قصد انھین بھی مدام بوسے کا

یہ میرے شوق کی تاثیر ہے کہ سبزۂ خط
بچا کے نکلا ہے ظالم مقام بوسے کا

بس آؤ ہو چکی گالی گلوج بندہ نواز
امیدوار ہے اب یہ غلام بوسے کا

صفائی رخ ہوئی تجکو حجابِ بدنامی
کہ تھم سکا نہ نشان خوشخرام بوسے کا

جھکائے دیتا ہے اوسکی چہ ذقن یہ دہن
کہین ڈبوئے گا صابر تو نام بوسے کا

جب کہا کہ گھر کیجے دلمین مہربان اپنا
بیٹھکے بولے دوزخ مین تو بنا مکان اپنا

قد ہے خم تواضع مین صورتِ کمان اپنا
تیر بارگشتی ہو کیون نہ مہمان اپنا

اس سے ہوتی ہین باتین خوب کٹتی ہین راتین
کیون نہون ملاقاتین دل ہے رازدان اپنا

داغ دیکھے جاتے ہو کیا کرونگا مین اسکو
ساتھ اپنے لیجاؤ تم یہ ارمغان اپنا

تو ستم سے قول اپنے امتحانکی مین امین
صبر و تاب کا پلا اوس سے ہی گران اپنا
دشمنون نے دل توڑا دوستون نے بھی چھوڑا
تونے مجھسے منہ موڑا مرگیا گمان اپنا
اتنی مجھسے نفرت ہی آنکھ مین نہ ٹھہرے ہم
طور کا جو پتھر ہو سنگ آستان اپنا
دل بچھوڑ فرقت مین رہ مری رفاقت مین
ہو گیا ہی مدت مین تو مزاج دان اپنا
خط ہوا ہی حسب دل زیب مصحف عارض
ورد ہو گیا ہی بیان سورۂ دخان اپنا
آسمان نہین کچھ شی وہم بک گیا ہی یہ
چھا رہا ہی عالم پر آہ کا دھوان اپنا
تو کہان میسر ہو بت بنا کے پوجینگے
بھیج ای صنم ہمکو سنگ آستان اپنا
عالم کو سناؤ تم دوسری غزل صابر
کون اپنے سے بہتر ہی اور قدردان اپنا

لاغری سے ای عنقا مٹ گیا نشان اپنا
ہی زبان عالم پر ابتو آشیان اپنا
یار کو ہی خوف آتا کیا سنے بیان اپنا
سوجھتا نہین اوسکو جسم ناتوان اپنا
زیست بحر عالم مین ہی حباب کا نقشہ
عین بے نشانی ہی یہ جو ہی نشان اپنا
برق دیکھکر گزرا تن شگافتہ ہو گا
تیز تر ہی خنجر سے خار آشیان اپنا
ہر نفس کے ساتھ اسکو ہی کشتا کشتنی کیا گیا
موج بحر حسرت ہی جسم ناتوان اپنا
حسرت نہانی کی ہر سخن مین نکہت ہی
یار کی ہی بے شرمی کیا سنے بیان اپنا
مہر کے ہین دو معنی اور بھی جلائیگا
مہروش کو لکھین ہم کیونکہ مہربان اپنا
کوے یار مین مرنا کام آگیا میرے
نام خلق نے رکھا جنت آشیان اپنا

مثلِ چرخ گردش مین راندہ ہون کب تک
طول کچھ تو کم کردے عمرِ جاودان اپنا

ننگ ہو وساطت سے اشتیاقِ کامل کو
خود لپٹ گیا خط مین جسمِ ناتوان اپنا

وصل مین بھی یہ شک ہے دلمین غیر کے ہونگے
کچھ یہ ہو گیا ہے دل اوسسے بدگمان اپنا

یہ وہ بسے ہین آنکھونمین اب کوئی نہ دیکھیگا
ساہت پردہ مین صابر یار ہے نہان اپنا

دیدۂ لیلی بنا ہر ایک چھالا پاؤن کا
قیس کی وحشت نے کیا کیا نام اوچھالا پاؤن کا

تمنے یہ کیون کین بچھنونکو سر چڑھائے رکھے
یون نہین ہوتا حنا سے رنگ کالا پاؤن کا

کیا فروغِ حسن ہو جاتا ہے جب ہو رشکِ ماہ
فرش پر پڑتا ہے مثلِ بدر ہالہ پاؤن کا

یہ نہ بے چشمکی لیے ٹھہرین نہ وہ بیدلات کے
طور نا ٹھوکر کھا نیا عالم نرالا پاؤن کا

سر ہے یون ظالم ترے وحشی کے جسمِ زار پر
کوئی نوکِ خار پر جیسے ہو چھالا پاؤن کا

تم باؤلی ہو صدا خلخال کی وقتِ خرام
شوقِ مردہ کو جلا دیتا ہے نالا پاؤن کا

کھینچتے ہین عطرِ گل عطار میرا خاک سے
جیب سے نقش اوس بغیرتِ گلشن نے ڈالا پاؤن کا

آسمان کو خارِ دشتِ عشق کے اٹھتے مرے
یہ بھی ہوتا گر کسی وحشی کے چھالا پاؤن کا

واغلطو سنے پوچھتے ہین ہم جو یوسفِ روحی
اے پری دیتے ہین وہ تیرے حوالا پاؤن کا

کیون نہ گھر روشن ہوا ہی صابر کہ ہی اوس ماہ کا
پنجۂ خورشید سے بہتر اوجالا پاؤن کا

عید سے کچھ کم نہ تھا مرنا ترے ناشاد کا
گرم تھا ہر سمت ہنگامہ مبارکباد کا

گریہ سے کیونکر مکدر دل ہنو جلاد کا
زنگ آلودہ ہو نم سے آئینہ فولاد کا
بڑھ گیا محشر سے شور آگے مری فریاد کا
خون ہو کر رہگیا سینہ مین ارمان داد کا
اسقدر دلچسپ ہی نقشہ بت نوشاد کا
بنگیا تحریر ہر تار نظر بہزاد کا
پائمالی مین شعاری ہی عروج شان کبر
ہر مسلمان مستحق ہی گلشن شداد کا
لذت درد جدائی کا بیان کرتا ضرور
گر زبان رکھتا دہن زخم سر فرہاد کا
کھینچتا ہی جب تمھارے ناتوانونکی شبیہ
مو قلم کاغذ پہ چل سکتا نہین بہزاد کا
ہون نہ پابند تعلق مین جو وارستہ مزاج
نام مین بھی ہی جدا ایک ایک حرف آزاد کا
آج بھتین کچھ گرمیان ایسی تڑپنے مین ہی
صورت سیماب دل اڑنے لگا صیاد کا
یا خدا کس سرو قد کی ہی قدمبوسی کا شوق
طوق قمری بنگیا جھک جھک کے قد شمشاد کا
رستگاری بازپرس حشر سے سبکو ہوئی
بھر گیا کانو مین غل ایسا مری فریاد کا
مجھکو خاموشی سے تیری ہوگئین افزائشین
شوق ہون گویا سراپا طالب ارشاد کا
بیستون روز فرقت جان لیتا ہی مری
کام دیتی ہی آہی تیشہ فرہاد کا
واہ ای تاثیر شوق قتل میرے واسطے
دم لبو پر مثل شمشیر آگیا جلاد کا
دامن افتادگان ہو بحر عصیان سے نہ تر
آبجو مین بھیگتا سایہ نہین شمشاد کا
کوی جانان مین نہین ہی حاجت شمع و چراغ
شمع سان دل رشک سے جلتا ہی دن حسّاد کا
سخت جانی نے ہماری جب جلایا وقت قتل
بجھ گیا دل آب خنجر سے وہین جلاد کا
شیخ کیون کعبہ سے جائی بتکدے کی سیر کو
جی نظارہ پر چلے کیا کور مادر زاد کا

رات بھر خاموش ہی دن بھر تجھا بر شاہی یہ
ہی تصور رات دن میرے تمھارے گالی گے

دل مرا مصباح ہی کس خانۂ برباد کا
رنگ مینائی فراموشی میں دیکھے یاد کا

ہی تعلق حد سے سوا صابر شروع عشق میں
دیکھیے کس جا قدم پڑتا ہی اس افتاد کا

بتکدہ میں جو ادا وہ بت ترسا کرتا
مثل ناقوس ہر اک بت ابھی نالا کرتا

پھر کیا ان کو میں تھیں گالی بھی گوارا کرتا
میں نے کیا کیا نہ کیا اور نہ کیا کیا کرتا

غم سکھاکر جو مجھے ناز نظر کا کرتا
دیکھتا مجھکو نہ تو میں بھی تجھے دیکھا کرتا

جستجو رزق کی تھی گرد میں اپنے پھرتا
آسیا گر مجھے اللہ تعالے کرتا

تم کہیں حسن کے باعث سے نہیں چھپ سکتے
میں اسی ڈر سے نہیں دھیان تمھارا کرتا

پاس بدنامی ہی کس سے دہ نشین کا اے دل
اپنا آزار جو ہر دم ہی چھپایا کرتا

حشر میں قتل سے اپنی کیا میں نے انکار
معرکہ میں اُنھیں کس طرح سے جھٹلا کرتا

جب کہا میں نے کہ غش ہو دل میں تیغ نگہ گھیر
ہنسکے بولا کوئی عشق میں بھی نہیں بولا کرتا

آنکھیں جھپکی وہیں خدا نے کہ ہو تحسین نہ
نوبت غصہ میں تھا آنکھ دکھایا کرتا

سانولے رنگ پہ مرنا نہیں اچھا صابر
جیسے ہے وہ جو اندھیرے کو فدا یا کرتا

مثال بادِ سموم اپنے گھر میں یار آیا
خیال تیری جو شوخی کا اے نگار آیا

طرح طرح سے وہ دل میں ہمیں لیے بخار آیا
چمکتے دیکھ کے بجلی پہ مجھکو پیار آیا

ہر آئینہ مین ہی عکس جمالِ یار آیا
ہزار دام مین کسطرح اک شکار آیا

وہ رتبہ دان وفا ہون کہ مثلِ ابر مدام
مین سر کے بل ترے کوچہ مین ای نگار آیا

کسیکا نزع مین رونا گلے سے مِل ملکر
وہ یاد قبر مین مجھکو دمِ فشار آیا

نہ آنے دیتی نزاکت تجھے قیامت مین
ہمارا خون تری گردن پہ ہی سوار آیا

دِیَت نے خونکی قیامت مین مجھکو قتل کیا
خدا کے سامنے قاتل جو شرمسار آیا

دمِ قرار اوٹھا سر نہ اضطرار کے بعد
کہ صبر دیر مین آنے سے شرمسار آیا

گھٹا ہوا تھا یہ دودِ جگر مرا ہر سمت
کہ جو گیا مرے گھر مین وہ اشکبار آیا

وہ ناتوان ہون کہ برسون مین جب لیا کوئی دم
تو لب پہ سینہ سے تھم تھم کے لاکھ بار آیا

اسے بھی حسن کے جانیکا غم ہی میری طرح
کہ رخ پہ ہو کے سیہ پوش خطِ یار آیا

عدو پہ ظلم ہوا بعدِ امتحان میرے
جفا کی شکل مین ہر میرا اعتبار آیا

تو اور میری عیادت خدا کی قدرت ہی
یہ آج دلمین ترے کیا ستم شعار آیا

وہ منفعل ہین یہ مجھسے کہ منہ جو دیکھا تھا
تو عکس آئینہ مین اونکا شرمسار آیا

جنون مین ضعف کو ہی کیا نظر کفایت پر
گلے کا طوق مرے پا مین ای نگار آیا

یہ ذرہ ذرہ مین ہی آتشِ الم صابر
کہ لاکھ مہر کے ساتھ آپ کا غبار آیا

گھر مین حسرت کے نہ میری مرگ سے ماتم ہوا
اشکِ خون سے یون مرا زخمِ جگر شبنم ہوا

یاس کو افسوس الم کو رنج غم کو غم ہوا
رشک سے خون برگِ گل پہ قطرہ شبنم ہوا

عشق مین چاہِ ذقن کے تیرے ای یوسف جمال
چشمِ حسرت ہر حبابِ چشمۂ زمزم ہوا
اصل سے اپنی نہین ہوتی کسی شی کو گریز
خاک سے تھا خاک ہی پھر مسکنِ آدم ہوا
دہان مین بھیگین لگا ہونے فزون جو خطِ سبز
مژدہ باد ای مرگ آبِ زندگانی سم ہوا
وحشتِ زر بے پردہ ہی زاہد کو دو رندو نکال
میکدہ مین کسطرح داخل یہ نامحرم ہوا
نامۂ عصیان پہ میرے رو مدام ای چشمِ تر
گھل ہی جائیگا کبھی گر روز کاغذ نم ہوا
مونسِ تنہائی تھا اپنا خدا بخشے اوسے
ہمکو مرنیکا دلِ مرحوم کے ماتم ہوا
منزلِ مقصود کیا راہ صعوبت ناک ہی
رفتہ رفتہ سو جھکر پائی تجسس خم ہوا
لاگ ہی روزِ ازل سے کبر با عجز مین
کیا تعجب ہی کہ شیطان دشمنِ آدم ہوا
طائرِ جان اوڑ نہین سکتا قفس سے جسم کے
ہجر مین رشتہ نفس کا دامِ ابریشم ہوا
اجتماعِ ضد ہی گویا میرے اوسکے ربط مین
حسن جہان جتنا بڑہا یہان صبر اوتنا کم ہوا
تیری ٹھوکر ہی قیامت رقص مین زہرہ جبین
پیچ مین وہ تان کے وحشت سے اوسکی ہم ہوا
اونکو بھاتی تھی خموشی کم کیا اتنا کلام
بھولکر ربطِ سخن گویا کہ مین ابکم ہوا
ق
بیقرار اونکی رعایت ہی مجھے مدِ نظر
جب سے کچھ مجھے لطفِ بیتابی سے مین محرم ہوا
جب گری بجلی گرا اک جان پر کوہِ الم
جب گیا سیماب گو گشتہ مجھے ماتم ہوا

سوئی محرابِ حرم صابر لگی ہی ٹکٹکی
کسکے ابرو کا خیال ای قبلۂ عالم ہوا

جب تجھے شوقِ ستم ای قاتلِ عالم ہوا
خنجرِ کین لیکے حاضر نذر اپنا دم ہوا

بوجھ سے مشقِ ستم کے عجب ظالم خم ہوا
تیغ مین مثلِ قدِ اہلِ تواضع خم ہوا
زیست مین تھا چارہ زخمِ دلِ احباب مین
مر کے بھی زخمِ دہانِ گور کا مرہم ہوا
شوق مین چاہِ ذقن کے کیونکہ ہو حسرت سرا
بے زبان پیدا دہانِ چشمۂ زمزم ہوا
کیا ازل مین رنگ سے میرے پڑا اوسکا رنگ
یک بیک تغیرِ رنگِ گلشنِ عالم ہوا
ملتا ہی اربابِ ہمت کو فروغِ جاودان
نام حاتم کا چراغِ مدفنِ حاتم ہوا
بعدِ مردن بھی رہا دستِ ہوس اپنا دراز
خاک سے روئیدہ میری پنجۂ مریم ہوا
صحبتِ ناکس سے داخل طبع مین ہوتا ہی کھوٹ
سیم مین ملنے سے مس کے مول دسکا کم ہوا
ہو ازل سے سخت دل جو پای وضعِ اہلِ حلم
تیغ کی صورت مین آہن کو میسر خم ہوا
معرفت تیری بہت دشوار ہی ادراک کو
جسقدر محرم ہوا اوتنا ہی نامحرم ہوا
مشتعل ہی آتشِ شوقِ شہادت اسقدر
خشک اعدا کیطرح شمشیر کا بھی دم ہوا
ہین گواہِ پاک دامانیِ الفت طفلِ اشک
صومِ خاموشی ہمارا روزۂ مریم ہوا

سربلندونکو تواضع سے میسر ہی فروغ
اسلیے **صابر** کمر مین ماہِ نو کی خم ہوا

تماشا ہو گیا لکھنا مرے گریہ کے مضمون کا
بنا ہی دایرہ ہر حرف کا گردابِ جیحون کا
ہوا ہی عہد کی سودا تمہاری زلفِ شبگون کا
بنا ہی غنچۂ سوسن ہر اک قطرہ مرے خون کا
بجھایا تھا نے خنجر کو شاید آبِ حیوان مین
گلِ زخمِ جگر رہتا ہی تازہ تیرے مفتون کا
ترا مشتاقِ پابوسی یہ رویا رکھ کے سر اوسپر
نزالقشِ قدم نقشہ بنا گردابِ جیحون کا

وبالِ جان ظالم عاقبت ہی فعلِ ظالم کا
ستم ضحاک کا باعث ہی اقبالِ فریدون کا

جو مین کرتا ہون نالے تو یہ میری نقل کرتے ہین
یہ جی مین ہی کہ دامن پھاڑ ڈالون کوہ و ہامون کا

جو ظاہر سرخ رو ہین ہی سیہ روی مآل اونکا
نکلنا دال ہی اسبات پر لالہ سے افیون کا

ہوا تیرے دہن سے ایک میم منتخب پیدا
لکھا جب منشی قدرت نے مصرع قد موزونکا

ہزارون حسرتین اک شب مین کہا کیا یار سے
ہوا قفلِ لبِ اظہار گویا جوش مضمون کا

یہی ہی بخت کی پستی تو باعث اوج کا ہو گی
مرے ہاتھ آیگا اکدن خزانہ مفت قارون کا

بغاوت ہو زبونکی اوج ہی اقبال مندون کا
نہ بگڑا افعیِ ضحاک سے کچھ بھی فریدون کا

حصولِ علم و دانائی کا حاصل ہی تہیدستی
خمِ خالی بھرا ہی لاکھ حکمت سے فلاطون کا

پسر کی ارجمندی سے ہوا سینہ شگاف اسکا
صدف کو پالنا لازم نہین تھا درِ مکنون کا

مجھے طفلی سے دی ہی عشق نے تعلیم وحشت کی
عرق گرمی مین بلواتا تھا برگِ بیدِ مجنون کا

رکھا ہی دستِ شفقت مادرانہ فرق پر اوسکے
دیا ہی دولتِ دنیا نے بھی کیا ساتھ قارون کا

شبِ غم مین کسیکی ہمدمی کوئی نہین کرتا
چھپا پردہ مین تاریکی کے سایہ تیرے مجنون کا

کسی کے دلمین گھر کرنا بہت دشوار ہی صابر
بہت آسان ہی قبضہ مین آنا ربع مسکون کا

کوئی نہ محمل ہی نہ ذرا انداز ہمارا
دشمن ہی ترا غمزۂ غماز ہمارا

افسردگی یہ ہی کہ بہ این گرمی الفت
دل سوز سے رکھتا نہین دلساز ہمارا

ہم اونکو پکارین تو بہت جلے جاتے ہین غماز
کیا صاعقہ ہی شعلہ آواز ہمارا

اول ہی سے ای یار جفا چاہیئے ہم پر
تا ایک ہو انجام اور آغاز ہمارا
رکھتے ہین اوسے پیش نظر خواب مین ہر شب
رہتا ہے درِ دیدہ و دل باز ہمارا
ہم پاؤن پہ گرتے ہین تو ٹھکراتے ہو سر کو
کیا خوب سمجھتے ہو تم اعزاز ہمارا
صیاد کی دہشت سے اڑا رنگِ رخ اپنا
یہ صید نہ تھا قابلِ پرواز ہمارا
یہ عرش سے بڑھتا ہے وہ گرتی ہے زمین پر
نالہ ہے بہت برق سے ممتاز ہمارا
قاصد کی نہ منت نہ کبوتر کی تمنا
جب ہوش ہوا مائلِ پرواز ہمارا
ہنس ہنس کے اڑا دیتا ہے اغیار سے ہمکو
ہے یار ہی خود مفسدہ پرداز ہمارا

کہتے ہین جب اوس سے کہ ترا کون ہے صابر
کہتا ہے کہ یہ ہے عاشق جانباز ہمارا

یہ ضعف ہے تو کام بنایا نجائیگا
ہمسے ترے خیال مین آیا نجائیگا
بیٹھا ہے دل گرانئ غم سے کچھ اسقدر
اب تم سے بھی ہنسی مین اوڑایا نجائیگا
گر کر معاملہ کرین کیا اوس سے دلکا ہم
ہے یار بے نیاز اوٹھایا نجائیگا
پہونچایا کھینچ کھینچ کے وہان مجھکو شوق نے
ہر گام پر یقین تھا کہ جایا نجائیگا
ہے اس گرانئ غم و اندوہ سے یقین
مردہ مرا کسی سے اوٹھایا نجائیگا
مین تم سے بدگمان نہین رہ عدو تو کیا
گھر مین تمھارے در کا بھی سایہ نجائیگا
بندہ ہون اس صفائی تن کا مین آپ کی
بہتان کوئی تمکو لگایا نجائیگا
بیدل کرینگے دل وہ بڑھا کر وصال مین
دل سے مری بغل مین سمایا نجائیگا

اوس شعلہ رو سے بوسہ جو مانگا تو یہ کہا
شعلہ کو منہ کسی سے لگایا بچایئگا
حیرت ہی یہ دل آپ پہ کسطرح آگیا
ب سمجھے تھے ہم خفیف ہی آیا بچایئگا

صابر کو ہم ہلائینگے غصہ مین یہ کہہ
اوس تفتہ تن کو ہاتھ لگایا بچایئگا

مزہ رشک سے وصل کا ہو گیا
مرا مدعی مدعا ہو گیا
بڑا جنگ مین مرتبہ ہو گیا
مین دشمن سے اوسکو سوا ہو گیا
ترے دلمین شکرِ وفا تھا مرا
زبان پر وہ آکر گلا ہو گیا
ہوئے تیرے لعلِ نمکسا پہ ہم
جو حقِ نمک تھا ادا ہو گیا
عدو کے سبب کا ہمشو ہمین ہم تو
مری جانِ محنت گرا ہو گیا
اوٹھے ہی آہِ فلک تاز کے
فلک تھا پرانا نیا ہو گیا
تراشا جو لکھنے کو حالِ جنون
تو میدانِ قلم کا سوا ہو گیا
وہ بن ٹھن کے آنے لگے سامنے
مرا حال جب آئینہ ہو گیا
غضب رشک ہی خاک جب ہم ہوئے
نگہبان اونکا ہوا ہو گیا
مٹا جسقدر اوتنا قایم ہوا
مین اک موجِ آبِ بقا ہو گیا
علایق کو مجھسے ہی یہانتک نفور
کہ چین بر جبین بوریا ہو گیا
ق
مجھے اونپہ مرنیکا دعوی ہوا
عجب اس سخن مین مزا ہو گیا
کہ وہ ہنسکے کہنے لگے وصل مین
لپٹتا ہی مر کر بلا ہو گیا

یہ صابر بنا اپنے مرنے سے کام
مزا زیست مین مرگ کا ہو گیا

مشہور تو جہان کا خواہانِ جان نہ تھا
جب تک تو میری جان تھا جانِ جہان نہ تھا

کیون میرا ذکر بزم مین زیبِ بیان نہ تھا
کچھ مین کسی رقیب کا رازِ نہان نہ تھا

طفلی مین ہم یہ مر گئے مانندِ طفلِ اشک
ہونا نصیب مین جو ہمارے جوان نہ تھا

مفتاحِ راستی کی ہمین رہتی تھی تلاش
چھوٹا ہوا جب آپ کا قفلِ دہان نہ تھا

کیون بعدِ مرگ بھی وہی مجھپر عذاب ہین
مرقد مین تھی زمین ہی زمین آسمان نہ تھا

اب ہو گیا کلام دہن مین ترے ہمین
مُنہ کا کیون یہ کھولنا ای بدزبان نہ تھا

کیا دل کی آگ گردِ الم مین دبی رہی
لپٹا ہوا جو تارِ نفس مین دھوان نہ تھا

اس حیلہ سے نکالتے تھے دل کے ہم بخار
بیصرفہ شغلِ نالۂ عرش آشیان نہ تھا

ارمان لے گیا وہ سخن کا یہی سہی
اچھا ہوا کہ غیر ترا ہمزبان نہ تھا

سنتا وہی جو سننا مناسب تھا مجھے
اچھا ہوا کہ آپ کا مین رازدان نہ تھا

کیون گلشنِ مراد سمجھتا مین آپ کو
نخلِ ہوائے دل پہ مرا آشیان نہ تھا

بیصرفہ نغمہ سنجیِ صابر تھی بزم مین
کچھ امتحانِ بلبلِ طبعِ روان نہ تھا

اندھیر کب جہان شبِ فرقت یہان نہ تھا
کب اپنا دودِ آہ نقابِ جہان نہ تھا

یہ جھوٹ میرا نام سے ملتا نشان نہ تھا
مین حرف مین مثالِ معانی نہان نہ تھا

دو روز کے فراق مین اتنا ہوا سفید
گویا مثالِ صبح کبھی مین جوان نہ تھا
گہ دلمین گاہ چشم مین ہے گہ خیال مین
بھلے تو اسطرح تو بدلتا مکان نہ تھا
پوچھے جو مین نے اشک شرر گون چمک گیا
کچھ چاک آستین کا مری کہکشان نہ تھا
آتا ہے ہمنشین سخت کلامی سے کیون جہان
انسانکی زبان مین کبھی استخوان نہ تھا
کوئی وفا مین بزمِ حیا مین خیال مین
جسجا مری نگاہ گئی تو وہان نہ تھا
ہم جیسے مبتلائے بلائے فراق ہین
تیرا بنا جہان مین اے آسمان نہ تھا
ہم پر ستم ہے اور ہمین سے طلب ہے داد
دنیا مین کیا ستم کا کوئی قدردان نہ تھا
نکلا یہ ڈھنگ میری صفائی کیواسطے
لکھتا کبھی رقیب تمھین عرضیان نہ تھا
لافِ وفا تھا غیر کو دیتا جواب کون
خنجر سوا ہمارا کوئی ہمزبان نہ تھا
راحت جہان کو رنج مجھے بات ہے کچھ اور
حصہ کا میرے کوئی جدا آسمان نہ تھا
ق
دعوی تھا جو خوشی کا تو پھرنا تھا ہر جگہ
رہتا عدو کے گھر مین فقط میہمان نہ تھا
ہوتا ہے جلوہ چاند کا یکسان جہان مین
تو خوب چاند ہے کہ وہان تھا یہان نہ تھا

کچھ بھید تھا کہ توڑا نہ صابر نے تارِ شک
ایسا خدانخواستہ وہ ناتوان نہ تھا

نہ ملا خال مہ شمائل کا
کلمہ بے نقط رہا دل کا
گل تمھارے چراغِ محفل کا
گل ہوا سینہ عنادل کا
مصحفِ رخ پہ اونکے طفلی مین
شبہ ہمکو رہا حمائل کا

یہ بڑھی اوسکو مشقِ سنگدلی
عجز کو ہو گیا مرض سل کا

کیا امیدِ فتوح ہو اوس سے
آپ مکسور لفظ ہے دل کا

چشم ہے شوقِ دیدِ قاتل مین
حلقہ حلقہ ہے میری سلاسل کا

تجھپہ عشق ہون مجھے اسیر نکر
باندھنا کیا شکارِ غافل کا

اتنی مدت رہے مقید ہم
جسم حلقہ ہوا سلاسل کا

ہرزہ گردی مین ضعف کام آیا
ہر قدم پر مزہ ہے منزل کا

رشکِ گل بوی گل سے بہتر ہے
دود تیری چراغِ محفل کا

لینگے طفلانِ شوخ چشم کلال
کوئی آہو بنا مری گل کا

داغِ مجنون کا عکس ہے لیلے
نہین پر گل یہ پردہ محمل کا

حضرتِ صابر اور ترکِ وفا
ہے یہ دعوے امورِ باطل کا

رہا مدِ نظر سے دور جسم ناتوان اپنا
زباں نہین ہے اب گویا نشان اپنا بیان اپنا

جو دیکھے اوجِ بحرِ دیدۂ دریا فشان اپنا
تو جسم ناتوان ہو موجِ جوی کہکشان اپنا

نفس کے ساتھ ہے ہر عضوِ تن گرمِ فغان اپنا
کہ ہے مانندِ نے بے مغز اک استخوان اپنا

عجب کیا ہے چھپین ہم تیرہ بختی کی نحوست سے
کہ دہن مین چھپاتا ہے یہین دودِ فغان اپنا

لبِ عرضِ تمنا پر لگایا قفلِ ضبط ایسا
کہ الفت کو تمہاری یار نے سمجھا گمان اپنا

مرے اوٹھتے ہین کیا کیا اختلاف گو ہو خلقت
کہ ہر لب پر زخمی نگہت سے آتا ہے بیان اپنا

رہا کرتا ہون روشِ دودِ دلپر ناتوانی سے
صبا کی طرح عالم مین معلق ہی مکان اپنا

ہمیشہ فکرِ آسایش ہی غیرِ نفس پرور کو
وہ ہی بزمِ جہان مین آپ گویا میہمان اپنا

کچھ اپنی ناتوانی کچھ تری محشر خرامی سے
ہمین میدانِ محشر ہو گیا صحنِ مکان اپنا

شریک اپنا کیا حکمت سے طرحِ ظلم مین مجھکو
لگایا تمنے دستہ مین چھری کے استخوان اپنا

وہ کیا جا کر ادس بت کو خدا سے مانگتے ہین ہم
مگر غماز ہی کوئی نکوئی رازدان اپنا

دلِ مضطر سے ہی سمندِ زمینِ قبر جنبش مین
نہو گا دفع شورِ حشر سے خوابِ گران اپنا

بٹھایا پاس خوفِ ہرزہ گوئی سے مجھے اونے
مرے اوٹھنے کو سمجھا پردہ رازِ نہان اپنا

ہلالِ ابروی یوسف بنایا ضعفِ پیری نے
تنِ خم گشتہ زینت ہو گیا مثلِ کمان اپنا

لبو پر برق کے ہنگامہ ہی کیا کیا تبسم کا
ابھی ہر چند اپنے دہن مین ہی آشیان اپنا

گلہ دشنام کا اونسے نہین پر یہ تعجب ہی
کہ اونکے لب پہ یون گستاخ آتا ہی بیان اپنا

تمازتِ آفتابِ داغِ لالہ مین قیامت ہی
سمجھکر پاؤن رکھے باغ مین بادِ خزان اپنا

دل آیا جسکی قامت پر وہ ہی آتش کا پرکالہ
بندھا نخلِ انارِ آتشین پہ آشیان اپنا

نئی لذت ہی ہر دم یار کے حسنِ قدیمی مین
اوسی صورت مین ملجاتا ہی جیسا ہو گمان اپنا

غضب ہی لاغری مین زخم داری کسکو [illegible]
کہ ہی تارِ نگاہِ چشمِ سوزن آشیان اپنا

خدا جانے پہنچے کسجا قدم اور ہی کہان منزل
روان ہی راتدن مانندِ دریا کاروان اپنا

جلایا سوزِ عشقِ عارضِ گلگونِ زیبا نے
لباسِ سرخ پہنے صورتِ آتش دھوان اپنا

چھپایا جب سے تمنے شعلۂ رخسار برقع مین
کیا ہی فرض ہمنے آپکو سوزِ نہان اپنا

وہ ہوں سوزش طلب گر قصد ہو بجلی کو گرنیکا
تو استقبال کو سو کوس جائے آشیاں اپنا
رسائی آگ کو گلشن مین کب تھی گر نہ جلتا یہ
فروغ طالع آتش ہے خار آشیاں اپنا

لٹائے ہم نے صابر لاکھ گنج گوہر معنی
کلید فکر سے جب دم کھلا قفل دہان اپنا

دروازہ بند کیون نہین ہوتا نگار کا
کیا زخم دل ہے یہ بھی کسی دل فگار کا
ہے یہ نشان دل شدگان کے مزار کا
ہر ذرہ ایک دل ہے وہان کی غبار کا
اتنا اثر ہے شوق رخ گلعذار کا
ہے روی جو رگ گل مری شمع مزار کا
ہی مین ہر رشتۂ رگ گل کا بسکہ دام
باندھون مین ہاتھ موج نسیم بہار کا
مجھ سوختہ کے دست مژہ پر ہین اشک خون
آلودہ حنا ہوا پنجہ چنار کا
ہر ناخن مژہ شفق آلودہ ہے ہلال
زینت ہے رنگ دیدہ خونبار یار کا
بعد فنا بھی دلق فقیری ہے زیب تن
خاکستری ہے رنگ ہمارے غبار کا
عکس مژہ تھا زخمین لطافت سے جسم کی
مین سمجھا سرمہ پھیل گیا چشم یار کا
ہے ہلکی ہلکی خون کی جو تحریر خوشنما
ہر اشک ایک دانہ ہے گویا انار کا
افسوس لاغری مین گریزان ہوا ہے یار
مشکل ہے باندھنا مجھے آہونکے تار کا
وہ تفتہ جان ہین ہم کہ وہ جلکر دہوان بنے
سایہ پڑے جو قبر پر اپنی چنار کا
ہے منفعل مشاہدہ حال سے مرے
فق فق ہے رنگ صبح شب انتظار کا
کس آرزو کو آئینہ دل مین دیکھ کر
ہر گل ہے خندہ زن ترے پھولونکی ہار کا

خود رفتگی سے ہوتی ہی تہدیدِ سرکشی
دیوانے سر کچلتے ہیں تلووں سے خار کا

باقی رہی ہی کونسی شادی پسِ فنا
ہی خندہ زن چراغ ہماری مزار کا

کیا غم ہی شیخ پردہ دری سے گناہ کی
پردہ کرونگا دامنِ روزِ شمار کا

دو چشمِ بختِ غیر میں تا اوسکو نیند آئے
کاجل ہماری دودِ چراغِ مزار کا

دل کی تپش نے سیکڑوں پتھر گرا دیے
جو آئینہ ہی سنگ ہی اپنی مزار کا

اک صید روز دیتے ہو بازِ نگاہ کو
منہ لگ گیا ہی خون غضب اس کو شکار کا

لیجائے بنکے سیل وہاں میری نعش کو
ہو سوزِ دل سے آب جو پتھر مزار کا

آتش جو نکی عشق میں جلتا ہی رات دن
مالک کیا رقیب کو دار البوار کا

مرقد پہ میری ہاتھ اوٹھاتا نہ تھا کوئی
خالق نے اوسپہ نخل اوگایا چنار کا

بلبل کو زخمِ دل پہ نمک کیا ضرور ہی
ہی شورِ آمد آمدِ فصلِ بہار کا

ہر ہر سخن میں رنگِ سرِ زلف ہی شریک
صابر کچھ اور ہوگیا انداز یار کا

تمنے بدگوئی پہ میری دہن اپنا کھولا
قفلِ ابجد تھا کہ ان حرفوں پہ گویا کھولا

اتنے خواہانِ ستم پہلے نہ تھے وہ لیکن
تمنے غیروں پہ مرا رازِ نہفتہ کھولا

اپنی غفلت سے ہم آزاد بھی ہوکر نہ چھٹے
نہیں معلوم کہ کیا بند رہا کیا کھولا

چرخ سے فائدہ کیا ہو کہ بخیلوں نے کبھی
نہ کفِ جود مثالِ کفِ دریا کھولا

ہوں نہاں میں نہیں مگر یوں کہ نہیں ہوں گویا
لاغری نے درِ معدومیِ عنقا کھولا

بجلیان خرمنِ اخفای محبت پہ گرین
تمنے سوتین جو اپنا رخِ زیبا کھولا

دونون گالون مین لطافت سے اوتر آیا جوہر
تو نے برقع سے جو رخِ آئینہ سیما کھولا

رکھون زاہد کی زبان اوس مین کہ گویا ہو جائے
آج ساقی نے دہانِ خمِ صہبا کھولا

ق
شوخی دیکھو کہ شبِ وصل مین ہنستے ہنستے
باندھکر ہاتھہ نقابِ رخِ زیبا کھولا

اور کہا کھول تو بولا کہ ہی تمکین مانع
جسے باندھا اوسے باندھا جسے کھولا کھولا

کہین صابر ہو تمین خواب مین جانا اوسکے
ہرزہ گردی پہ غضب آپ نے ہی پا کھولا

نیا انداز ہی اس چشم کی دریا فشانی کا
کہ جوئی کہکشان مین جوش پر ہی جوش پانی کا

مثالِ چرخ گردش مین فقط کیا زندگانی کا
مگر زنجیر پا ہی طولِ عمرِ جاودانی کا

لکھا کاتب نے جو احوال میری ناتوانی کا
ہوا ہر حرف پرشا کی سیاہی کی روانی کا

مری بزمِ تصور مین تو آکر جا نہین سکتا
نزاکت نے تری قصہ مٹایا بدگمانی کا

مثالِ صبح اونکا رنگ فق ہو جائیگا اک دن
جو دیگا مہر داغِ ہجر پہ عالم جوانی کا

کیا محظوظ اتنا اوسنے لطفِ دردِ فرقت سے
کہ شکوہ کفرِ نعمت ہو گیا نا مہربانی کا

خرامِ ناز پر اپنے ہو تو میری طرح مائل
ملے تجھکو قیامت مین یہ ثمرہ ظلم رانی کا

اسے پڑھکر ہوئے کیون اسقدر رنجیدہ وہ یارب
مرا نامہ ہی یا خط ہی یہ دشمن کی ثنائیکا

سمجھتا ہی نہین جو بات مین کہتا ہون [illegible]
غلط سمجھا تھا مین کافی وسیلہ ہم زبانی کا

دوا آخر ہوا وہ ہی مری سوزِ تپِ غم کی
ہوا کافور رخ پر سے جو نور اونکی جوانی کا

خدا جانے تری کاوش مین کیا کیا لطف پنہان ہے
ہوا جو شوق دشمن کو ہماری رازدانی کا
فراہم کرکے زنجیر دل وحشی بنا لونگا
کہ دیتے ہین مجھے ہر دم وہ اک چھلا نشانی کا
شب فرقت مرے گھر مین اجل آئی تو کیا آئی
کہ یان بلوا سا بلوا ہے بلای ناگہانی کا
نگاہ خشم آلودہ پہ اوسکی جان دیتا ہون
مزہ یون موت کی تلخی سے بدلا زندگانی کا

ہمیشہ بات پر اغیار کی چلتا ہے وہ صابر
نگاہون نقش پا سے کیا سراغ اوس یار جانی کا

پتا کافی ہے یہ ای نامہ بر کوئی ستمگر کا
کہ ہے خیر ذرہ مردہ کی صورت سنگ مرمر کا
بتاؤن نامہ بر کو مین بلا گردان دلبر کا
گلے مین پڑ کے گنڈا ڈالدون بال کبوتر کا
اگر پوشاک مین دیکھو بدن تم اپنے لاغر کا
گلو پر اوسکے شکست تیغ گریبان کو ہے جوہر کا
بنا وہ نرم ہو کر دل بتان ماہ پیکر کا
ہیولا جب ہوا روز ازل تیار پتھر کا
زر مطلب ہمیشہ بے طلب آتا ہے کیسہ مین
کسیکے نام پر چلتا نہین درہم مقدر کا
فلک نے عمر بھر ہمکو رکھا زندان گردش مین
رہا طوق گلو حلقہ ہمین پاؤن کے چکر کا
تجلی تجھکو ہر دم جلوہ فرما دیکھتے ہین ہم
بنا رہتا ہے ہر دم ذہن مین نقشہ ترے گھر کا
ہزارون رنگ و بو دیکھے اسکے ہمنے ایک صحبت مین
بنا ہر رنگ کے پھولون نے گلدستہ مقدر کا
یہ تیر آہ نے چھانا کہ بحر اشک مین بہے
مثال سنگ سودا تیرتا ہے سنگ اوس کا
سبب سوزش کا سردی سوختہ جانونکو ہوتی ہے
دوبارہ آب مین پکتا ہے چونا سنگ مرمر کا
نہین معلوم کیون پھرتا ہے او مسیحا ہی ٹھہریگا
تمھارا عہد سے پھرنا ہوا پھرنا مرے سر کا

سدا حاجت روا دنیا مین بے ساماں رہتے ہین
کراتی خوبیون پر اک ودھنی اسم ہی زر کا

ہوا پامال تو اک سربلندی ہوگئی حاصل
الٰہی یہ غبارِ راہ ہون مین کسکے لشکر کا

بہائے ناصیہ سائی مین آنسو اسقدر ہمنے
بنا ہی رشکِ سنگِ آسیا ہر سنگ اوس در کا

بڑے آداب سے ہمنے کیا طے راہِ الفت کو
کہ ہی جو پاؤنکا چھالا وہ نقشہ ہی خمِ سر کا

ملو آنکھون سے مُہرِ زاہد سعادت جانکر تم بھی
جو مثلِ چشمِ نرگس آنکھ مین پیمانہ ہو زر کا

فرشتے موت کے مجھکو عدم مین لیگئے زندہ
کہ نقشہ ایک تھا تارِ نفس اور جسمِ لاغر کا

ڈبانے کو ہمارے گھر کا گھر تیار ہی اب تو
کہ بے بارش گرا پڑتا ہی دروازہ ترے گھر کا

صفا ناپائداری کا سبب سختی کو ہوتی ہی
شکستہ ہو زمین پر گرتے ہی آئینہ پتھر کا

جو ہین نیک اونکی سختی مین بھی نرمی پائی جاتی ہی
نہو آہن کی سی بُرش اگر خنجر بنے زر کا

تنِ خاکی ہی ہمرہ روح کے یون جیسے اوپر زیر
زمین پر نیچے نیچے ساتھ ہو سایہ کبوتر کا

جو ہوتی مجھکو بربادی مین کچھ آرام کی خواہش
تو ہر ذرہ ہوا کا کام دیتا مجھکو بستر کا

پھرے سر جسقدر اوتنی ہی افزائش ہو گریہ مین
بنا پیمانہ دولاب ساغر دیدۂ تر کا

خدا نے عیب سے آوارہ گردونکو بنایا ہی
کہ دو لفظ مکرر سے کہا ہی نام صرصر کا

بشر کی جیسی صورت ہو ویسی نظر آئے
سخن صاحب کا رخ ہی یوسفِ آئینہ پیکر کا

کوئی اے چرخِ فلک آہن سیہ رو نہوا
یہ مہِ نو کسی معشوق کا ابرو نہوا

ہشت پہلو ترا آئینہ بنا لیکن
اسطرف ہو نظر ایسا کوئی پہلو نہوا

ناتوانی مری جان بخشیِ عالم ہوتی
اے ستمگر مین ترا قوتِ بازو نہوا

مجھکو لیجاتی صبا جانبِ کنعانِ مراد
جامۂ یوسفِ مقصد کی مین خوشبو نہوا

لامکان کیا ہی کسی جائے نہو تاریکی
مثلِ شعلہ رخِ انور ترا ہر سو نہوا

ہو گیا چرخِ ستمگر کو وہ گلزارِ خلیل
شعلۂ آہ ہمارا جو تری خو نہوا

سعیِ معشوق مین قمری کا قدم آگے ہی
دردِ بلبل کا کبھی کلمت کو کو نہوا

کام آتا درا امیدِ عدو کے قاتل
نا سے تیغا بھی ترا خنجرِ ابرو نہوا

توسے درد کہ ہو زخمِ جگر مین کتنا
کبھی سینے مین ترا تیر ترازو نہوا

ایک تصویر تری چشم کی کھینچتی ہر دم
ولولۂ وحشتِ دل کا کوئی آہو نہوا

تجھکو اپنا سا بنانے پہ کرین کیا بے مہر
روبرو تیرے ترا آئینہ رو نہوا

حسن غماز ہی کسجائے چھپاؤن اوسکو
کہ تصور بھی نقابِ رخِ نیکو نہوا

اثرِ آہ کرے کارِ عصائے موسی
گیسوای یار ترا افعی جادو نہوا

صدفِ چشم مین رکھتے ہم اوسے ای صبا بر
درِ دندانِ صنم سا کوئی آنسو نہوا

فرحت فزا ہی نشہ مئی پرتگال کا
بیجا ہی حرف ذاتِ مغاپیرِ کلال کا

ہی کوششونکی وسط مین رتبہ کمال کا
ہی ایک حال دل کا آخر ہلال کا

کی غور تو اسی مین ہی سارے جہان کی سیر
دل اپنا آئینہ ہی طلسمِ خیال کا

تم کیا جہان مین یہ کسی سے چھپا نہین
حال اسقدر تباہ ہی مجھ خستہ حال کا

سردی سے نہ دم کی گرمیِ محشر سے دی نجات
جمکر ہوا ہی برف عرقِ انفعال کا

فیضِ بخیل ہوگئی سائل کی لاغری ہے صبر نام ضعفِ دہانِ سوال کا
اٹکا ہے یون رقیب کا اوس سینے مین دم ممسک کو جیسے نزع مین ہو دھیان مال کا
ہین ایک حرف لفظِ کمال و کلام کے سعی کلام کر جو ہے طالب کمال کا
ق
مین اوسکے پیچ و تاب مین پاتا ہون لاکھ رنگ گیسو تمھارا لام ہے میرے خیال کا
ہے ہے وہ لطفِ صحبت رفتہ وہ بزم عیش وہ تازہ تازہ لطف نشاطِ وصال کا
ہردم وہ مطربانِ خوش آہنگ کی صدا پیہم وہ دور جام مئے پرتگال کا
آنا طرح طرح کے بناو سنگار سے وہ جلوہ ناز سے مہِ یوسف جمال کا
ہے ہے وہ چھیڑ چھاڑ کی گرمی وہ اشتیاق چہرہ بگڑ بگڑ کے بنانا ملال کا
ہے ہے وہ نیچی نیچی نگاہونسے بات چیت وہ ٹالنا طریق سے میرے سوال کا
غصے سے اوٹھ چلے تو عجب ناز تھا وہ ہاے ہے ہے وہ طور نشے کی مستانہ چال کا
ہنگامہ ہائے ہوئے کمر پر لچک کا وہ تھا ہر قدم پہ ناز کو دعوی کمال کا
رخ پر بکھرنا زلف کا اور گام گام پر گرنا چمک چمک کے وہ برقِ جمال کا
وہ اپنی باندہ کے ہاتھونکو ہنستین ہنگامہ اک حواس پہ وہ اختلال کا
اب مٹ گیا وہ لطف جوانی بسر ہوئی ہنگامہ اوس گناہ کے ہے انفعال کا

صابر اب اور فکر مضامین نو سے ہم
دیکھینگے حسن اپنی عروس خیال کا

ہے نسلِ کلک ڈھنگ نیا اپنی چال کا نقشِ قدم سے ہوتا ہے اظہار چال کا

کہتے ہین چشمِ یار پہ نقطہ ہی خال کا   اب تک نہین ہے وہ عین ہینگی غزال کا
مثلِ ہلالِ عید ہی طول اپنی چال کا   عرصہ یہان قدم سے قدم تک ہی سال کا
اچھی شبِ فراق بسر ہو جو بیچ مین   آجائے دو گھڑی کو یہان دن وصال کا
گلگشتِ باغ مجھکو ہی خلعت کہ جسم پر   جامہ ہی دھوپ چھاؤن کا سایہ نہال کا
آرایشین مفید نہین اہلِ وستم کو   چوٹی سے حسن بڑھ نہین سکتا جمال کا
تارِ نفس ہی سینہ مین گردش کے واسطے   ڈورا کمر مین چرخ کی ڈالا ہی مال کا
نکلا کسی کے مونھ سے نہ یہ اونکے سامنے   محرومی نصیب ہی ضعف اپنے حال کا
اب ڈھلکے جائیگا یہ عدم اور نہ آئیگا   چڑھتا ہی میرے دم کی طرح دن وصال کا
ایسے شکستہ بال کو اڑنا سکھا دیا   شعلہ ہوا ہی روشنیِ بختِ زال کا
بیٹھا ہون پاس اور وہ نہین دیکھتے مجھے   پردہ ہی درمیان غبارِ ملال کا
پیری کا نور کھو نہ سکے صحبتِ جوان   رنگے خضابِ شام نہ ابروِ ہلال کا
پیرِ فلک کے گرتے ہین اڑ اڑ کے موی سر   تیرِ شہاب پر ہی گمان ہمکو بال کا
دل ملگئے تو شیشہ ساعت بنائینگے   دو ٹوٹنے کو ہی غبار دلون مین ملال کا
ق
نکلا ہمارے پاؤن سے مطلب جہان کا   سیکھا ہی ڈھنگ گردشِ چاکِ کُلال کا
کل مژدۂ وصال پہ نقطے لکھے نہ تھے   خط اپنا حیلہ ہو گیا اوس بدخصال کا
لکھا کہ اس خیال کو اب خاک مین ملاؤ   مردہ ہوا ہی مژدہ تمھارے وصال کا

سمجھو تو لطف ہی جو نہ سمجھو تو کچھ نہین

صابر مرا کلام اشارہ ہے لال کا

اگر ہم سے نکات آفرینش کا بیان ہوگا
شگاف کلک حرف کن ہمارا ہی وہان ہوگا

مرا احوال درد دل اگر سب سے بیان ہوگا
تو باہر گھر کا سامان مثل چشم خونچکان ہوگا

اگر وہ عنبرین گیسو مرے لکھا دھوان ہوگا
تو وہ ہی عطر عنبر کی زمین کا آسمان ہوگا

ہمارا بول بالا اوسکی بات سے زبان ہوگا
جو تھا صمد مثل خیزہ فرق پر رکھتا زبان ہوگا

جو مجنون ناقہ لیلی کا خواہان نشان ہوگا
تو چشم رہنما ہر نقش پای ساربان ہوگا

اگرچہ خاک ہون پر جذبہ دل کب رایگان ہوگا
زمین پر خط کی صورت اونکے سایہ کا نشان ہوگا

رہا تیغ زبان یار کا ہر حرف نشتر زن
نہین معلوم کس کس رنگ کا دل پر نشان ہوگا

نہین رہتا مثال تیر کوئی دست ظالم مین
چھپا لاکھہ جا سے اپکا رنگ کمان ہوگا

مری آنکھون مین رہنے سے ہوئی بے پردگی انکی
یہ کیا معلوم تھا یہان بھی ہجوم مردمان ہوگا

نفس کے تار کو ہم تا دم مردن نچھوڑینگے
رفو اک روز اس سے گور کا زخم دہان ہوگا

بھلا تم اور مرآت دل دشمن مین منہ دیکھو
تمھاری شکل مین یہ بھی کوئی اوسکا گمان ہوگا

نکلنا گھر سے کیا خود رفتگی بھی شاق ہے مجھکو
نہ منہ سے بات نکلیگی اگر میرا بیان ہوگا

مثال نقطہ پرکار مین اس دایرہ مین ہون
مری تقدیر کی گردش کا حلقہ آسمان ہوگا

وہ بنکے بخیہ مژگان لیلے پاؤن پکڑیگا
جو زیر پای مجنون میرا خار آشیان ہوگا

کھو دیتا ہے کچھ آب اسکو تیر کا پیکان
نہ پژمردہ کبھی کوئی گل رنگ کمان ہوگا

نئے نقشے بدلتی ہین مری بیتابیان ہر دم
نہین معلوم کس صورت سے وان اپنا بیان ہوگا

نگاہوں مین وہ تلملائیگی جتنی ہمکو الفت ہی
اگر میزان ملی اوسنے تو پورا امتحان ہوگا
رہیگی پھر نہ فرقت گر یہی قسمت کا چکر ہی
ہمیشہ حلقۂ آغوش مین اونکا مکان ہوگا
صبا کے ساتھ ہوگا وصل و ہجر اپنا بہار مین
گلوں سے گاہ نیچا گاہ اونچا آشیان ہوگا
ستم ای شاہ خوبان واجب التعظیم ہی تیرا
امید اوٹھیگی محفل سے اگر اوسکا بیان ہوگا

بلندی پائینگے دشمن سے ہم گلزار دنیا مین
نگاہ برق مین صابر ہمارا آشیان ہوگا

دلکو کچھ عشق مین لازم نہین حیران ہونا
پر مجھے چاہیئے تھا بزم مین بابان ہونا
چشم لذت چشش دیدار کو ہر جا ہی ظہور
عین بے پردگی ہی اسکا پنہان ہونا
رنج راحت ہی حسینونکے لیے عالم مین
زلف کے حسن مین داخل ہی پریشان ہونا
دیدۂ آبلہ پا سے وطن کے غم مین
ہوگیا فرض مجھے پاؤنسے گریان ہونا
ہای وہ وصل کی شب اپنی تمنا کا ہجوم
اونکا نا تجربہ کاری سے ہراسان ہونا
ہمکو کاہیدگی سے ربط حسینان ہی ہنوز
تھا مثال مہ نو شکل گریبان اپنا
نام وحشت کا کیا جامہ دری نے روشن
باعث نور ہوا شعلہ کا عریان اپنا
کیون بڑھی لاغری وحشت مین بگڑ جاتی ہی
دیدۂ حلقۂ زنجیر کی مژگان ہونا
ہی جزا ے غم الفت در مقصد کا حصول
جامۂ صبر مین پر شرط ہی دامان اپنا
ہی نمکسا دل صد ریش پہ تیغ غم عشق
زخم کیطرح مجھے چاہیئے خندان ہونا
اشک خشک لبنے ترا زرق ہون گر صابر ہی
مثل غربال مجھے جسم سے گریان ہونا

شکل آئینہ رہا ہٹتے ہی کچھ بھی نہ لگاؤ
چاہیے حاضر و غائب سے تجھے یکساں ہونا

شورش درد کا بھی لطف رہے زخم کی ستھ
ای دم تیغ لب تلخ نمکداں ہونا

پڑتے ہیں تشنگی غم سے ہزاروں کانٹے
کیا زباں کو مری منظور ہی سوہاں ہونا

ظلمت بیخودی میں گئی اپنی عزت
آبرو چاہتی ہی چشمۂ حیواں ہونا

دلّی ہوگی کسی عاشق کا مگر دل صابر
کہ اس آبادی کو لازم ہوا ویراں ہونا

انداز ہے کچھ ایسا رفتار نازنیں کا
لب پر صدای پا کے ہے شور آفریں کا

مدت ہوئی جو دیکھے مصحف رخ حسیں کا
کچھ یاد رہ گیا ہے مطلب کہیں کہیں کا

گر شوق ہے لبونکو مہر کے نگیں کا
یاقوت ہوئے جگر رنگ آب آتشیں کا

ابر مژہ نے کھولا حال اس دل حزیں کا
آنسو سخن ہے کلک اعجاز آفریں کا

ہر شعر ہے اوسکے تن میں تعریف سے مرکب
ابرو بھی یوں گویا ہے لفظ آفریں کا

وقت خرام پاؤں اوٹھتا ہے اس ادا سے
قدموں پہ لوٹتا ہے نور اوس رخ حسیں کا

ہے سست اعتقادی اتنی گراں تنونکی
ابنر سے ہے اوٹھانا مشکل ہمیں یقیں کا

جو دور تھا نظر سے دیکھا قریب اوسکو
دنیا کا حال مجھکو شیشہ ہے دوربیں کا

مٹنا صفا کا اونکو غصہ میں حسن ٹھہرا
جو بل ہے وہ ہے جوہر آئینۂ جبیں کا

گستاخیوں نے میری اچھی مصوری کی
نقشہ نیا بنایا اوس چشم شرمگیں کا

کجروی ہے شہادت اثبات راستی کا
کھدتا ہے حرف اولٹا ہر مہر کے نگیں کا

کس بے ادب سے شب کھنچی ہاتھ سے عطرسانی
دھبا ہوا ہے نکھو یہ دامن آستین کا

بات اپنی چل رہی ہی اسطرح اونکے گھر مین
اوڑتا ہی گفتگو کرد مین مطلب دہانِ نازنین کا

اوس گلبدن کے رخ سے دلبستگی ہی سبکو
ہر قطرۂ عرق ہی غنچہ دلِ حزین کا

نقشِ قدم بنایا افتادگی نے مجھکو
مین زندگی مین صابر پیوند ہون زمین کا

اس درجہ لاغر اپنا تنِ ناتوان ہوا
میرا ثبات پایہ کو اپنے گمان ہوا

دیکھو سبکروی کہ پھرے ہم جہان مین
مثلِ نظر کہین نہ قدم کا نشان ہوا

صابر نہین ہی سہل ہنر کا کچھ اکتساب
جب پیر مین ہوا ہون تو یہ فن جوان ہوا

ساقی کے ہاتھ مین نہین ساغر شراب کا
میخانے مین نزول ہی دو آفتاب کا

محتاج کب ہی نشۂ الفت شراب کا
روشن ہی بے فتیلہ چراغ آفتاب کا

گرمی نے غمی کی کام دیا ہی سحاب کا
سرسبز ہی شجر دسبوی شراب کا

غصہ چڑہا تو کانپتے ہو مہر کی طرح
نازک ہو بوجھ اوٹھہ نہین سکتا عتاب کا

حیرت بڑہا کے آئینہ رخ سے آپکے
پاتے ہین لطف دیدۂ بیدار خواب کا

اعدا کی کشت زار پہ برسیگا آب شور
ہی آب میری چشم سے زہرہ سحاب کا

روشن کرو ہمین اوس شب یلدائے زلف کو
روغن اگر ہو یاسمن ماہتاب کا

ہر دم مزاج کا ہی نیا رنگ آپکے
ڈھنگ ارتباط کا نہ ٹھکانا عتاب کا

الٰہی کرم سے فیض نہین ہیچ و پوچ کو
دریا مین واژگون ہی پیالہ حباب کا
بخشا ہی نور پاؤن نے اوس شہسوار کے
بے مردمک تھا ورنہ یہ دیدہ رکاب کا
انکارِ وصل یار سے سنتے ہی مر گیا
تھا مین نحیف پوچھ نہ اوٹھا جواب کا
لبریز مستیون سے ہی یون مغبچونکی چشم
جیسے چھلک رہا ہی پیالہ شراب کا
غصہ مین پڑ سکا نکوئی مونھہ پر آپ کے
کیا عالی حوصلہ نظر آیا نقاب کا
وہ تفتہ جان ہون رو دون جو دریا پہ بیٹھکر
ہو ماہیانِ بحر کا عالم کباب کا

صابر ہوئی ہی یار سے ان بن کچھ ان دنون
چہرہ اوتر رہا ہی نہایت جناب کا

چمکے جو حسن تیرے رخِ شعلہ تاب کا
نور انجمونکی طرح اوڑے آفتاب کا
اوس غنچہ لب پہ پگھلے اگر دل سحاب کا
باران کا قطرہ قطرہ ہو شیشہ گلاب کا
باران مین بھی رہا مرے گھر قحط آب کا
گھر پر مرے نہ پھٹا کوئی ٹکڑا سحاب کا
ہر شیخ کی نظر مین اثر موجِ آب کا
مثلِ حباب ٹوٹ گیا خم شراب کا
گردون سے بیوسیلہ نہ حاصل ہو آبرو
گوہر ہنو بغیرِ صدف قطرہ آب کا
وہ بدنصیب ہون جو لبون سے لگا دین
کردے دہن کو بند پیالہ شراب کا
بدلا ہی عکسِ رخ نے ترے آئینہ کا رنگ
ہر جوہر ایک پھول ہوا ہی گلاب کا
غم سے ہوا ہی حلقۂ گیسو کا مونھہ سفید
طوقِ گلو ہوا جو نہ اونکے شباب کا
اس ہجر مین ہی جامہ دری بھی پیامِ مرگ
جسم و لباس ایک تھا گویا حباب کا

دیکھا پگھلنا دل کا رخِ آتشین پہ آج آئینہ ہو گیا ہمین آنسو کباب کا
زاہد کا علم بے عملی سے ہوا خراب کھا جاتا ہے کتاب کو کیڑا کتاب کا
زاہد تمھارے تارِ نفس کا بنے جو دام کھیلین شکار ماہئ موجِ شراب کا
بے پردہ سیرِ عالمِ غفلت ہو نصیب رہتا ہے نشہ آنکھونمین نہان شراب کا
پیری مین جوشِ شیخ کے غصہ کا دیکھنا کف بنگیا دہانِ سبوی شراب کا
روکا رہِ سخن کو ہجومِ سوال نے مشکل ہوا ہے وقت پہ آنا جواب کا
گر آپ مجھمین ہون اور رہون باہر آپ سے ہر شبہہ اپنی ہوش پہ ہے بوی شراب کا
بارِ نظر اوٹھیگا کہان اشک سے جھپک ہر ذرہ چشم ہے تری گردِ نقاب کا
مجھکو یقین ہے کثرتِ اشکِ خمار سے آنکھونمین نشہ بھیگ کر آئے شراب کا
زو آسمان کی اہلِ صفا کو ہے جزوِ تن باران کا قطرہ زخم ہے نوردی آب کا
جتنا گرا مین اوس سے زیادہ روان ہوا **صابر** مین تارِ اشک ہون چشمِ پر آب کا

سایہ پڑا آپکے تفتہ تن و زار کا شعلہ کا سا شمع کے نقشہ بنا خار کا
لاغر ہے یہ جسم اس صیدِ دل افگار کا صیاد کو ہو گیا شک دام کے تار کا
سینہ مرا دیکھکر اوسکو حیا آتی ہے ہر دیدۂ نیم وا گل ترے ہار کا
گلشن مین ہے شور سا گویا کہ اک حشر کا سایہ پڑا نہر مین قدِ دل آزار کا
مین کافرِ عشق ہون خلقت مری عشق ہے تارِ نفس جسم مین رشتہ ہے زنار کا

وزن بحر بسیط سالم مستفعلن فاعلن چہار بار ۔

مشق صفا تھی جو چھپتا نہیں شوق میں دل پر مری شکست ہے اپنا نگار کا

یہ تن ہے گرم بعدِ مرگ بھی اس سوختہ تن کا کہ رشکِ سنگِ سرمہ ہو گیا ہر سنگ مدفن کا

عجب ہے نور دہقانِ سپہر کے رُوئے روشن کا کہ شایاں ہالۂ مہتاب ہے چکّر فلاخن کا

بُرا یا ہے مہ یاقوتِ حسنِ اُفقی گردون کا شفق آلودہ ہے گویا گریبان صبحِ روشن کا

بنایا تمکنت نے بعدِ مُردن جزو مدفن کا کہ ہے تارِ رگِ سنگِ لحد پوشاک ہی تن کا

نہیں جانے کا بعدِ مرگ بھی یہ دردِ زخم اپنا اگر دل کی طرف پھر جائیگا شورِ اہلِ شیون کا

تری مژگانِ برگشتہ نے چھیدا اس طرح دل کو کہ جیسے نقشِ پا ناسور ہو جاتا ہے سوزن کا

پس مُردہ ترا اندازِ شوخی جب بھی دیکھا ہے گماں ہوتا ہے تجھ پر اضطرابِ نبضِ دشمن کا

نحیفوں سے مدد لے ظالمِ کوتاہ قد ہر دم کہ بے رشتہ کبھی چلتے نہ دیکھا کارِ سوزن کا

ہے مجھ کو طرح وہ شعلۂ آواز سے میرے کہ تو ہے آہن اور رنگ نقرہ ہے ترے تن کا

مرے مرنے کا غم ہوگا جو پہنچیگا کان تک اوسکے الٰہی بھول جائے راہ کو شورِ اہلِ شیون کا

یہی سختی رہیگی گر نگاہِ قہر کی تیری گماں آئینہ پر ہوگا ہمیں غربالِ آہن کا

فراہم نقدِ حسرت تھا کیا وا یاس نے غارت مرا کاشانۂ دل ہے امانت خانہ رہزن کا

قیامت تک رہیگا نام صابرؔ شعر سے روشن
کبھو بجھتا اور تا ہو وہ سخن مصباحِ فن کا

رہیگا فیض جاری سیلِ گنجینہ تارک تن کا کہ جو شعلہ ہے وہ محتاج ہے امدادِ روغن کا

گلِ زخم اپنا شاید پھول ہے ریشۂ مدفن کا دہن رہتا ہے وا ہر وقت کیوں صراحی سوزن کا

ملا دی بعد مرنے حسن اپنی کبھی تن کا
بنے آتش میں شعلہ ہوگی گر ظرف روغن کا

گرانی ہے مجھی پر مجھکو میری سرکشی سے وہم
کیا رقت نے فوارہ مجھے انہار گلشن کا

نہیں غم کا نہو گر بے خاتم تیرے لئے گل
شباہت باغ میں انکو جما ہے رنگ سوسن

رکیں کب چلنے والے گر سہارا پائیں شیخ کے
سدا پانی پیا تھا تم پاؤں ہو جائے ہار روغن کا

لطافت طبع کی کیونکر اوٹھائے سختی دوران
ہوا پر تھم نہیں سکتا کبھی پتھر فلاخن کا

ترا حیرت زدہ تصویر گریبان کا بنا نقشہ
کہ رویا تھم تھم وہ اور نہ بھیگیگا تار دامن کا

یقین ہے دوسرا پردہ وہ تیرے دل کا ہو جائے
جو چلمن کی طرح میں چھوڑوں نقطۂ علیمن کا

مری افتادگی بھی رہنمائی ہے خرابی میں
مجھے صحرا نے سمجھا شکل جادہ چاک دامن کا

کئے ایجاد آئے ظلم کے روز ازل وش سے
جو دیکھا آتشیوں میں جشن اشتعال آہن کا

جلاتا ہے برستا ہے سحاب چشم جہان اوسکا
بنا سنگ یدہ مرسنگ گویا اپنے مدفن کا

درستی میری جانم کو ہوئی تکمیل کی لازم
گلاوجی لعل کا نقشہ تھا اس انگار تن کا

مری خفت سبب بخشش کا ہوا باعث ہمیشہ کو
اگر سنگ ترازو ہو کوئی سنگ اپنے مدفن کا

بیابان مرگ ہو ہے سودئے مردی کی آدم نشتر
اگر روشن کرے صد شعلۂ آواز شیون کا

کیا احوال اپنے آئینہ رویوں پہ نشتر کا
ہوا آئینہ سائی سے جو کاغذ سنگ مدفن کا

کیا تشخیص مثل دق گھٹنے کا مرض اوس کو
اطبا نے جو دیکھا اضطراب نبض دشمن کا

ہنسا وہ شکل میری دیکھ کر کیا جانے کیا دیکھا
دکھا کر ہاتھ کو دیکھا ہنر طفل برہمن کا

گری وہ شمع ہم سے ایسی کہ وہاں چشمہ ہوا جاری
ہوا جس گل زمین پر قصد ہم کو اپنے مسکن کا

وہ لاغر ہوں کہ سوئی بار او چلتا اور گرتا ہو
بلند اک دود جب ہوگا نہاں اپنے نشیمن کا

وہ مٹی مجھکو دینے میں نہیں قدر اوسکی بھی گویا
گرا جاتا سیا ہے دیکھنا اسوقت دشمن کا

بچانا ہیں سبھی مضمون بنی اپنی فکر عالی کو
مثال ماہ اونچا برق سے رکھنا ہے خرمن کا

مدد ملتی ہے اپنے سے جو فکر چارہ سازی کی
گرہ ہے سعی رشتہ میں اور سر چلتا ہے سوزن کا

خرابی کا سبب ہوگیا آبادی کی صابر
کہ رنگ ریختہ عالم سے ہے ڈالا رنگ مسکن کا

ظالم کو خدا نے نہ دیا ظرف حیا کا
دیکھو نہیں رکھتا ہے شکم جسم جفا کا

ظاہر نہیں ہوتا ہے دست اوج گرا کہ
خالق نے بنایا ہے سیہ پیہ ہما کا

قائم ہوئی اوس جو اوڑا ہے مرا خاکا
کیا تیری نظر نقش ہے تیری کف پا کا

اغلب ہے جو ہے طور یہی وس کی حیا کا
چہرے سے جدا عکس نہو حور لقا کا

قربت بھی حسینوں سے بڑہاتی ہے محبت
رنگ اوڑ کے پسینے سے کٹا رخ قبا کا

دنیا سے گیا جو گیا ہاتو نے مٹائے
کیا جانے کہاں اوڑ کے گیا رنگ حنا کا

مٹی جو ہماری اثر گریہ سے نم ہے
ہے حلقہ آغوش یہی موج صبا کا

رہتا ہوں حبابوں کی طرح بحر جہاں پر
رشتہ ہے تہی خانہ یہاں سیل فنا کا

کہتا دم گفتار وہ ہر بات میں چھو کر
چھپتا نہیں ہونٹوں پہ تری رنگ حنا کا

رخ پر ہے نقاب اور ادہر آتا ہے شب وصل
بجھتی شمع ہے شعلہ تری پاؤں کی صدا کا

الفت ہوئی کہنہ تو رہے ہم نہ مریضا
مین آج ہے جھون کا اثر ہو دوا کا

اے شیخ دکھانے کی عبادت ہے اک آزار
ہر دانہ ہے زخمی تری تسبیح ریا کا

آوازِ درستی نہ پڑے گوش تک آئی
یہ شور ہے دانۂ دل کی شکستونکی صدا کا

جبتک کہ ہے دم داغ جلدی بھی ہے روشن
اس شعلہ کو دامن ہوا فانوس ہوا کا

رنگ اپنا بدلتے نہیں اربابِ سعادت
دھونے سے نہ اوجلا ہو کبھی سایہ ہما کا

ماتم کیا امیدِ شبِ وصل نے اوس کا
مطلب جو ہوا فوت ترے بے سرو پا کا

ہے مجھ سے زمانی کو کجی بعدِ فنا بھی
ہے خاک پہ پیچیدہ نشان موجِ صبا کا

مین اوسکا ہون طالب جو کسی کا نہ ہو مخلوق
ہر جلوہ ہے بے ساختہ اوس ہوش ربا کا

سختی سے ملا کرتی ہین آرایش صابر
بے پیسے نہ ہاتون مین ہوا رنگ حنا کا

بسنتی ہے جو پیراہن کسی کا
تو شمعی کہربا ہے تن کسی کا

گٹا ہے رنگِ پیراہن کسی کا
پسینا ہوگیا آہن کسی کا

جو لوٹا ہمنے شب جوبن کسی کا
ہوا چین بر جبین دامن کسی کا

فقط مرتا ہون مین قاتل پہ جی سے
نہین پیارا کوئی دشمن کسی کا

کہو معدوم کا موجود احوال
جو ہو گویا لبِ مدفن کسی کا

بنا ہے شعلۂ جوالہ کاوا
کہ ہے برقِ جہان توسن کسی کا

حیا سے دل مین کیا گڑ گڑ گیا مین
جو اوس کوچے مین تھا مدفن کسی کا

پھری گا پھول گھر مین آئینے کے
کہ شعلہ ہے رخِ روشن کسی کا

گلائی تھامے رہتا ہے ہمیشہ
بڑا گستاخ ہے کنگن کسی کا

بتوں کے حسن کو بھی دیکھہ زاہد
یہ جلوہ ہے پسِ چلمن کسی کا

گلا کٹتا نہیں تیغِ نگہہ سے
کہ ہے لوٹا ہوا آہن کسی کا

مِسی پھیلی ہوئی وہ پونچھہ لینگے
بلا سے اونکی ہو دامن کسی کا

ہوا ہے ایک زیور دوسری زینت
مصفّا آئینہ ہے تن کسی کا

ہوا غصہ کسی کا زہر ہمکو
جبین کا بل ہوا ناگن کسی کا

سواری مین ہی جلوہ برق کا سا
نہ چمکے کس طرح توسن کسی کا

نہ اپنے حسن کی قدر اور نہ میری
خرابی ہو گیا بچپن کسی کا

رہی قائم نفس کی شعلہ باری
مری دم سے ہے گھر روشن کسی کا

ہمارے سو کہے کیا شعر صابر
ادا کب جس سے کہ ہو فن کسی کا

دلمین کیے تصرف نے دیکھا جو پاسبانکا
شمشیر کا ہی قبضہ قبضہ ہے ہر مکان کا

سوکھا یہ سوزِ غم سے تن پیرہن تو انکا
صوفِ قلم ہوا ہے مغز اوسکا استخوانکا

حیران ہون کہ ایسا کاہل ہوں مین کہانکا
نام آوری ہو اونکی ہمنام مرزبانکا

ای گردشِ مقدر ہم تیری حد کو دیکھیں
دم بھر بھی ٹھہر جائے گا پاؤن آسمانکا

وردِ زبانِ عالم ہے تذکرہ ہمارا
ہی اختلاف باعثِ افزائشِ بیانکا

باہم مصاحبت پر اغیار چڑھ گئے ہیں
پست و بلند انکو دکھلاوینگے زبانکا

بیدل ہمین اوٹھا کر محفل سے وہ یہ بولے
ہم میزبان ہین رکھین دل کیون نہ میہمانکا
ٹھنڈی ہلی تو اوسمین آواز خندہ آئی
زنجیر در بنا او زر لیکے زعفرانکا
بلبل کا خون رونا زینت ہوئی ہی گھر کی
انگشت ہی حنائی ہر خار آشیانکا
آنکھون مین ہی وہ رکھا او تیرہ بخت ہونی
اللہ ہی نگہبان چشمِ نگاہ بانکا
حجت ہماری ہر دم پیغام ہی اجل کا
جی چھٹ گیا نہ آخر اونکی مزاجدانکا
بجلی کے خارِ مژگان ہون جمع کیونکہ یاز
برسون سے دل مین نقشہ بنتا ہی آشیانکا

قطعہ

فرقت سے تنگ ہو کر کیا کیا نہ کوششین کین
تا لطف او سے وصالِ آئینہ طلعتانکا
لاکھون بنائین شکلین پر اک سے اک جدا تھی
گویا مین کارکن تھا صورتگرِ جہانکا
چپ چپ تھے رات سے وہ کی عرض مینے صاحب
آئینہ ہی یہ مطلع احوالِ خستہ جانکا

جسم نزار اپنا اک حرف ہی بیان کا
خاموشی آپ کی ہی منشا مرے نشانکا
ہمنے یہ بھید سمجھا ناقوس کی فغانکا
آواز بے سخن مین اک لطف ہی بیانکا
دھونی جو اوس کو آنسو چشمِ گہر فشانکا
غنچہ ہو یا چمن کا شعلہ مری فغانکا
اوکتا یا زندگی سے دمِ عیسیٰ نیم جانکا
وقفہ ہی ہر نفس مین اک عمر جاودانکا
پیدا کرے بگڑ کر خوبی شکستگی مین
گر مثلِ غنچہ سمجھے رنگ آپکی دہانکا
محشر مین لیکے جاتے ظالم کو برین ایذی
لازم تھا ایک ٹکڑا رکھ لیتے آسمانکا
جو نامہ بر گیا وان زندہ پھر نہ آیا
کیا زندگی کی حد ہی دروازہ اوس مکانکا

قسمت مین جو لکھا تھا سجدون نے لکھدیا
گویا جبین ہے میری دروان اوس مکان کا
وہ ظلم مبتذل تھی نظرون مین جو ہماری
بھاری ہے جو رکھا نام اون پہ امتحان کا
اس لاغری نے دو دنی کر دی ہی زیست میری
تارِ نفس کا عالم ہی تن مین استخوان کا
مثلِ صبا تھی اپنی موہوم استقامت
حرکت پہ ایک شی کی اثبات ہی نشان کا
آنکھون مین بنکے جالا چھپ جاؤن مین نظر سے
پردہ ہون عنکبوتی مین چشمِ پاسبان کا
بڑھتی ہے زردیِ رخ ڈرتا ہون مین کہ سایہ
اوجھے جو دم ہمارا اچھا ہو زعفران کا
کم گوئی پر ہے اونکی وعدہ خلافیِ لب
سو بار اونہین پلٹنا مشکل نہین زبان کا
اپنا تنِ خمیدہ گویا ہے نونِ تنوین
ہی نام ہی زبان پر اس لفظِ بی نشان کا
ہی نازکی کو اوس کی ہر قت پا مداری
ہی زخمِ صید گویا ہر گل تری کمان کا
گر نشہ مین نہ بکتی کم ظرف ٹھہر جاتے
دامانِ بیخودی مین ہمنے یہ عیب ڈھانکا
سنگِ ستم کی زد سے نیلا ہوا تن اپنا
شعلہ بھی لاجوردی ہوگا مری فغان کا
ہی کفر و دین مین فرقِ نطق و اشارہ گویا
ناقوس کی اذان مین کلمہ نہین قران کا
سرخی مین ہلکی ہلکی یہ خط نہین لبون پر
چین بر جبین ہی گویا عاشق سی رنگ پان کا
عالم سے اجنبیت ای آہ ہو گئی ہی
نادم ہوئی جو اولٹا ہمنے ورق جہان کا
پردی مین عاشقی کے چھپ جائے عیب اونکا
ہم شکل ہو ہمارا اگر رخ ترجمان کا
گھر کو مری بہا کر آنسو خضر بنینگے
رستہ یہین سے شاید نکلیگا لامکان کا
تارِ نفس ٹوٹے ہین مر جا تری گلی مین
کیا راستی مین ٹوٹا دم تیرے ناتوان کا

سنکر مری غزل کو کہتی ہے روحِ صائب
فکرِ بلند صابر دریا ہے آسمان کا

مین تجھسے ایک ہجر مین لیلی ادا ہوا
دودِ جگر مرا ترے رخ کی ضیا ہوا

رونیسے میرے حشر جہان مین بپا ہوا
تھا آنسوؤن مین شورِ قیامت گھلا ہوا

روزی رسان کو درد ہی دینا عطا ہوا
ہر زخم سینے کا دہنِ آسیا ہوا

غم سے ہے رنگِ عارضِ لیلی سیاہ پوش
مطلب ہمارا فوت جو اے دلربا ہوا

پستی سے طبعِ غیر اوبھری نہین کبھی
گویا زمینِ شعر مین ہے وہ گڑا ہوا

کانِ صفا کیا میرے سینے کو غیر نے
کیا تیرِ طعن سے ہے کلیجہ چھنا ہوا

چلتا نہین جو اون پہ بس اپنا یقین ہے
یا نازکی کا پاس ہے یا ہے تھکا ہوا

کچھ جھلملا رہا ہے چراغِ امیدِ زیست
رخ اوسکا ہے جو میری طرف سے پھرا ہوا

اتنا وہ بدگمان ہے تجھ سے خدا مین بھی
رکھتا ہے ایک ہاتھ تہِ بند ایک کھلا ہوا

کس پایۂ گمرہی کو مین آسمان پہنچ گیا
گمراہ خوب ہے جو کوئی رہنما ہوا

مرغی کو بھیجتے وہان اک شگونِ بد
ہر نامہ بر کا پہلے ہی سے جی چھٹا ہوا

یہ بدگمان ہو کہتا ہے دیکھا جو تیرا دل
دو چار جا ٹپکا ہے یہ گوہر بکا ہوا

خوبی سے کثرتِ گرہِ یادِ عاشقان
گوہر کی سلک آپکا بندِ قبا ہوا

یہ نازکی یہ بار وہ آئین تو کیونکر آئین
صابر مرا خیال ہے اون مین لگا ہوا

بس مع ہٹا جو جسے تو گھر کا پتا ہوا
اک تار برق کی ہے چمک کا بندھا ہوا

مثل صبا نہ مین کبھی جلوہ نما ہوا
رفتار مین رہا تن لاغر چھپا ہوا

جب ہو چکے ستم تو زیادہ مزا ہوا
قند مکرر آپ کا تیر جفا ہوا

پاؤن رہا تلاش کی حد سے بڑھا ہوا
پہنچا کہان دماغ ہمارا چلا ہوا

پیٹی ہے فرد اہل نظر کے حساب کی
پردہ ہے اسطرح ترے در کا بندھا ہوا

روگ اپنی جان کا مجھے سمجھے ہوئے ہین غیر
بگڑی ہوئی ہے تیری گلی کی ہوا ہوا

روشن ہوئی نہ تم سے شب تیرگیِ بخت
چشم غزال شعلۂ آواز پا ہوا

مجھ پر پڑی نحوست طالع کی کیا نظر
رہتا ہون اپنے دلکے دھوئین مین چھپا ہوا

خود گم ہوئے جو ہم تو یہ پوچھین کہان گئے
انسان کوئی ملے جو دوبارا جیا ہوا

دن ہجر کے کٹے ہین بری طرح جھوٹ سے
دیکھا نہ کوئی دن کسی جا سے کٹا ہوا

رستے ہماری گرم روی نے کیے خراب
کوسون تلک ہے وادی غربت جلا ہوا

غصے ہوئے تو آپ کی خلقت بگڑ گئی
ہر وقت دیکھتا ہون کہ مونھ ہے بنا ہوا

غفلت شعار ہونا وہ بہانا ضرور تھا
نام ان تیونکی کم نگہی کا حیا ہوا

کیا جسم پھر بنے گا کسی بیقرار کا
جاتا ہے کیون غبار ہمارا اڑا ہوا

زندان مین بھی ضرور شراکت ہمارے ساتھ
ہے آپکا خیال ہمارا بندھا ہوا

کس طرح آئے لطف نظارہ یہان تلک
ہے طالبان دید سے رستہ رکا ہوا

ہے حسن ذات و خوبی لاحق مین ایک فرق
بو اڑ گئی یہ رنگ نہ گل سے جدا ہوا

تھی گرمیِ قبول کی کثرت ہماری خو
بجلی گری بلند جو دستِ دعا ہوا
نکلی دلوں سے سوزنِ اندوہ کیسے جب
ہر سنگ اپنی قبر کا آہن ربا ہوا
قابو میں دل رہا نہ ہمارے یقین ہے
قابو کوی خدنگِ عدو تھا خطا ہوا
تھی حسرتِ اثر کی تمنا دمِ قبول
پھندا زبان کو سرِ عین دعا ہوا
دکھلا رہے ہیں صبح سے شانہ اونکے
دن کی طرح ہے سر سے دوپٹا ڈھلا ہوا
رخ اونکا ہر اصول سے پورا ہے حسن میں
سانچے میں دن کبھی نہیں دیکھا ڈھلا ہوا
دن لگ گئے مری شبِ بختِ سیاہ کو
وہ مہرِ رخ دنونکی طرح ہے پھرا ہوا
ذلت بقدرِ مرتبہ ہوتی ہے عشق میں
ہے عطرِ حسن میں اونکا دوپٹا بسا ہوا
ہم اپنی حدِ عمر سے آگے نہ بڑھ سکے
بس عرصۂ حیات ہمارا پٹا ہوا

صابر ہم اوٹھ کے دشتِ تحیر میں جا رہے
اپنے سے جب جہان کو دیکھا پھرا ہوا

شعلۂ حسن اونکا بڑھ بڑھ کر نہاں ہو جائیگا
سبزۂ خط جاکے چہرے پر دھواں ہو جائیگا
خانۂ زندان جاجِ آسمان ہو جائیگا
جم کے نیلم کا نگین دودِ فغان ہو جائیگا
گر غبارِ دل بلند اے جانِ جان ہو جائیگا
آپ تو اپنی نگاہونسے نہان ہو جائیگا
سوزِ دل سے سینہ روشن ہے مگر یہ خوف ہے
نورِ شمعِ زندگانی کا دھوان ہو جائیگا
نقل کرتا ہے ہماری دشتِ وحشت راتدن
دیکھنا اکدن ہمارا ہمزبان ہو جائیگا
روز بڑھتا ہے عدو سے بے حجابی کا خیال
وہ ہی پردہ اونکے میرے درمیان ہو جائیگا

گرمی بیمار ونکا زور اور نرمیِ تن کا ہجوم
پنبۂ منقوش اک اک استخوان ہو جائیگا

میکشوں نے اسقدر سختی نکالی محتسب
دل ترا سنگِ درِ پیرِ مغان ہو جائیگا

غیر کے دل کی کدورت بڑھ گئی حد سے سوا
مثلِ اخگر زیرِ خاکستر نہان ہو جائیگا

رخ بہت نازک ہے وہ کیونکر بلائیں لیجیے
اونگلیوں کے خط کے حلقونکا نشان ہو جائیگا

دم بدم ہوتی ہے ای صابر نظر اپنی بلند
شیشۂ عینک زجاجِ آسمان ہو جائیگا

ردیف بای موحدہ

جو ارجمند ہے وہ کامیاب ہے تہِ آب
صدف کے بطن میں جو خوش آب ہے گہر تہِ آب

نکلتی آب ہے بہرے کی اتنی چھن چھن کر
مدام یار کے رخ پر نقاب ہے تہِ آب

تمہاری چاہِ ذقن میں ہے میرا دل ڈوبا
عجب تماشا ہے دیکھو حباب ہے تہِ آب

کھڑی ہیں لبِ دریا کیوں نظارہ دو چشم
کہ اوج عکس سے اک ماہتاب ہے تہِ آب

تمہارا ابروی پرخم ہے چشمِ گریان مین
سوائے اسکے کہاں موج آب ہے تہِ آب

غریقِ بحرِ الم غش نہیں پڑا تیرا
یہ بادہ خوار کوئی مستِ خواب ہے تہِ آب

ہماری چشم مین اوس گل کا دیکھکر مت
کہوگے تم یہ نخلِ گلاب ہے تہِ آب

تری جو بازوؤں کی مچھلیوں کو دیکھا ہے
تو مچھلیوں کو بہت اضطراب ہے تہِ آب

نہ لافِ خوبیِ اندام کر لبِ دریا
کہ تیرا عکس ہی تیرا جواب ہے تہِ آب

کسی کی چاہ مین رہتا ہے یہ سدا صابر

غزل ق کیون دل پر اضطراب ردیفہ آب

ہوا داغ دل سوزان مہ پرنور آفتاب
جس سے ڈر کر بھاگتا ہے دور سے آفتاب

فائدہ کرتا نہین کچھ ہمنشینونکا کمال
پاس عیسی کے حرارت سے ہے رنجور آفتاب

کسقدر بے شرمی کی ہے اسمین عیب نام خدا
بنگئی گویا تمہاری چشم مخمور آفتاب

یا سیہ چادر محرم مین ہے اوڑھی آپنے
یا ہوا ہے پردہ شب مین یہ مستور آفتاب

چاندنی چھٹکی ہوئی ہے آب آتش رنگ لا
آج تو شب کو نکالا ہے غیرت حور آفتاب

ہے بعینہ ویسا ہی دست حنائی آپکا
آتش جالکردہ سے جیسے ہے معمور آفتاب

بیج کرتا ہے مجھے فرقت مین ہر تار شعاع
سیکڑون باندہے ہوئے گویا ہے ساطور آفتاب

ق

داغ سجدہ مہر ہوگا حشر مین گر شیخ جی
ہوگئے لے کر خوب پیشانی پہ مہر و آفتاب

منصفی کیجے کہ اوٹھین گے تمھین کیا کھینچ کر
ہوگا ای قبلہ جو زیب ہے پرنور آفتاب

گرم گرم اشعار کچھ ایسے سنا صابر ہمین
سامنے ہو جائے جنکے قرص کافور آفتاب

آپسا رکھتا کہان ہے روئے پرنور آفتاب
اپنے نزدیک آپکو کھینچا کرے دور آفتاب

جائے بیزاری ہے دنیا اسلیے رکھتا ہے پشت
منھہ نہ پھیریگا ادھر کو تا مقدور آفتاب

چارہ سوزش ترا ہوگا ہماری آہ سے
رنگ ہوتا ہے ترے چہرے کا کافور آفتاب

کچھہ نظر آتا نہین مجکو فراق یار مین
میری آنکھونکی سیاہی مین ہے مستور آفتاب

جمع کر سامان غفلت تا میسر ہو فروغ
می کے بننے سے ہوا مشہور انگور آفتاب

کسقدر شامِ شبِ فرقت مین گھبراتی ہی جی
کیا کھلاتا ہی شفق کا مجھکو سیندور آفتاب

گر صفا حاصل کرے دلمین جلوہ گر ہوجائی یار
آپ مین موجود ہی گو اوس سے ہی دور آفتاب

کسقدر چہرہ مین گرمی ہی تری زہرہ جبین
ہوگیا ہی قشقہ بینی سے سیندور آفتاب

ن سے ہو جس طرح کی نسبت میسر ہو فروغ
ہی ہمارے داغ سوز انکا ہی انکو آفتاب

شک وعدہ بھی تمھارا مکر سے خالی نہیں
جانتے ہو ہی ہمارا رہٹے پر نور آفتاب

رو رسا تھا اپنے لیے پھرتا ہی جاروب شعاع
تیرا کوچہ جھاڑنے کو غیرتِ حور آفتاب

اسکو جب دیکھا تو جلتا ہی نظر آیا ہمین
ہی کسی تفتہ جگر کے دل کا ناسور آفتاب

ق
تابشِ رخ ہی حصارِ چشمِ بدبین آپ کو
جس طرح ہی نور کے پردے مین مستور آفتاب

تفتہ جانونکو ہمیشہ تفتہ جانونکا ہی پاس
چارہ میری زخم کا رکھتا ہی منظور آفتاب

مشک بھرتا ہی اگر اسمین سوادِ شامِ ہجر
صبح کا آکر لگا دیتا ہی کافور آفتاب

صابر ارباب کرم کو ہی برابر قرب و بعد
ماہ کو دیتا ہی اتنے فرق پر نور آفتاب

ہی فقط دنیای دون صحرای خواب
دیکھ اے غافل نہ ہو جویای خواب

مجھکو ہی اک جنبشِ دامن کی یاد
کیون نہ آنکھونسے مری اوڑ جائی خواب

یاد تھی رفتارِ ساقی کی مجھے
کیون نہ رہتا لغزشونمین پای خواب

چشم می افیون خال و بنگ خط
سب مہیا ہین وہان اشیای خواب

کیون نہ آنکھونمین جہان اندھیر ہو
جای آنکھونمین تمھاری پای خواب

زخم کھا کر کس مزے سے سوئے ہم — تیغ تھی یا جادۂ صحرائے خواب
کیون شبِ فرقت مین یان آتا نہین — کور ہی کیا دیدۂ بینائے خواب
ہین شرر آمیز آنسو چشم مین — کیون نہ آنکھومین مری جل جائے خواب
سوزشِ داغ جدائے کا علاج — ہی سوادِ گیسوئے لیلائے خواب

وہ غزل لکھ تو کہ سنکر ہوش جائین
جوش زن صابرؔ ہو اک دریائے خواب

ہجر مین یون آنکھ سے اوڑ جائے خواب — یا الٰہی موت آئے جائے خواب
سر سدا رکھتا ہی زیرِ پائے خواب — طالعِ خوابیدہ ہی شیدائے خواب
ساکنِ غفلت سرائے دہر ہین — گردبادِ دامنِ صحرائے خواب
خواب مین رویا تھا بستر بہگیا — چشم ہے گویا مری دریائے خواب
ڈوری ہین اوس چشمِ مستِ خواب کے — جوہرِ آئینۂ سیمائے خواب
بند کرنے سے تری آنکھین سیہ ہین — غنچہ ہائے نرگسِ شہلائے خواب
یاد ہی مہرِ رخِ دلدار کی — دھوپ مین کس طرح مجھکو آئے خواب
تمکو ہر دم دیکھتا ہون خواب مین — روزِ روشن ہی شبِ یلدائے خواب
کیون کھٹکتا ہی یہان آتے ہوئے — کیا مری مژگان ہین خارِ پائے خواب
وائے حسرت مرکے یہ عقدہ کھلا — زندگی بھر عمر نے دکھلائے خواب
تیرہ باطن ہین خدا کو بھی غضب — خلق کی آنکھون مین دی ہی خواب

کیا نظر آئے شب بار ریاب مین
اک سیہ خیمہ مین ہی کیلا خواب
کیون نہ غافل ہو کہ ہے تیری نظر
رشتۂ شیرازۂ اجزائے خواب

مجکو صابر چاہیئے کچھ بیخودی
یا غش آئے یا اجل یا نیند خواب

گئی نہ بعدِ فنا ہمکو جستجوی شراب
کہ رُوح میکدہ مین ہے برنگِ بوئے شراب
یہ آرزو ہی بجائے بہشت بعدِ وصال
رہون دلونمین خدا سبکے آرزوئے شراب
گرا جو قطرۂ مے ساتھ گر پڑے آنسو
مدام قدرِ نظر ہے در جو آبروئے شراب
تمام مغبچے غلمان ہین حور ساقی ہے
بہشت ہے کہ جو ہو میکدہ مین جوئے شراب
شراب سلے بھی توڑونگا مین بھی توبہ کو
جو توڑا محتسبِ شہر نے سبوئے شراب
گری ہی جاتی ہین آنکھین شراب مین ساقی
سمجھ تو چشم کو میری حبابِ جوئے شراب
دہانِ گور مہکتا رہا قیامت تک
زبس رچی تھی میرے تن بدن مین بوئے شراب
ہمین وہ بعد فنا فاتحہ سے بہتر ہے
کرین جو قبر پہ کچھ رند گفتگوئے شراب
نہ تنگ ظرف ہون مین نے بخیل ہو ساقی
پلا دے آج پیالے پہ کئی سبوئے شراب
مثال جام بعبارت رہے نہ آنکھونمین
جو دیکھی چشمِ حقارت سے شیخ سوئے شراب
ہو آفتاب کا ابرِ تنک مین جیسے ظہور
عیان ہے شیشہ سے اوس عارضِ نکو سے شراب
پری ہے حور ہے غلمان ہے جان ہے دل ہے
عکس ہماری نظر سے تو دیکھ سوئے شراب

شرابِ عشقِ الٰہی مراد ہے صابر

نہ عشق ساقی کی ہوش نہ آرزوے شراب

کچھ مرے منہ سے بھی سُنا صاحب   یا یونہیں ہو گئے خفا صاحب
کبھی سیدھی طرح سے بات کی   تم بھی کتنے ہو کج ادا صاحب
میرے مردے سے بدگمانی ہے   وہم کی کچھ نہیں دوا صاحب
تم چلے میری جان مرتا ہوں   بخش جاؤ کہا سُنا صاحب
کچھ تو چارہ کرو مرے عشق کا   اپنے دامن کی دو ہوا صاحب
پارۂ زخم دردمندان ہے   آپکی زلفِ مشک سا صاحب
کیونکہ چھوڑوں بتونکو میں زاہد   آپ کہیے خدا خدا صاحب
مٹ گئے مثلِ لفظِ بے معنی   یہ بھی قسمت کا تھا لکھا صاحب
گرمجوشی جو اُنسے کرتا ہوں   کہتے ہیں کیا ہے یہ ہوا صاحب
نہ دیا بوسہ لبِ جان بخش   کس مرض کی ہو تم دوا صاحب

حال دل کس سے ہم کہیں کہ نہیں
صابر درد آشنا صاحب

کھینچینگے ہم کہ بچکے وہ جاتا کہاں ہے اب   نالوں نے اوسکا سر پہ اوٹھایا مکان ہے اب
آیا پیامبر جو وہاں سے یہاں ہے اب   گویا پیمبر اوسکے مرے درمیان ہے اب
مجھسے ہوا اتفاق تمہارا خدا کی شان   اک حسنِ اتفاق یہ اسے مہمان ہے اب
ظالم کو چاہیے کہ جہان میں فروتنی   خوبی خمیدگی میں مثال کمان ہے اب

کہتا ہی مرغِ روح مرے جسمِ زرد مین
اس کشتِ زعفران مین مرا آشیان ہی اب
دیگا ہماری خون کی شہادت یہ خشمین
خنجر بنا جو آپ کا شکلِ زبان ہے اب
سچ ہی دروغگو کو نہ ہو حافظہ کبھی
اے نامہ بر بنا ترا ہر دم بیان ہی اب
ق
مے خوار کو معاف ہی ای محتسب نماز
ناحق بنا تو دشمنِ پیرِ مغان ہی اب
قرآن مین دیکھ آیہ لاتقربوا الصلوٰۃ
حکمِ نماز نشہ مین آیا کہان ہی اب
پھر اس زمینِ مردہ مین صابرؔ تو جان ڈال
خاموش تجھسا شاعرِ معجز بیان ہی اب
بیزار کون کون ہے ہمسے وہان ہی اب
زنجیرِ در ہلی تو وہ کرتی فغان ہی اب
لب تشنگی کا میری جو کرتی بیان ہی اب
باہر دہن سی میرے قلم کی زبان ہی اب
تو سنگدل ہی اور ترے دل مین گھر کیا
کشتی مری پہاڑ پہ گویا روان ہی اب
شرمِ گنہ سی حشر مین یہ آب آب ہون
اک تارِ خشک میرا تنِ ناتوان ہی اب
تیری صفائے جسم سے ای رشکِ آئینہ
جو کچھ ہی تیری دل مین وہ مجھپر عیان ہی اب
کیا دیکھون اپنی شکل کو اس جسم کے سبب
مٹی کے ڈھیر مین مری خوبی نہان ہی اب
ناطاقتی نے مرگ کا قصہ چکا دیا
جانیکی جانِ زار مین طاقت کہان ہی اب
پہلے دکھاؤنگا تری تصویر حشر مین
منظور منتقم کا مجھے امتحان ہی اب
اولٹا ہماری آہِ فلک تاز نے جہان
ہر جا نئی زمین نیا آسمان ہی اب
ہین رہ روانِ راہِ عدم دانے سبحہ کے
ہر وقت ایک ایک کے پیچھے روان ہی اب

حیرت سے ہی تری آنکھ پھری ہے کس طرح
پھرنے کی اس مریض پہ طاقت کہان ہے آپ

رنگِ دوئی کو دل کی صفا نے مٹا دیا
وہ آئینہ ہون عکس بھی جسکو گران ہے آپ

شہرہ سنا تھا حضرتِ صابر کے ضعف کا
دیکھا تو اونکی جائے نشان ہے نہ فغان ہے آپ

ردیف بائے فارسی

انجان کیا عجب کہ بنے میری جان آپ
بھولا ہے اپنی شکل کو یہ ناتوان آپ

ٹھہرے نہ شوخیون سے کہین مہربان آپ
ہین میرے اضطراب کا گویا بیان آپ

بیٹھے ہو میرے پاس پہ کچھ آپ مین نہین
دشمن کے دھیان مین ہین گئے مہربان آپ

دیتے نہ نشاط کی جا زہرِ غم مجھے
بزمِ ازل مین ہوتے اگر میزبان آپ

کہتے ہو تمسے دیتے ہین ہم ہزار جان
دو چار کا کبھی تو کرین امتحان آپ

اس موت پر نثار کہ یہ دن ہوا نصیب
رو رو کے کر رہی ہین ہمارا بیان آپ

مین مثلِ سایہ آپ کے قدمون کے ساتھ ہون
بدلینگے میرے واسطے کبتک مکان آپ

کہ لافِ دوستی کبھی اظہارِ دشمنی
رکھتے ہین کیا زبان کے نیچے زبان آپ

کس کس سے آشیان کو بچائین ہم اے خدا
صیاد آپ گھات مین ہے باغبان آپ

سیلِ فنا مین ڈوب گیا تم سے چھوٹ کر
کیا زورقِ حباب کے تھے بادبان آپ

صابر سے ہی یہ بات نکرنیکو عذر خوب
کرتے ہین لال اپنی زبان کھا کے پان آپ

یونہی ہر وقت اگر غیر کے گھر جائینگے آپ
بخدا دل سے زمانے کے اُتر جائینگے آپ

دادخواہی سے قیامت مین اگر کچھ ہوگا
مین تو پہلے ہی سمجھتا تھا مکر جائینگے آپ

رقصِ بسمل کے تماشے کو نہ ٹھہرے قاتل
کہ ابھی طفل ہین تڑپونگا تو ڈر جائینگے آپ

خبرِ مرگ عدو کہکے ہوئے ہم نادم
کیا خبر تھی کہ وہ لینے کو خبر جائینگے آپ

جب کہا کیجے گذر راہِ وفا مین تو بولے
اسی ارمان مین دنیا سے گذر جائینگے آپ

ق
دمِ رخصت مین جو کہتا ہون یہ اکثر صاحب
ہوگا احسان مجھے قتل جو کر جائینگے آپ

تو وہ کہتے ہین کہ رسوا ہی بدنام ہون مین
آپ رو رو کے مرے [illegible] جائینگے آپ

دھوپ مین ہمکو بٹھائینگے ضرور اے صابر
یونہی محشر مین جو با دامنِ تر جائینگے آپ

ردیف تائی مثناۃ

کیونکر ہے کہ ٹھہری ہے یہ وضعِ خوئے دوست
محسن ہین حسود نواز و عدوئے دوست

محنت نہ ہو تو دے نہ مزہ جستجوئے دوست
ہم کو جدا رکھے سمجھے ہین کوبکوئے دوست

قاصد بھی ہمزبان نہ ملا اسکا حیف ہے
اچھی طرح نہ سمجھی گئی گفتگوئے دوست

کیا دل کی جنبشون سے دھڑکتا ہے دل مرا
زخمون پہ کچھ کھٹکتے ہین جو بآرزوئے دوست

اللہ رے شوق دانۂ تسبیح کی طرح
پوشیدہ دل ہین کہتے ہین ہم راہ کوئے دوست

دشمن کو آبِ تیغ نہ دو اسکا حق نہین
سمجھو کہ اسمین کٹتا ہے ناحق گلوئے دوست

بیتاب وہ چشمِ حسرتِ دیدارِ شوق مین
گر ہم نکالتے شہرِ بسا کے کوئے دوست

ڈرتا ہوں شورِ تلخی کی تاثیر سے مدام
مینائے دل میں ہے جو مئے آرزوئے دوست

لوحِ مزار بھی جو بنی ہو تو خوب ہے
کندہ نگینِ دل پہ ہے نامِ نکوئے دوست

ہم بے نصیب خاک سنیں وعدۂ وصال
کھوتا ہے ہوش کو مزہ گفتگوئے دوست

جب تشنہ لب ہوا میں تو کہتا ہوں نیک سے
دشمن کو آبِ تیغ ہوئی آبروئے دوست

ہم آتشِ الم سے جو برباد ہو گئے
وہ خوش ہوئے کہ خاک ہوئی آبروئے دوست

صابر کہو پھر ایسی غزل عاشقانہ تم
جسکے کہ حرف حرف سے آتی ہو بوئے دوست

جاتی نگاہ بھیگ کے اشکوں میں ہے دوست
پژمردہ تا نہ ہو گلِ روئے نکوئے دوست

کہہ دوست تھا عدو کا وہ اور کہہ عدوئے دوست
کھنچے نہ کیونکر بھی کوئی تصویرِ روئے دوست

افشائے راز ہوتا ہے پہلے بیان سے
غماز ہو گئی ہے صفائی گلوئے دوست

ناطاقتی سے جان نہ تن سے نکل سکی
مجھکو ہوئی حیاتِ ابد آرزوئے دوست

بل آ گیا مزاج میں اک امرِ سہل پر
موئے میان دوست سے نازک ہے خوئے دوست

دیدار کیا نصیب ہو نفرت تو دیکھیے
آنکھوں میں بھی نہ اوڑ کے پڑی خاکِ کوئے دوست

دشمن سے دل نے راہ نکالی ہے آجکل
شاید گئی ہے راہ یہیں سے کوئے دوست

دونی ہوئی ہے مجھکو کدورت رقیب سے
جسدن سے دل میں خاک ہوئی آرزوئے دوست

وحشت میں ہم بھٹک کے گئے دشت میں تو جا
سب اپنی انگلیاں اوٹھانے لگے سوئے کوئے دوست

اوٹھ بیٹھے شام سے رہی تا صبح کسقدر
تعزیرِ جرمِ عشق ہوئی آرزوئے دوست

یہ برق افگنی ہی کہ مثلِ خبر بہیان
تارِ نفس کے دوش پہ آتی ہی بوی دوست

کہتا ہی کچھ بہک کے نکلتا ہی مُنہ سی کچھ
ہی بیقرار میری طرح گفتگوی دوست

کی جذبِ شوق نی نہ تصوّر مین بھی کشش
ڈر ہی پلٹ نہ جای نزاکت سی خوی دوست

خارِ دلِ رقیب کی اتنی ہین کثرتین
مسدود ہو گئی ہی رہِ جستجوی دوست

یک چشمی کھچتی ہے مری تصویر رشک سی
تا دیکھون اک نظر سے زیادہ نہ سوی دوست

ہی دشمنونکی تشنہ لبی پر نگاہِ لطف
یارب کہین سبیل نہ ہو آبروی دوست

مین تجکو چاہ کرکے چاہون تری سوا
ای دوست کب رفیق نہیگا عدوی دوست

لیلی کا نام آج سے یوہی رکھیگا قیس
مہتاب مُنہ پہ چھوڑتا ہی مہر روی دوست

غصہ سا غصہ آتا ہی صابر خضاب کو
پیجی کبھی بقیہ آبِ وضوی دوست

تھی دم سے مرے رونقِ بازارِ محبت
اب کون ہی دنیا مین طلبگارِ محبت

صحت ہی مجھی کثرتِ آزارِ محبت
یارب رہی دل مین خلشِ خارِ محبت

حیران یہ کیا ہی غمِ الفت نے بتو نکلے
گویا ہون مین اک صورتِ دیوارِ محبت

کچھ زلف و خط و خال کی خوبی سی نہین کام
پھنستا نہین قبضے مین گرفتارِ محبت

ای شمع جو اٹھتا ہی تری سر سی یہ شعلہ
ہی تجکو یہ اک طرّہ زرتارِ محبت

پروانے سے یہ عقدہ کھلا بزمِ جہان مین
ہی سوختنی ایک گرفتارِ محبت

کیونکر نہ جلائے دلِ عاشق کہ تمھارا
ہی حسنِ جہان سوز مددگارِ محبت

ہر قطرۂ خون برقِ جہان سوز ہی اوسکا
ہر زخمِ جگر دیدۂ خونبارِ محبت

گر باز مجھین سمیٹنی پہ ہی تو یہان بھی
ہر داغِ غمِ عشق ہی دینارِ محبت

سر کار مین رکھتا ہون تری تیغِ جفا کے
لاتا ہون بجا خدمتِ سرکارِ محبت

اس بوجھ سے کانون پہ فرشتون نے رکھے ہاتھ
اوٹھا تو بشر ہی سے اوٹھا بارِ محبت

سر کیونکہ اوٹھے پائے صنم پر سے ہمارا
گردن مین تو ہی طوقِ گرانبارِ محبت

بازارِ جہان مین ہی بہت جنس یہ نایاب
پھرتا ہی سدا خوار خریدارِ محبت

ہی ضعف مین گریہ بھی عجب شی کہ نہان ہون
ہین تارِ رگِ ابر گہربارِ محبت

پُر ہی صدفِ چشم دُرِ اشک سی اپنے
دُربار ہی نیسانِ گہربارِ محبت

جوہر مرا عریانی ہی شمشیر کے مانند
زیبا ہی مجھے خلعتِ دربارِ محبت

کہتے ہو بہت صاف ہی مرآتِ دل اپنا
اللہ لگا دے اِسے زنگارِ محبت

کیا عرضِ تمنا ہو کہ ظالم تری نخوت
عاشق کو ہی قفلِ لبِ اظہارِ محبت

صابر غزلِ تازہ سے تسکین دہِ دل ہو
واللہ ہمین بھاتے ہین اذکارِ محبت

خود رفتہ رہی کیون نہ گرفتارِ محبت
ہشیار نہین قابلِ دربارِ محبت

یارب سببِ مرگ ہو آزارِ محبت
آزارِ محبت سے ہو تیمارِ محبت

دل نبجو ملا یہان کا ہر اک سنگ تو ہمکو
خالی ہی پڑا دامنِ کہسارِ محبت

کیا صید بنے گا یہ کسی بازِ نگہ کا
اوڑتا ہی جو رنگِ رخِ بیمارِ محبت

دربان ہی مری بلبلِ دل کے لیے عشق کا
ای گُل اُسے جھل دامنِ گلزارِ محبت

دل تنگ ہی فرقت مین نسیمِ سحری سے
کھِلتا ہی نہین غنچۂ گلزارِ محبت

ہی بلہ فریبی مین ترا ناز وہ کامل
زاہد سے بھی ہوتا نہین انکارِ محبت

ابرو ہی ترا جوہرِ اُلفت سے معرّا
یہ تیغ نہین قابلِ غمخوارِ محبت

افتادگی لکھی ہی مقدر مین تو یارب
تو مجھکو بنا سایۂ دیوارِ محبت

موئے مژہ سے جو جی مین ہی بناؤن
جاروبِ درِ خانۂ خمارِ محبت

دیتی نہین اُس لب کو حیا رخصتِ جنبش
یاد آتی ہی بھولے سے جو گفتارِ محبت

ناطاقتی نے رتبہ دیا بوالہوسی کا
لب ہل نہین سکتے پئے اظہارِ محبت

مجنون کو ملا مشغلۂ دشت نوردی
دیوانہ نہ تھا قابلِ دربارِ محبت

کس نرگسِ میخوار کی مژگان یہ بنے گا
کانٹا جو ہوا سوکھ کے غمخوارِ محبت

ہر بات مین سو رنگ سے حسرت کی جھلک ہی
ہی وضع سے ظاہر مری آثارِ محبت

کم ظرف کو ملتا نہین اک جام یہان سے
بھاتی ہی مجھے قسمتِ خمارِ محبت

کیا بزمِ تصور مین ہی ساقی کی چھلکتین
آنکھین ہین مری ساغرِ سرشارِ محبت

اللہ وسی بخشی کہ عجب شخص تھا وہ بھی
جسنے یہ ایجاد کیا کارِ محبت

ٹھہری نہ کوئی بات دلِ صاف پہ تیرے
حیرت ہی بجا کیونکہ یہ انکارِ محبت

شکوہ تمھین لازم نہین معشوق کا صابر
وہ بات کرو ہو جو سزاوارِ محبت

جب سے ہی حسرتِ موئے کمرِ یار بہت
حسنِ اندام پہ ٹھرا کہ رہون زار بہت

کیا اوجھا کسی گیسو سے مثالِ شانہ
اپنے خود حال مین رہتا ہون گرفتار بہت

عرق آ جاتا ہی گرمی سے نظر کی رخ پہ
دیکھنا اتنو ہوا ہی تجھے دشوار بہت

ڈرتے ڈرتے ہوئے وابستۂ گیسو لاکھون
رفتہ رفتہ ہوئے وارفتۂ رفتار بہت

کچھ نہ کچھ بھید ہی اسمین ستم آثار ضرور
گھر مین رہتا ہی ترا سایۂ دیوار بہت

سنگ برسائین نہ کس طرح سے اطفال جہان
نخلِ وحشت مین لگی ایکہی برس بار بہت

اوسمین کیا بات ہی یارب کہ ہوا جاتا ہون
اُس سے بہتر ہین زمانے مین طرحدار بہت

کیا غصہ ہو مجھے دیکھ کے ہنس دیتے ہین
انھین باتون پہ تو آتا ہی مجھے پیار بہت

ق

عشق گو رنج ہی پر حسن سے راحت کیا ہی
دیکھ ظالم ہی پریشان تری گفتار بہت

رخ کو گرمی ہی تری چشم ہی بیمار مُدام
زلفِ آشفتہ دہن تنگ کمر زار بہت

اک غزل اور بھی دلچسپ سنادی صابر
ہمکو بھاتی ہی تری گرمیِ گفتار بہت

اب نہ دیکھین گے تری خوبیِ رفتار بہت
ٹھوکرین کھائی ہین ہم نے بہتِ عیار بہت

کم ہین اُلفت کی زمانی مین خریدار بہت
ہم نے اِس جنس کو دکھلائے ہین بازار بہت

اوس پہ لاکھون کے ہین دل کیونکہ نہ لچکی وہ کمر
وہی جھکتی ہے کہ جس شاخ مین ہون بار بہت

عالم آزار و جفا پیشہ و ظالم بیدرد
جو کہا مین نے ہوا اُسکو سزاوار بہت

دل ہی وہ جنس جسے تمکین نے بھی یاری کی
ڈھونڈتے آئین گے گھر تجھسے خریدار بہت

کوے جاناں مین جو پہونچا تو ہوس اور بڑھی
کہ دو آنکھین ہین مری روزنِ دیوار بہت

کوئی محشر مین نہین پوچھنے والا افسوس
بیگناہی سی ہوئے ہم تو گنہگار بہت

ایک سے ایک بنایا ہی خدا نے بہتر
کیجے اعضا کے تناسب پہ نہ پندار بہت

جسکو وہ چاہے خدا وہ میری صورت بنجائے
یار رہتا ہی مری شکل سے بیزار بہت

شیخ جی دخترِ رز چھٹ نہین سکتی مجھسے
منہ لگی بندہ نواز اب تو یہ مردار بہت

مگر حسرت میری تقدیر ہی مین لکھی تھی
تھوڑا تھوڑا تو ہوا ہے بتِ عیار بہت

کیون تغافل ہی اُسے میری طرف سے یا رب
یون تو ہر کار مین وہ شوخ ہی ہشیار بہت

حسن پہ ناز اُسے مجھکو وفاداری پر
کیا بنے طور کہ دونون کو ہی پندار بہت

پیرہن بار نحیفی مین ہی برائے وحشت
جیب تک ہاتھ کو لیجانا ہی دشوار بہت

ق
جب مین کہتا ہون کہ صورت کو بھی ترساتی ہو
تو اوڑاتا ہی ہنسی مین وہ ستمگار بہت

ہنسکے کہتا ہی کہ دو آنکھین ہین تیری صابر
کونسی آنکھ کو ہی حسرتِ دیدار بہت

مہتاب کو کس مونھ سے ہوا حسن کا دعوے اے آئینہ طلعت
نے ناز نہ انداز نہ عشوہ نہ کرشمہ نہ شوخی نہ شرارت

کیسی لبِ جانبخش کی شوخی نے سکھایا قُم ہی یہ حیرت
مین بنگیا تارِ نفسِ حضرتِ عیسی ہی ضعف بھی زینت

وہ آج اوٹھاتا تمھارے ناز ہمیشہ اے مایۂ رحمت
اُسکو نہین تاب اوٹھانے کا بھی یارا ہی یہ ہمت

آنکھین بھی دکھائین تو لگا ہی وہ ٹھہرنا ہو نہ سکا ہیبت
غصے مین بھی اک نوع کا ظاہر ہی سلیقہ کیون ہو نہ آ رغبت

جو طور ترستی ہین نکلا وہ مرے ساتھ بہتر ہی وہی بابت
اب مجھسے جو چھینپینگے تو وہ ہونٹ چبائینگے سوا منھ چڑھ گئی خلقت

جب کہتا ہون مین جانسے قربان ہون تجھپر کہتا ہی وہ ہنسکر
یہ شکل یہ کلیجا یہ انداز یہ دعوی اللہ کی قدرت

کیونکر نہ وہ بت پہ کرین ناصیہ سائی اے شیخ ریائی
ہمکو نظر آتا ہی یہان اور ہی جلوہ ہی عین عبادت

ہر دم مجھے کہتا ہی کہ ہو مہر نگینوا مجھکو نہین اقرار
ثابت ہو جو داک نگین ملکا تو بوسہ ہی کہان ملاحت

تم غیر کے پہلو مین مجھے دیتے ہو دشنام وہ ہی مہر اسمنام
جو کہتے ہو وہ ہمکو برابر ہی سناتا کیا رکھی ہی عزت

کیا ہی کہ رجا کیجیے ہمارا کوئی ہمراز اوسکا ہی یہ انداز
کٹتی ہی زبان اسکی جو لی نام ہمارا نفرت سی ہی نفرت

عالم کو لگا لیتا ہی باتون مین وہ عیار یہ سحر ہی گفتار
ہر بات مین پہلو ہی ہر انداز لطیفہ ہر کلمہ ظرافت

تم کہتے تھے صابر کہ نہ آ کبھی کوئی طور کچھ قصد کرون اور
تو آج وہ در پر ہی کھڑا اور اکیلا کچھ کیجیے جرات

ردیف تای ہندی

رویا ہون رات بھر در بے پیر سے لپٹ
اے آہ اب تو دامن تاثیر سے لپٹ

جوش جنون مین ضعف مدد کر کہ قید سے
نکلون صدائے نالہ زنجیر سے لپٹ

وابستگی ہے نام اسی کا کہ وقت قتل
میرے دل و جگر گئے اس تیر سے لپٹ

باندھو نہ تم کہ موے کمر کو ہی پیچ و تاب
ایسا نہ ہو کہ جائین یہ شمشیر سے لپٹ

بیخود کیا یہ شوق نے مجھکو کہ بزم مین
بیساختہ گیا تری تصویر سے لپٹ

ہوتی جو اس لکھے کی خبر تو ازل مین ہم
جاتے نہ دست کاتب تقدیر سے لپٹ

خط پر سے یار کے نہین ممکن کہ آنکھ اوٹھی
گویا نظر گئی مری تحریر سے لپٹ

روشن ہو گھر کسیکا کٹے سر کسی کا مفت
اے تار اشک شمع تو گلگیر سے لپٹ

ے دل بلا کی طرح لپٹی ہے تجھسے زلف
تو بھی بلائے زلف گرہ گیر سے لپٹ

صابر اگر ہے مدِ نظر لطفِ گفتگو
تو اور کوئی دن سخن میر سے لپٹ

ردیف ثائی مثلثہ

نہیں اک وضع پر کیون آپکی گفتار کیا باعث
کبھی اقرار کیا باعث کبھی انکار کیا باعث

ہماری لوح دل سے دھو گیا کیا حرف توبہ کو
اُٹھا ہے محتسب کیون ابرِ دریا بار کیا باعث

وہ ہرجائی ہے اور ہر جا ہے جلوہ حسن کا اُسکے
پھراتی ہے مجھے کیون حسرتِ دیدار کیا باعث

کریگا قطع کیا سر رشتۂ اُلفت کو وہ ظالم
کہ سوتا ہے جو رکھکر بیچ مین تلوار کیا باعث

دراندازون نے کیا آہین بھی کچھ رخنہ نکالا ہے
کیے جو بند تمنے روزنِ دیوار کیا باعث

کسی نے ہے بگڑی آج یہ سامان کیسا ہے
لیے خشتِ سرِ خم پھرتے ہین میخوار کیا باعث

غلامی کا لقب کیا چاہتے ہو مثلِ یوسف تم
کھڑے ہو خود فروشی کو سرِ بازار کیا باعث

مری ہمنام کو اُسنے نکالا اپنے کوچے سے
وہ اتنا کیون ہے میرے نام سے بیزار کیا باعث

پڑا ہے رنج مین ممسک نہ مرتا ہے نہ جیتا ہے
نہیں دیتا اطبا شربتِ دینار کیا باعث

رہا تھا ایک دل سو نذرِ پیکان کر چکا مین تو
دہن کھولے ہے تیری تیر کا سوفار کیا باعث

دکھائی آپکو دیتا ہے کیا شیطان اے زاہد
پڑھا کرتے ہین جو ہر وقت استغفار کیا باعث

نظر زیرین غفلت کی مگر لعلِ نمکسا نے
ہوا چارہ طلب تیرا جگر افگار کیا باعث

وہ صابر دھیان مین آتا نہیں جز ناتوانی ہے

ہوا ہی خاطرِ نازک پہ تیری بار کیا باعث

کیون مرا قد ہی دوتا کیا باعث
تیرا ابرو نہ بنا کیا باعث

تو مرا رنگ بنا کیا باعث
پیرہن زرد رنگا کیا باعث

اشک کی طرح گرا کیا باعث
گر کے پھر مین نہ اوٹھا کیا باعث

یہ بھی تھا غیر جو تیرے گھر سے
کام نکلا نہ مرا کیا باعث

مین بھی فیروزۂ مردہ تھا گیا
مر کے دنیا مین رہا کیا باعث

قطرۂ اشکِ ندامت مین نہ تھا
کیون نگاہون سے گرا کیا باعث

کس کی یاد آئی ہے تعظیم کو آج
دل مین پھر درد اوٹھا کیا باعث

ضعف بھی یار کا دربان ہی کیا
نہ پہونچنے دی صدا کیا باعث

تھا یہ کس پردہ نشین کا پردہ
حال میرا نہ کھلا کیا باعث

داغ ہی نقشِ قمر تم نے لیا
دل پہ داغ مرا کیا باعث

خواب کچھ بادیہ پیمائی نہ تھی
سو گئے کیون مرے پا کیا باعث

دھیان صابر کا بھی دیوانہ تھا
تیرے دل مین نہ رہا کیا باعث

سنخِ فلک سے امیدِ مے دو سالہ عبث
عبث ہی ہاتھ مین خورشید کی پیالہ عبث

ہوا ہی خط سے ترا رخ صحیفۂ منسوخ
مطالعہ مین رہا اپنے یہ رسالہ عبث

رہا نہین کوئی پرسانِ حال گلشن مین
جگر کے داغ دکھاتے ہین مثلِ لالہ عبث

نشانِ قیدی زندانِ غم اسے سمجھو
نہین یہ نام کے حرفون مین اپنے ہالۂ عبث

کبھی نہ ملنے کی تیرے سے وہ بدقدر الف
نکالا تھا بلبلون نے شیوۂ اُبالۂ عبث

یہ داغ تیر قدان مجھ سے پیر کو ای کج
بنایا مجھکو کمانخانہ کا قبالہ عبث

نہونگے وہ دُرِ دندانِ یار سے روکش
بجے ہین قطرۂ شبنم مثالِ ژالۂ عبث

نہوگا حلقۂ گیسوئے یار مین مجنوں
گلے مین بدر نے پہنا ہی طوقِ ہالۂ عبث

مین بس کی گانٹھ ہون وہ کیا نگل سکیگا مجھے
عدو نے سمجھا ہی مونھ کا نوالۂ عبث

نہ مونھ لگائینگے وہ خط کی طرح دشمن کو
مثالِ نقرہ چڑھا سر پہ یہ زرالۂ عبث

کیا خیال نہ صابر ضیائے باطن کا
مرے جنازے پہ ڈالا سیہ دوشالۂ عبث

ردیف جیم

پوچھو وہ بحرِ حسن اگر کچھ بیانِ موج
گرداب کر دہن ہی ہو گویا زبانِ موج

حاتم نے دی ہی موج تبسم کو زیر لب
بحرِ جہان مین کیون نہ بڑھی عزّ و شانِ موج

اہلِ صفا کو کام نہین پیچ و پوچ سے
کیا آب آئینہ پہ ہی کار نشانِ موج

اُڑتے ہین اپنی سانس مین یون ہم کہ طرح
دوشِ نسیمِ صبح پہ ہی آشیانِ موج

دریا نے اپنے سینے پہ اسکو دیا مقام
ابرو سے ہی ترے جو مشابہ کمانِ موج

کس کی کمر کے دیکھی ہین بل اسنے یا خدا
پاتے ہین پیچ و تاب بت درمیانِ موج

گلشن مین آمد آمدِ شاہِ بہار ہی
کھولے ہین جو نسیمِ سحر نے نشانِ موج

مثلِ نفس سفر مین گذرتی ہی اسکی عمر
وابستۂ گذشت کونسی جا کاروانِ موج

دم بھر کی زندگی مین ہی کیا کیا کشاکشین
ہر جا ہی خوفِ ہستیِ بے عبرت نشانِ موج

کیا لگ گئی تلاطمِ بحرِ الم سے چپ
گویا ہی دل مرا جرسِ کاروانِ موج

مٹ اپنی ذات سی کہ ملے عمرِ جاودان
پائیگا جانِ تازہ ہمیشہ میانِ موج

قربت کریم کی ہی تہیدست کو مضر
رہتی ہی پیچ و تاب مین ہر وقت جانِ موج

مجھسے جدا نہ تو ہی نہ تجھسے جدا ہون مین
ہی بحر اگرچہ بحر پہ ہی رازدانِ موج

اوس مہرِ اوجِ حسن کی ہو گر نہ ناطراز
ہو رشکِ ماہِ نو ابھی تیغِ زبانِ موج

مثلِ حباب خانہ بدوشی ہی خوب شئے
ہر دم زبانِ حال سی ہی سُنئے بیانِ موج

یارب غریقِ بحرِ الم ہو رقیب بھی
بگڑی کے بیچ پاؤن ہین او بھی میانِ موج

صابر پسند اہلِ کرم کو نہین ستم
کچھ کام تیر سے نہین رکھتی کمانِ موج

کرتے ہین گو طبیب ہر اک درد کا علاج
جس درد کا سبب ہو طبیب اوسکا کیا علاج

بیمارِ غم ہون اوسکا جو دشمن ہی جان کا
تقدیر سی مرض بھی ہوا ہی تو لا علاج

کرتا ہون اوسنے ذکر جو دردِ فراق کا
تیغا دکھا کے کہتے ہین ہو جائیگا علاج

صافی نہین تو لائے مجھے تاب ہی پلا
ساقی نہین صداعِ خمار اپنا لا علاج

جائیگا ساتھ جان کے آزارِ عشق کا
ممکن نہین ہی تجھسے مرا ای قضا علاج

ای چارہ گر جلا دہین زخمِ شکر کو
کیسی ہی الکھان کی شفا اور کیا علاج

لیچل طبیب پاس مجھے پر یہ کہہ ندیم
اُس سے نہ ہو علاج تو پھر تیرا کیا علاج

غش میں سونگھاؤ خاکِ درِ یار دوستو
صابر کے واسطے ہے یہی کیمیا علاج

ردیفِ حاءِ حُطّی

روز رہتی ہے غمِ لذتِ دیدار میں روح
کیا عجب چشم بنے میرے تنِ زار میں روح

مردمک بنکے رہی دیدۂ بیدار میں روح
کہ مزہ پائے سوا حسرتِ دیدار میں روح

روشنی بزمِ محبت میں ہے میری دم سے
رشتۂ شمع بنی میرے تنِ زار میں روح

دیا اللہ نے اک جسمِ خیالی مجھکو
کہ سدا رہتی ہے فکرِ کمرِ یار میں روح

مرگئے کوچہ جانان سے ہم آکر گویا
رہ گئی مثلِ نظر روزنِ دیوار میں روح

نالے کرتا ہون تو وہانسے بھی صدا آتی ہے
کسی ہمدرد کی نالان ہے یہ کہسار میں روح

مجھ ستم دوست کی حسرت ہے اسی میں کہ رہے
کثرتِ درد میں تن کثرتِ آزار میں روح

دل کشاکش میں ہے گیسو کی درازی سے یہان
اور الجھتی ہے یہان طولِ شبِ تار میں روح

تم نے آکر ملک الموت کی محنت کھوئی
آگئی دیکھکے میرے تنِ بیمار میں روح

آشیان شاخ پہ طوبیٰ کی ہے باندھا صابر
تن سے نکلی جو کسی حسرتِ رفتار میں روح

محو اس جہ ہوئی لذتِ دیدار میں روح
کہ بنی عکسِ رُخِ آئینۂ رخسار میں روح

جنسِ گم گشتہ ہوئے لاغری سے موت کو ہم
ڈھونڈھ کر تن سے نکالی ہے کئی بار میں روح

میری بل و تیر سے کیا کھچتا ہی کافر گویا ڈالی خالق نے تیرے رشتۂ زنّار میں روح
اشکِ خون کی کم و بیشی کے سبب سے ہر دم گھٹتی بڑھتی ہی مدام اپنے تنِ زار میں روح
یار کے لب پہ نہ آنی کا سبب پوچھتے ھم ڈال دیتا جو خدا کلمۂ اقرار میں روح
دمِ نظارہ ہی یا فرطِ تحیّر سے سکوت یا نہیں مردمکِ دیدۂ بیدار میں روح
بھول کر میری رہِ گوش کو جاتی کہیں اور دیتا خالق جو صدائے قدمِ یار میں روح
پیچ و تابِ غمِ الفت سے یقین ہی بس مرگ رہی بل بنکے تری رشتۂ زنّار میں روح
دیکھنا تھا کہ مرے بعد ستم دوست ہی کون بنگئی دیدۂ جوہر تری تلوار میں روح
زندگی ہو گئی دشوار تغیرِ مے ناب ہوسِ بادہ ہوئی ہر دلِ میخوار میں روح
تیرے نظارہ کو ای یوسفِ مصرِ خوبی رہگئی بنکے نظر چشمِ خریدار میں روح
میں وہ لاغر ہوں تڑپتی جو میں کھچا تہِ دام سمجھا صیاد کہ ہی دام کے بھی تار میں روح

آگے یوں ابروئے جانان کے ہی صابر ہمہ تن
جس طرح ہوتی نہیں ناخنِ مردار میں روح

کوئی بچنے کی نہیں ہی تری لاغر کی طرح رگِ شریان ہی بدن میں رگِ مسطر کی طرح
پھاڑنا مجکو نہ غصہ میں کہ نقصان ہوگا سو شرر سینے میں پوشیدہ ہیں پتھر کی طرح
اسعد چرخ کو گردش میں سلیقہ کب تھا اس نے پھرنے میں اڑائی ہی مری سر کی طرح
کیوں نہ ہر سانس کے ہمراہ شرارے نکلیں لاکھ روزن مری سینے میں ہیں مجمر کی طرح
ہجر میں کیا ہو گلا تنگ سے دل گھٹتا ہی حلق میں میری اترتی ہی خنجر کی طرح

پیچ و تابِ دلِ مضطر مین اثر خاک نہین
ورنہ جا ہو تری شمشیر مین جوہر کیطرح

اس طرح نامہ برِ یار ہے نازان گویا
حکمِ خالق یہ سناتا ہے پیمبر کی طرح

کام آؤنگا نہ گھبراؤ مری تیزی سے
باندھ لو اپنی کمر مین مجھے خنجر کی طرح

پیار آتا ہے مجھے غصّے پر اُوسکے صابر
سُرخ ہو جاتا ہے چہرہ گلِ احمر کی طرح

دے صبوحی مجھے اے ساقیِ میخانۂ صبح
مثلِ خورشید ہو زرین کوئی پیمانۂ صبح

کسقدر شامِ شبِ ہجر ہے بیگانۂ صبح
جلوہ افروز ہو یارب کہین جانانۂ صبح

گو مہِ نو ہے شبِ ہجر مین شکلِ مفتاح
نہ کھلا اُس سے کبھی قفلِ درِ خانۂ صبح

کی بہت ابرِ مژہ نے مرے دریا باری
ہجر مین کشتِ فلک پر نہ اُگا دانۂ صبح

رقعہ اُس مہر کے آنے کی ہے شادی کا مگر
شفقِ سرخ سے لکھا ہے جو پروانۂ صبح

چھا گیا چرخ پہ دُودِ دلِ سوزان عجب
شمعِ خورشید ہے روشن نہوا خانۂ صبح

کروٹین لیکے گزاری شبِ فرقت مین نے
نہ سُنا مرغِ سحر سے کبھی افسانۂ صبح

ہے خمارِ شبِ فرقت سے مرا ناک مین دم
کھول دروازے کو اے ساقیِ میخانۂ صبح

ہے دلِ غنچۂ مینا ہے مئے ناب مجھے
صورتِ دیدۂ تر آپ ہے پیمانۂ صبح

تلخ ہے عیشِ شبِ ہجر مین ساقی مجھکو
زنگیِ شام پسند اور نہ دیوانۂ صبح

آپ سے کے ہجرِ شبِ دوری سے ٹھہرا صابر
رشکِ سرخابِ شبِ دشت ہے پروانۂ صبح

یا الٰہی طبع کو میری ملے تنویرِ صبح
کاسۂ خورشید میں بھر کر پلا دے شیرِ صبح

مہر داغِ سینہ اس کے جلوہ گر ہوتا ہے روز
ہے مرے چاکِ گریباں میں مگر تاثیرِ صبح

میری نظروں میں وہی عہدِ سیہ ہے حسن ہو
گو شبِ گیسو تمھاری ہو گئی تصویرِ صبح

دھو کے اشکوں سے سوادِ شب کو میں نے گو کیا سپید
اس سے بہتر سوجھتی کوئی نہیں تدبیرِ صبح

وصل کی شب ہو چکی رخصت طلب ہے ماہ رو
اپنی اک دم زندگانی ہے مثالِ پیرِ صبح

سیر کر نظروں میں جہاں اندھیرا اس ماہ بن
صفحۂ گردونِ دوں پر ہو چکی تحریرِ صبح

دو گھڑی پہلے ہی دھوکے میں رخصت کر دیا
صبحِ کاذب سے مجھے ثابت ہوئی تزویرِ صبح

ہر کسی رخ کا تصور رات دن پیشِ نظر
دستِ مژگاں سے ہوں میں گویا گریباں گیرِ صبح

باندھ لائی ہے یہ اک خورشید رو کو روز نہاں
سمجھے ہم موجِ نسیمِ صبح کو زنجیرِ صبح

ردیف خائے معجمہ

ہے ہاتھ میں چھری کی عوض یاسمن کی شاخ
اب تو لگی ہے آپکو اک بانکپن کی شاخ

معدوم ہے جو آپ کو سیبِ ذقن کی شاخ
پھیلا رہی ہے ہاتھ نہالِ چمن کی شاخ

گجری میں لگی ساعدِ سیمیں میں اس طرح
پھولوں سے پر ہو جیسے گلِ نسترن کی شاخ

گلگشتِ بوستانِ عدم مجھکو چاہیے
ناحق لگی ہے الفتِ اہلِ وطن کی شاخ

یہ جھک گئی ہے دیکھ کے بوٹا سا قد ترا
قمری کا طوق ہو گئی سروِ چمن کی شاخ

میں اپنے دل کی آگ میں جلتا ہوں اس طرح
جلتی ہے جس طرح سے چنارِ کہن کی شاخ

کثرت یہ داغ کی ہی مری جسم زار مین
جس سے خجل ہے لالۂ خونین کفن کی شاخ

ظالم کو زیر تیغ رکھون بعد مرگ بھی
قطرن بناؤن پاؤن اگر کرگدن کی شاخ

ہے شوقِ نے نوازی اسے بھی بناؤ نے
ہی خشک اس میری نخلِ دل الغرہ زن کی شاخ

آنکھون نے تیری قتل مژہ سے کیا ہے مجھے
خنجر سے بھی ہی تیز سوا اس ہرن کی شاخ

کشتہ ہون کس کو فندقِ پا کا کہ بعد مرگ
سایہ فگن مزار پہ ہی نارون کی شاخ

نازک بدن کے ہاتھ مین ہو کیون نہ پشت خار
ہوتی ہی خار دار ہی نازک بدن کی شاخ

ٹھوڑی کے نیچے اپنی وہ رکھ بیٹھے ہین ہاتھ
کہتا ہی جو نہین تری سیبِ ذقن کی شاخ

صابر سحابِ رحمتِ حق کا ہی یہ اثر
سبزی ہی جو تری نہالِ سخن کی شاخ

اک دو مین پلٹتا ہی وہ لاکھ بار رخ
ہی آسمان کا ایک بدن او ہزار رخ

غصہ سی پھیر لے جو وہ کینہ شعار رخ
کیا منھ جو کھینچ لے کوئی نقشہ نگار رخ

پھرتا ہی اک جہان کی نگاہون مین یار رخ
رکھتا ہی میری دل کی طرح انتشار رخ

زندانِ اضطراب مین محبوس ہون مگر
ہی مثلِ مرغِ قبلہ نما سوے یار رخ

خالِ سیاہ نی اسی تف دار کر دیا
تھا آپکا مثالِ گہر تابدار رخ

چادر پہ ایک خاک کا خاکا سا کھنچ گیا
سویا تھا ڈھانک کر جو ترا خاکسار رخ

ہین ڈال روشنی پہ سیہ کاریان مری
تیرہ ہی مثلِ دودِ چراغِ مزار رخ

کی ہم نے مثلِ شبنمِ شاداب شست و شو
اوجلا ہوا نہ تیرا شبِ انتظار رخ

دیکھ اپنے جسم و روح کو تو چشم غور سی
پنہان نقاب گرد مین ہی شہسوار رخ

تصویر نیم رخ نہ مصور سی کھنچ سکی
شعلہ کی طرح آپکا رخ ہی چہار رخ

ظاہر پرست سی ہو نہ پاکیزگی حصول
دھویا نہ آب آئینہ سی ایک بار رخ

تھم تھم کے تم نے مزرعۂ دل پہ گرائی برق
کھولا ٹھہر ٹھہر کے جو دو چار بار رخ

تیرِ نگاہ جاتے ہین ہر دم سوئے رقیب
کیا کر گئی کمان تری کینہ کار رخ

دل کی صفا ضرور ہوئی خود نمائی کو
بے آئینہ نظر نہین آتا ہی یار رخ

سبزی کا ہو عبور تہ آب بھیگے نگین
بگڑا ہی اپنے آپ سے وہ آبدار رخ

ہو شعلۂ گرمیِ نظر سے جو صابر اوتر گیا
جلوے مین کر رہا ہی بہت اضطرار رخ

نہ کر ترشی تو ای کانِ ملاحت
تپِ فرقت سی ، ہی اپنا دہن تلخ

ہماری شور بختی کے اثر سے
ہوا ہے قہر کا زخمِ دہن تلخ

رہا عریان جو مین تا زیست صابر
پسِ مردن ہوا مجھکو کفن تلخ

ہو ادب دانِ سخن مجھسے نہ جانان گستاخ
مجلسِ غیر مین ہوتا نہین مہمان گستاخ

میری آنکھون مین بہت کم وہ پھرا کرتی ہین
خوف یہ ہی کہ نہ ہو جنبشِ مژگان گستاخ

مین ہون صابر اسدِ بیشۂ فنِ اشعار
زخم کھاتا ہی یہان ہو کے سخندان گستاخ

زعفران کا جو یہ لکھا ہوا باندھا تعویذ
کیون مرے رنگ کی زردی سے نہ لکھا تعویذ

تیری بیمار محبت کا خدا حافظ ہی
کہ موثر نہین ہوتا کوئی گنڈا تعویذ

لکھتے ہین مشک تری خال سیہ لیکر
پۓ سودا زدۂ زلف سمن سا تعویذ

ناصیہ سائی کے باعث خطِ پیشانی سہی
ہم نے سنگ درِ دلدار پہ کھودا تعویذ

تپشِ دل مین یہ گرمی ہو پسِ مردن بھی
کہ مری قبر کا سلگیگا چٹختا تعویذ

گھل گئی شمع کے مانند ہم اُسکو جسد ہم
غیر نے گھول کے پانی مین پلایا تعویذ

ہون وہ گریان کہ بہے اشک سے تر ہوکے بہا
جب مری قبر کا چھماق سے جھاڑا تعویذ

دل کھچا جاتا ہی صابر کا اُسی کی جانب
ہی عجب نقشِ قدم آپ کا چلتا تعویذ

مجھکو لگتی ہی تری تلخی گفتار لذیذ
حرف ہو جاتے ہین منھ مین ترے ای یار لذیذ

شیخ ممسک ہی مزہ اِس سے نہ کا پوچھو
اسکے نزدیک تو ہی شربت دینار لذیذ

ہو نہ باہر دہنِ زخم سے جی چاہتا ہی
کیا زبان رکھتی ہی ظالم تری تلوار لذیذ

مجھکو اک بوسہ کا اقرار مجھے دو کی طلب
تیری صحبت ہی مزے کی مری تکرار لذیذ

* * *

تجھسے کہتا ہی مرا حالِ پریشان کاغذ
بنگیا میری زبان ای شہِ خوبان کاغذ

تیرے خط کو نہ خفا ہوکے ملو تلووں سے
پاؤن کے نیچے نہین لاتے مسلمان کاغذ

نامہ لکھا تھا مرے شوق کی دیکھو تاثیر
کبک کی طرح ہوا آپ خرامان کاغذ

تیری تصویر سے تصویر ملائیں جو مری
مثلِ وصلی ابھی کاغذ سے ہو چسپان کاغذ

کفِ افسوس کے ملنے کی صدا آئیگی
اپنے نامے کا لپیٹے جو یہ نالان کاغذ

ہم مین تم مین تو کوئی پھوٹ کی ہوتی نہین بات
کیون بگڑواتا ہے نامے کو مری جان کاغذ

پھوٹ جاتی ہے سیاہی دمِ تحریر اسکی
کچھ نہ کچھ رکھتا ہے تحریر مین نقصان کاغذ

کسی آشفتہ کے ہین نامۂ اعمال مگر
کہ نظر آتے ہین محشر مین پریشان کاغذ

لذتِ وصل کو مضمون جو رقم کرتا ہون
بسکہ یہ تہمتِ حرف سے ہو جاتا ہے چسپان کاغذ

دیکھنا شرم سے خریطے مین غلط آتا ہے مجھے
بھیجتا پردہ نشین کیون مجھے عریان کاغذ

نامے کی پشت پہ لکھتا ہے مجھے خط کا جواب
ہے یہ دہشت کہ نہ رہ جائے کوئی وہان کاغذ

یار نے باندھا جو گلگونۂ عارض صابر
بنگیا صفحۂ روئے مہِ کنعان کاغذ

اُسے ہم ڈالکہ لکھتے بصد اختصار کاغذ
پہ گنے تو کم سے کم بھی ہوئے دس ہزار کاغذ

ترا نقشا اُسپہ کھینچون کہ وہ مونھ سے بول اُٹھے
مرے ہاتھ آئے یارب کوئی جاندار کاغذ

ردیف رائے مہملہ

وہ لاغر ہون پڑے زرد استخوان پر
جو آئے رحم بھی مجھ ناتوان پر

ہوا ہے اوج مرجانا شبِ ہجر
چڑھا رہتا ہون عالم کی زبان پر

یہ گرمی ہے کہ مثلِ شمع گھل جاؤن
بہین آنسو جو میرے استخوان پر

سپر بدنامیون کی خامشی ہے
کہ حرف آتا نہین اپنی زبان پر

چڑھی سردی سی جب مجھکو تپِ غم
مصیبت پڑ گئی مجھ خستہ جان پر

وہ سنگِ در لگا آنکھین دکھانے
ملین آنکھین یہ اُنکے آستان پر

ملی کیا خوب عریانی کو پوشش
کہ چھائی ہی حیا مجھ ناتوان پر

بنے زاغِ کمان تصویرِ بلبل
جو تیری شکل کے گُل ہون کمان پر

موئے ہین اک بسنتی پوش پر ہم
گئے ملکِ عدم دوشِ خزان پر

گیا آتے ہی خط کے توسنِ حسن
نہ تھا گویا کہ ہاتھ اُسکی عنان پر

رسائی کا سبب ہی بے حجابی
پھونچتی ہی نظر جلد آسمان پر

جومین دھیان اپنی ہستی پر جماون
چڑھے اثبات کی رنگت جہان پر

تلافی ہو ستم سے بھی نہ پہلے
نہ چھوڑو ہاتھ تم مجھ تفتہ جان پر

نظر ہی لاکھ صیادو کی اس پر
نیا سایہ ہی میرے آشیان پر

رہِ الفت ہی ناہموار صابر
طبیعت دوڑتی ہی کیون زبان پر

یہ ہلکی سی نقاب ای دل رخِ زہرہ شمائل پر
نگاہِ ناتوان مجنون کی ہی لیلی کی محمل پر

رکھون گا عقدۂ گیسو دہانِ شہ شمائل پر
لکھون گا اس طرح سی پیش میمِ لفظِ مشکل پر

ہان پھونچین بنایا گردشِ تقدیر گردون نی
ہزارون بار پھر آتی ہین ہم جا جا کی منزل پر

اگر سمجھے اُنکو خون کی تحریر ہو میری
گمانِ قوسِ قزح کا ہو ہلالِ تیغِ قاتل پر

دلِ علا مین ہین مثلِ غبارِ شیشۂ ساعت
ہمیشہ ہم سفر کرتی ہین چکر دوشِ منزل پر

یہ گرمی حسن کی ہی عکس اُترجاتا ہی پانی پر
اگر وہ برق وش آکر کھڑا ہوتا ہی ساحل پر

عجب کیا ہو دُرِ غلطان پسینا ہاتھہ مین اسکے
ہمیشہ ہاتھہ صاف اُسنے کئی ہین اپنے مال پر

ملیگی داد محشر مین پر اسکا کیا تدارک ہی
کہ مجھکو پیار آتا ہی پریشانی قاتل پر

نتیجہ حسن کے نظارے کا ہی بیخودی مجھکو
مآل اندیش ہون ہر دم نظر رہتی ہی حال پر

عدو کو دیکھہ کر اُترا جو خون اپنی نگاہون مین
تو کیا کیا رنگ برسا اُس پری پیکر کی محفل پر

نہ بعدِ ذبح ہم پر کس طرح سے بیکسی برسے
چھڑک دیتے ہین اکثر آب مرغِ نیم بسمل پر

نہین ملتا سہارا آشنائے بحرِ الفت کو
ہمیشہ ہاتھہ دوڑاتا ہون مثلِ موج ساحل پر

گرانی غم کی سپر ہی لاکھہ آفت سی بچاتی ہی
وہ رکھہ سکتی نہین خفت کا الزام اپنے مائل پر

تصور جسم گیا رقت ہوئی جب عشق مین حاصل
نہین مٹتا اگر کا ہل انسان ہی زمین مین ہو گِل پر

کمندِ گردنِ رنگِ حنا ہونگے وہ آے صبا بر
ہزارون خط پہ خط حلقونکی ہین اونکے انامل پر

رحم ظاہر ہی مگر ظلم کو نہان رکھکر
آتے مقتل مین پر آنکھونسے وہ دامان رکھکر

دلِ ویران کو وہین چھوڑ دیا وحشت مین
ہم بیابان کو چلے گھر مین بیابان رکھکر

قبر ہی زخمِ دل انبارِ کدورت ہی گرد
پاٹ دینگے ہم اُسے لاشہ ارمان رکھکر

بزمِ اغیار مین دل سے نہ مرے کھیلو تم
بھول جاؤ نہ کہین اُس کو مری جان رکھکر

ہم تو انسان ہین فرشتے بھی پھنسے ہین زاہد
مدعی یون نہو پہلو مین دلِ انسان رکھکر

دلِ زندان کیطرح توڑنیکو واعظ نے
طاق سے شیشہ لیا طاق پہ ایمان رکھکر

ضعف سے شکرِ جفا کا متحمل نہوا
کیا پشیمان ہوئے مجھپہ وہ احسان رکھکر

آن بیٹھے ہیں وہ خود پہلوِ صابر مین آج
دیکھیے پچتایگا حسرت دلِ نادان رکھکر

رکھوں گلے کو ترے آبدار خنجر پر
قدم رکھوں نہ کبھی زینہار کوثر پر

تپان ہوں مین جو ترا بیقرار بستر پر
سپند جیسے ہوا ہی کبھی نثار اخگر پر

جفا پسند نہین مجھسا کوئی اے فصاد
لپٹ گئی نہ رگِ جانِ زار نشتر پر

عرق عرق وہ ہوا دیکھنا نزاکت کو
پڑی تھی ایک نظر ایک بار دلبر پر

اثر تو دیکھ مرے اضطراب کا دمِ قتل
کہ خون جما نہ تری آبدار خنجر پر

بتوں کے دل سے ہو ظاہر کبھی نہ گرمیِ عشق
اثر کرین نہ جگر کے شرار پتھر پر

پسِ فنا ہوئی آوارگی مری زینت
سوار رہتا ہے میرا غبار صرصر پر

اوٹھا ہے ابر مین توبہ کو توڑوں اے زاہد
تو آج شیشۂ تقوی کو مار پتھر پر

وہ تیری چشم سیہ مست کو نہ پہونچیگی
ہزار ہو اگر اے گل بہار عبہر پر

تمھاری دیکھی ہین آنکھین خمار آلودہ
پڑیگی آنکھ نہ اے میگسار ساغر پر

نظر جو آئی صفا تیرے جسم نازک کی
پھسل پڑا دلِ ناکردہ کار معجر پر

جفا پہ صبر ستم پر ہے شکر اے صابر
تمام چھوڑ دئے ہم نے کار محشر پر

پہلو کی جھرونسو دلِ فگار آتا ہے نظر
چاکِ قفس سے یوں ہمین گلزار آتا ہے نظر

ہی آتش غم مشتعل جلتا ہی سینہ اور دل
جینا مجھے یہان کسل دشوار آتا ہی نظر

گھیرے کھڑا ہی در ترا سو عاشقِ مضطر ترا
ہی رشکِ یوسف گھر ترا بازار آتا ہی نظر

گوشہ مین ہی حور تو بیٹھا ہی تجھسے ور تو
غفلت مین ہے مخمور تو ہشیار آتا ہی نظر

ڈھونڈھون علاج کونسا عیسی ہوی خود مبتلا
عالم تمھاری چشم کا بیمار آتا ہی نظر

ہون کیا تری جلوی سی خوش ہوتی صفت آتا ہی عشق
دیدار تیرا مہوش دشوار آتا ہی نظر

ہین تیر تیرے اسقدر دیکھا جو سینہ او رجگر
پیکان آتا ہی نظر سوفار آتا ہی نظر

رسوا ہوی ہم کو بکو نکلی نہ کوئی آرزو
اپنا گزر یہان تندخو دشوار آتا ہی نظر

رنگت گئی تیری بدل اوسان ہین آیا خلل
صابر ہمین تو آج کل بیمار آتا ہی نظر

ہی شکن مین چھائی سی یون زخم کے انگور پر
چین ہو جیسے لطافت سی جبینِ حور پر

پڑ گئی تھی آنکھ اُس مہ کی رخِ پُرنور پر
چھٹ گئی مہتاب سی اک روئے برقِ طور پر

مرتے ہین ہم تو ان یون اُس سراپا نور پر
جسطرح پروانہ بے پر چراغِ دور پر

دیکھکر میرا جنازہ اوڑ گیا چہری کا رنگ
روح کا میری گمان ہی اوسکی رخ کی نور پر

جسنے دیکھا آنکھ سی روزِ سیہ میرا اسی
چاندنی کا شک ہوا زنگِ شبِ دیجور پر

ایسی خوبی سے ترے تیرِ مژہ آئی نظر
چشمِ یوسف کا گمان ہی دلکی ہر ناسور پر

آہِ سوزان نے دکھائی لطف کیا کیا ہجر مین
برق سی لپٹی جو دامانِ شبِ دیجور پر

برق نے وہان بھی جلایا اوجِ قسمت تیرا نہ تھا
آشیان باندھا جو ہمنے شاخِ نخلِ طور پر

انکی رفتارِ قیامت خیز کا ہو یہ اثر
مُردے اُٹھ بیٹھیں نکلکر اپنی گور پر
ہوتی ہیں بدشرمیاں بھی ماہ رُویوں کی
پڑ گیا غفلت کا پردہ اُس بُتِ مغرور پر
یوں ہم آنکھیں سینکتے ہیں اُسکی روئے گرم سے
جیسے مفلس کی بسر جاڑے میں ہو تنور پر

زہر تم کھاتی ہو صاحب چار دن سے ہجر میں
اس پہ مرتے ہو کہ ہم مرتے ہیں اُس مغرور پر

یا یوں کے ہوں مُرغ سے دُور اور شکستہ پر
ہوں بلبلانِ باغ سے دُور اور شکستہ پر
کیونکر نہ ہوں فراغ سے دُور اور شکستہ پر
ہیں بہار و باغ سے دُور اور شکستہ پر
ہوں مرغِ نیم ذبح تری صید گاہ میں
مضطر ہوں کوہ و راغ سے دُور اور شکستہ پر
فرقت میں تیری ہوش ہیں یا طائرانِ ہوش
سب ہیں بے مرد ماغ سے دُور اور شکستہ پر
قامت تمہارا تفرقہ انداز ہے غضب
قمری ہے سروِ باغ سے دُور اور شکستہ پر
دشمن کو لطفِ عشق ہو کیا اُسکا مرغِ دل
ہے لالہ زار یہ داغ سے دُور اور شکستہ پر
ای گل ترے فراق میں یہ عندلیبِ دل
ہے گلشنِ فراغ سے دُور اور شکستہ پر
افسوس نیم سوختہ پروانہ پر کہ وہ
بیٹھا ہے یوں چراغ سے دُور اور شکستہ پر
وہ بدنصیب ہوں کہ رہوں گا تمام عمر
میں شاہدِ فراغ سے دُور اور شکستہ پر

صابر یہ مجھے ضد ہے کہ مرغِ شمیمِ گل
ہو اسطرح دماغ سے دُور اور شکستہ پر

وہ ایذا دوست ہوں گر آئی تو تیغِ ستم لیکر
جیوں سو بار مر کے گو ترے خنجر سے دم لیکر

مثالِ سرو تیری سرکشی ہم سے نہین جاتی
تری گردن کو دینگے ہم تری ابرو کے خم لیکر

کہا مین نے گئے دم دیکھیے تم اور دم گیا میرا
تو فرمایا گئے دم دیکھ ہم یا تیرا دم لیکر

یہ حسرت ہے کہ گرد اُس ماہرو کی رات دن پھر لے
تری قسمت سے گردش وام اے چرخ درہم لیکر

ہماری ناتوانی مین توانائی کوئی دیکھے
چلے ہین منزلِ دنیا سے سر پر کوہِ غم لیکر

وہان ہے بے نیازی یان ہے استغنا دمِ تُو
نہ وہ نازان سوا دیکر نہ ہم مغموم کم لیکر

قیامت مین بتانِ خوب کی ساتھ آتے ہین
خدا کے سامنے جائینگے کیا مو تحفہ اپنا ہم لیکر

نہین جائین گے سر سے درہم و داغ جنون اپنے
یہ دولت مثلِ قارون سر پہ کیا جائینگے ہم لیکر

تماشا گاہِ مبارزان ہے یہ دنیائے دون صابر
گزرتی ہے بیانسے موت بھی انسان سے دم لیکر

تو نہ جا انجمنِ وصل سے ترسان ہو کر
راہ پاؤن سے لپٹ جائیگی دامان ہو کر

حال سے اپنے یہ کہتا ہون مین حیران ہو کر
کیا ملے گا تجھے کمبخت پریشان ہو کر

نفع یان مثلِ سحر ہوتا ہے نقصان ہو کر
نور چہرے یہ رہا چاکِ گریبان ہو کر

رہنمائی ہے مری گرم روی عالم کو
نقشِ پا رہ گئے رستے مین چراغان ہو کر

گر یہی کثرتِ اعدا ہے تو گھبرا کے کبھی
اپنے در پر تمہین بیٹھو گے نگہبان ہو کر

میری بیتابی سے گریہ بھی ہے اتنا مضطر
خاک پر گرتے ہین آنسو دُرِ غلطان ہو کر

کتنی بے قدر ہے ظالم مری ایذا طلبی
مجھ پہ رحم آئے تو جاتا ہے پشیمان ہو کر

تیغ دی مجھکو یہ تو تو نہ لون منت بھی مین
کیا کریگا یہان بے جامہ گریبان ہو کر

آشنائی ہوئی کامل تو مساوات ہوئی
دم بدم گھٹنے لگے ہم مہِ تاباں ہو کر

آپ جاتے ہیں تو قسمت کی سیاہی سی ہی
پھیل جاتی ہے سوادِ شبِ ہجراں ہو کر

زینتِ ناصیۂ حسن ہو رنگِ رخِ زرد
ریزہ ریزہ ہوں اگر ہم زرِ افشاں ہو کر

دھوپ میں میں درِ امید پہ استادہ تھا
سایہ آیا مرے سر پہ ترا احساں ہو کر

لب نے اُس تیغِ تبسم کو کیا ہے نمکین
زخم آتا ہے مرے دل پہ نمکداں ہو کر

دستِ وحشت سے کھلا جو نہ جنوں کا عقدہ
وہ پڑا میرے گلے گوے گریباں ہو کر

مصرعِ مطلعِ دیوانِ محبت ہم تھے
کہ جدائی میں ہیں دست و گریباں ہو کر

مر رہا ہوں تو رہا میرے نہ رہنے کا بیان
مجھ سے آباد رہا گھر مرا ویراں ہو کر

اُس نے شمشیر کو جب ہاتھ میں تولا دمِ قتل
جھک گئے تسلیم کو ہم پلۂ میزاں ہو کر

ہو سبک روح کو کیا غم اثرِ صحبت کا
چشم نظروں کو بھگوتی نہیں گریاں ہو کر

عصمتِ عشق کا شاہد ہو ترا پردۂ شرم
چاک ہو حضرتِ یوسف کا جو داماں ہو کر

میرے اندازِ محبت کے وہ دیوانے ہیں
اٹھ نہ جاتی ہیں نگاہیں مری حیراں ہو کر

ہو گئی رخ کی چمک پردۂ چشمِ اغیار
صبر پڑتا ہے مرا آپکا احساں ہو کر

ٹکڑے کر کے مرے لاشے کو کرو تم نہ حسا
انکو جوڑو گے تو ملجائنگے میزاں ہو کر

ماہِ نو ہو نہ اگر شقِ قمر کا قائل
دیکھ لے وہ کسی عاشق کا گریباں ہو کر

اسقدر خوش ہوئے اُس کوچے میں صابر جا کر
جیسے آباد ہوا ہو کوئی ویراں ہو کر

آپکی ہر ہر ادا کو ہی نظر توقیر پر
غصہ چڑھتا ہی تو وہ بھی اک نہ اک تقصیر پر

عیب سے وہ بے دہن تھا ورنہ تو تقریر پر
صید افگن حرف گیرا کی زبانِ تیر پر

بے حجابی ہی نقاب اُس روئے پر تنویر پر
جو نظر پھوٹی تھی آئینۂ تصویر پر

خوف پہچانے کا رہتا ہی مصور کو مدام
اسقدر حیرت برستی ہی مری تصویر پر

یاسِ جان و پیدان مبارک یہ نکلتی ہی صدا
مین کفِ افسوس ملتا ہون اگر تقدیر پر

ای مصور رخ جو وہ پلٹے تو پھر میری طرف
ایک رخ میرا بنا اُس نیم رخ تصویر پر

خاکسارون کو نہین قیدِ علائق سے غرض
چاہتی ہی بخوفِ صرصر خاک دامن گیر پر

آبِ تیشہ سے ٹپکے اشکِ حسرت چشم سے
جیسکہ شیرین دیکھ کر کو روئی جوئے شیر پر

رخ کیا ہو وضع کی گرمی آہ وہ روکھے بیچ
جوش سے آتی نہین آتش کی سرخی تیر پر

پائین گے عاشق سخن اُنسی قابت کا ثمر
آپ عاشق ہین وہ اپنی خوبی تقریر پر

تیری جانے سے وہ بنتا ہی تماشا گاہ مرگ
مردنی پھرتی ہی روئے عاشقِ دلگیر پر

یہ فغان کو شل لگے حاجت وسیلی کی نہین
بے دہانی مین ہجوم نالہ ہی نخچیر پر

ظلم کی زینت کا باعث عکسِ خطِ سبز ہی
وسمۂ زنگار ہی وہ ابروئے شمشیر پر

جب نظر کی میری وحشت پر سمجھہ مین آگیا
معترض تھے مصرعِ بے معنی زنجیر پر

سر اگر کاٹا کرے دشمن تو بڑھجاتی ہی عمر
ہی حیاتِ شمع گویا منحصر گلگیر پر

صورتِ پیمانۂ دولاب مین آنکھون سے اشک
روتے پھرتے ہین ہم اپنی گردشِ تقدیر پر

مثلِ جادہ ضعف سے کھنچے پڑے ہون وحشت مین
شبہۂ موجِ بوریا کا ہی مری زنجیر پر

فہمِ عالم کو دکھا دیتی ہی سوسو باغ نو — مرحبا صابر ہماری خوبیِ تقریر پر

یون ہم آزاد ہوئی قیدِ مکان سے باہر — کہ ہو مذکور تلک حدِ بیان سے باہر
کارِ دنیا کوئی مجھسے متعلق نہ رہا — یون جہان مین ہون کہ گویا ہون جہانسی باہر
تھا لبِ کعبہ یہ ہنگامۂ شکرِ خالق — مین جو گھبرا کے ہوا کوئے بتان سے باہر
کششِ دل سے ہی پیرون کی جوانونکو گریز — تیر ہو حلقۂ آغوشِ کمان سے باہر
واہ کیا حسن ہی گھر سے ابھی نکلا وہ نہین — سیکڑون کوس ہی اک نور مکان سے باہر
جسکو دلداری ہو منظور وہ دل لیجائے — مین کسی طفل سے باہر نہ جوان سے باہر
فکرِ روزی کا یہان خوف وہان محشر کا — رکھے اللہ مجھے دونون جہان سے باہر
لامکان مجھکو ملا اوج مذلت نے دیا — ای بتو تم نے نکالا جو مکان سے باہر
کیا کشش ہی کہ وہ آیا مرے دل پر سیدھا — جب کوئی تیر ہوا انکی کمان سے باہر
گر یہی کثرتِ اعدا ہی تو رفتہ رفتہ — مین تو کیا ہونگے وہ خود اپنی مکان سے باہر
درِ بتخانہ پہ مسجد ہو کہ شاید ای شیخ — آئین بت برکتِ آوازِ اذان سے باہر
اُس سے حسرت کے نکلنے کا ہو ارمان کیونکر — جسکی آواز بھی نکلے نہ مکان سے باہر
عینِ آبادی ہی بربادی ہماری صابر — ہوئے قیدِ ہوسِ طبل و نشان سے باہر
خالی حسرت کرون کیا روئے جانان چھوڑ کر — بید خوانی کی ضرورت کیا ہی قرآن چھوڑ کر
خاک کو میری نہ جاؤ تم بیابان چھوڑ کر — دو قدم چلیئے ذرا ہاتھون سے دامان چھوڑ کر
کیا نظر ہو میرے حالِ زار پر نزع کے وقت — اٹھ گئے اپنی وہ زلفون کو پریشان چھوڑ کر

جب بہار آئی وہی وحشت وہی وارفتگی
شہر مین کری دنکو جا ہین ہم بیابان چھوڑ کر
رنج و راحت سے غرض کیا جب جابے گلشن سے ہم
گل کو خندان چھوڑ کر شبنم کو گریان چھوڑ کر
مونھہ کو موڑا صبر نے پہلو تہی دل نے بھی کی
دوست ساری ٹل گئی ہمکو ہراسان چھوڑ کر
جائی عمدہ چاہیے جب چھوڑیے اپنا مقام
پیرہن ہین بوئے بو گل لٹتی ہے بستان چھوڑ کر
چھوڑ کر تنہا مجھے یاران جلسہ یون گئے
جس طرح اٹھ جاتے ہین مجلس کو مہمان چھوڑ کر
جی مین آتا ہے کہ وحشت کی کشاکش سے چھٹین
توڑیے تار نفس تار گریبان چھوڑ کر
پھر جابے آئے نہ لڑکر تم ہو کیسے بد مزاج
ہم ابھی آئے تھے صبا پر آپکو وہان چھوڑ کر

کچھ اضطراب دل سے بنے اپنی جان پر
پر حرف آرزو نہین آتا زبان پر
ڈھونڈو گے کس تیر سے ہمین کس نشان پر
نازک ہو نام حرف ہو نہین سکتا زبان پر
ہم ناتوان چڑھ نہ سکے اسکے دھیان پر
تہمت فرامشی کی ہے اس بدگمان پر
مالک ہوا ہے جب سے رقیب سیاہ رو
دوزخ کا شبہہ ہے ہمین انکے مکان پر
شاید نظر چڑھے یہ کسی خودپسند کی
رکھدین گے دل کو آئینہ گر کی دکان پر
کس کس مزے سے چھوٹتا ہے قفس دیکھنا
لیلی حدی ہے ختم ترے ساربان پر
کیجے مجھی کو قتل کہ گردش نصیب ہون
آخر تمھین لگانی ہے تلوار سان پر
جسنے ہماری بات بگاڑی بنی ہوئی
یارب ہمارا صبر پڑے اسکی جان پر
جوہر نہین اثر سے مرے خون گرم کے
چھالے پڑے ہین تیغ ستم کی زبان پر
زیبا ہے سوز غم یہ ترے ناتوان کو
تار شعاع کا ہے گمان استخوان پر

تحقیرِ سر بلند سے ہے اپنی کسرِ شان
آتی ہے سر پہ پھینکنے سے خاک آسمان پر
منّت یہ ہے وہ طائرِ دل کو کرے شکار
باندھون گا چلّہ تیر فگن کی کمان پر
ایما یہ ہے کہ سر نہ اُٹھائے دبا رہے
رکھتے ہو اسلئے نظر اس ناتوان پر
اللہ ری ضد کہ بیٹھے جو ہم اوسکے در کے پاس
اُلٹا چڑھا مکان کا سایہ مکان پر
منہ دیکھتے گزرتی ہے اُس سگ کا یون ہمین
مظلوم کی ہو جیسے نظر آسمان پر
مجھ پر خفا ہوئے ہین وہ چرچے سے عشق کے
کیونکر لگاؤن قفل جہان کی زبان پر
صابر ہماری زیست ہے تصویر موت کی
مرتے ہین روز ایک نہ اک نوجوان پر

ہون خاک تو ہے کوہِ الم جانِ حزین پر
ہے بارِ جہان جذب کی طاقت سے زمین پر
یہ نور سواری مین ہے اُس ماہ جبین پر
توسن کی چمک کا ہے گمان دامنِ زین پر
ہو پاؤن مین چکر تو چلے کام زمین پر
گردش کے وسیلہ سے کھُدے حرف نگین پر
رنجش متصور ہے ہمین اپنے یقین پر
وہان تارِ نظر جمع ہین نرمی سے جبین پر
دم اپنا اُلٹتا ہے بہت بزمِ عدو مین
تاثیر ہوا سچ ہے پلٹتی ہے زمین پر
سو رنگ کے جلوے ترے توسن نے دکھائے
گلدستہ نظر آتا ہے تو دامنِ زین پر
ہے زیرِ لبِ یار تبسم کی عجب لہر
ہو چین ہوئین سبق شرابِ شکرین پر
حد مرگ ہے مذہب کی بلندی کی جو زاہد
دم چڑھتا ہے چلنے مین تمھارا رہِ دین پر
ہو ربطِ حسینان مین سرِ آبروی ترک
آڑا سر مرکز ہو رقم کافِ یکین پر
عالم مجھے سمجھیگا چراغِ رہِ اُمّید
اک شعلۂ بے شمع ہون مین روئے زمین پر

بنتی ہی نہی پھر روشِ نقشِ قدم گل
رکھتا ہی کوئی پاؤن جو مجھہ خاک نشین پر

ہی چشم بھی میگون کہین بے کیف نہو جائے
رکھو نہ نگاہین لبِ لعلِ نمکین پر

کھدنے کی صدا نالۂ بلبل ہو یقین ہی
کچھہ گل ہین تری نام کے ہمراہ نگین پر

یہ نورِ قناعت سی منور ہی مرا دل
ہی گردۂ مہتاب کا شک نانِ جوین پر

ہی راست روی انکی قیامت مجھی ڈر ہی
اک ضرب نہ چوگان کی پڑی گوئی زمین پر

آئیگی بلا در پہ ترے سجدوں سے میرے
وہ سنگ پہ ہی تھا جو رقم میری جبین پر

حرف آئے نہ عیبوں سے کبھی نام و روپر
پاؤن نہ سیاہی کا جمے چرب نگین پر

مٹ جائیں سنِ عمر یقین ہی یہ مرین ہم
ہی یاس برستی نگہ بازپسین پر

ہی تارِ نفس اپنا برنگِ رگِ گل تر
ہی شبنمِ غصہ گلِ رخسارِ حسین پر

سمجھے ہم اسے دودِ دلِ کشتۂ حسرت
رفتار مین سایہ جو پڑا انکا زمین پر

اک گھر مین ہین پر ہی وہی قسمت کی جدائی
دو جائے ہی تصویر بھی دو لائی نگین پر

ہین اپنے چلون کار پہ دینار کی مانند
ہو نام رقم اسکا اگر میری جبین پر

یہ تجھہ پہ لگی رہتی ہین مشتاقوں کی آنکھین
یا کھل گلِ نرگس کی پڑی اسپ کی زین پر

پیرو ترے کیونکر نہ بہکتے پھرین زاہد
اک نقشِ قدم تک نہین ترا رہِ دین پر

جوہر یہ نہین لاف زنی ہی دمِ کشتن
ہین حرف گلوسوز لبِ خنجرِ کمین پر

گو زخم تھا پر ایک ہوئے آتے ہی آگے
کھینچی مری تصویر صفائی نے جبین پر

پیدا تو کرو آنکھہ کہ دیکھو ہمین صابر
ہم عرشِ معلّے سے بھی بالا ہین زمین پر

ریاض صابر از صابر مرزا محمد قادر بخش

1365

چشم نم ان آنسوؤں کا تار توڑ
رشتۂ سلکِ درِ شہوار توڑ

سر نہ توڑ اپنا دلِ بیمار توڑ
اُس ستم آثار کی دیوار توڑ

کعبے کو ڈھا رشتۂ زنار توڑ
دل نہ میرا ای بتِ عیار توڑ

توڑ تو دل اسطرح انسان کے
جوڑ لے دس مین تو دو چار توڑ

زور کو توڑا ہی میرے غم نے یار
پنجہ یہ بیجا ہین یہ بیکار توڑ

توڑتا ہی کیون خمِ مے کو محتسب
آج تو قفلِ درِ خمار توڑ

توڑتی ہی سینہ و دل کو نگاہ
ہی بہت اس تیر کا ای یار توڑ

سنگدل اتو تجھے کہتے ہین وہ
سنگ سے ظالم سرِ اغیار توڑ

دیکھتا ہون دل مین تیری شکل مین
تو نہ اس آئینہ کو زنہار توڑ

بوسۂ لب دل کے بدلے ہی گران
مول کچھ اس لعل کا ای یار توڑ

توڑتا ہی صابرِ بیمار دم
عہد جو تو نے دیا مکار توڑ

ردیف زاے معجمہ

واہ کیا اوج ہی سو جان ہی فداے پرواز
کہ دو عالم ہوے زیرِ کفِ پاے پرواز

ضعف نے دل سی اوڑا دی جو ہواے پرواز
ہو گئی طائرِ بے رشتہ دعاے پرواز

مرحبا مرگِ اسیری کہ لگائی تو نے
پنجۂ بے سر و پائی پہ حناے پرواز

تنِ کاہیدہ کا ممنون ہی کہ تیری گھر تک
کھینچ لائی کششِ کاہ رباے پرواز

فاعلاتن فاعلاتن فاعلن
فاعلاتن [illegible]
مفتعلن مفتعلن [illegible]
فاعلاتن [illegible]

۱۳۱ ۶ ۶۹۸
ص ۱۰۵

شیخ واعظ کو اڑاتے ہیں پری زادِ لب
کہ ہران باد فروشوں کو ہوائے پرواز
آشیاں مثلِ ہما ہم نے ہوا پر باندھا
زندگی تک نہ چھٹی ہم سے ہوائے پرواز
دام میں ہم نہ پھنسے رنگِ حنا کے مانند
کس زباں سے ہو ادا شکرِ وفائے پرواز
سر اٹھاتا ہے سمجھ کر وہ کبوتر میرا
کہیں اڑتی سی بھی سن لے جو صدائے پرواز
شوقِ پرواز سے مرتا ہوں قفس میں گویا
ذبح کرتی ہے مجھے تیغِ ادائے پرواز
اب نہ پرواز کی طاقت ہے نہ سیرِ گل کی
میری طاقت تھی فقط راہنمائے پرواز
نہیں پرواز کی طاقت پہ اڑے پھرتے ہیں
خوفِ صیاد ہوا عقدہ کشائے پرواز
مجھکو حیرت ہے کہ رنگِ رخِ عاشق ہیں جن
کہ نہیں شوق کوئی مجھکو سوائے پرواز
بالِ پروا زمین ہیں کششِ دام سے زخم
اور ہوا سینہ پہ کمکیاکش ہوائے پرواز
قفسِ تنگ میں صیادِ ازل نے رکھا
تنگ آئی جو مرے تن پہ قبائے پرواز

آشیاں باغ میں صیاد نے جب نہ رکھا
آ گیا دام میں صابر کے ہمائے پرواز

اسطرح آب سے ہے آپکا خنجر لبریز
جیسے اشکوں سے ہے میری مژہ تر لبریز
تم نہ چھیڑو کہ نہ پھوٹیگا طرح شیشہ ہو
ہے شکایت سے ہمارا دلِ مضطر لبریز

کسی ناداں کو مئے علم نہ دینا صابر
کہ وہ کم ظرف اوبل جائیگا ہو کر لبریز

اسقدر خوف عدو ہے جو پکارا مجھکو
تو لگی کانپنے اوس حور لقا کی آواز

کیا بنے کام کہ تقدیر سے تاثیر کو بھی
پنبۂ گوش ہوئی اپنی دعا کی آواز

بزم انشا مین تحسین ہے یہ بیجا صابر
شور سننے نہین دیتی حمقا کی آواز

یون ضعف مین نکلی تری رنجور کی آواز
اوڑتی سی کوئی جیسے سنے دور کی آواز

قلقل سے یہ ایجا ہے کہ طالب ہون مے کے
سنیئے تو ذرا شیشۂ بلور کی آواز

غش ہوئیں ابھی حضرت موسیٰ اسی سنکر
ہے شعلۂ طور اس بت مغرور کی آواز

ہو تارک حق گوئی کہ دنیا مین ملی چین
آتی ہے یہی قبر سے منصور کی آواز

اتنا تو ہون ہشیار کہ چونک اٹھا لحد مین
چلنے مین ہوئی جب قدم مور کی آواز

کیا منہ ہے جو غصے مین کوئی مار سکے دم
ہو جاتی ہے قفل دہن اس حور کی آواز

یون نشۂ الفت مین ہون خاموش کہ گویا
ہو جائے گرہ حلق مین مخمور کی آواز

شب کون وہ نالان تھا ترے در پہ کہ اس سے
ملتی تھی بہت صابر مغفور کی آواز

رخ روشن سے ہین زلفین تری اے یار دراز
روز وصلت سے ہے فرقت کی شب تار دراز

رشتہ کا سوئی کے ناکے مین گزر ہوتا ہے
نہین اتنا بھی ترا رخنۂ دیوار دراز

یار کیا آئے کہ تھمتا نہین رونا دم بھر
پاٹ دریا کا ہے اے چشم گہربار دراز

دیکھکر تجھکو اسی بھی کہین غش آیا ہے
خاک پر کیون ہے ترا سایۂ دیوار دراز

نہین دینے کا اسی کاہکشان سے تشبیہ
کچھ نہین لطف جو مانگ اتنے ہوئے اے یار دراز

اسقدر پاؤں کے چھالوں نے دیا ہے پانی
کہ ہوئے ہیں مری وحشت سے سوا خار دراز

گرم گرم اور کچھ اشعار سنا دے صابر
کہ بہت بھاتی ہے ہمکو تری گفتار دراز

خاک پر یوں ہے ترا طالب دیدار دراز
جیسے ہو بستر آزار پہ بیمار دراز

شب کو تھا دامنِ لطفِ بتِ عیار دراز
نہوا ہاتھ مرا ضعف سے زنہار دراز

دق ہوں طولِ شبِ فرقت سے مگر جیتا ہوں
کہ مری عمر سے کوئی نہیں آزار دراز

آدمی کیا کہ فرشتہ بھی نہ سر لا سکے
نہ فلک سے ہے زیادہ تری دیوار دراز

میں یہ سمجھا خمِ صہبا لئے آتا ہے کوئی
شیخ صاحب کا ہے یا گنبدِ دستار دراز

اس پہ زنجیر کروں واعظِ ناکس کو ابھی
نہیں زنجیر درِ خانۂ خمار دراز

اسکو ہر بات پہ دشنام ہے ماشاء اللہ
ہے دہانے میں زبان اسقدر اے یار دراز

دیکھ کر میں یہ گھٹا ہوں کہ دبا پاؤں تلے
قد سے تھا صبح کو سایہ مرا اے یار دراز

شمع کی طرح نکالی ہے مرے سر سے زبان
کچھ گھٹا جسم مرا اور ہوئی کچھ خار دراز

لوں بلائیں ابھی نامے کی مگر ضعف سے ہائے
ہاتھ ہوتے نہیں اے قاصدِ دلدار دراز

عمر بھر بھی نہ گھٹے گر میں پڑھاؤں اسکو
میرا افسانہ تری زلف سے ہے یار دراز

میں کسی وقتِ تبسم کا ہوں کافر مجھکو
چاہیے تارِ رگِ ابر سے زنار دراز

آنکھ یوں شرم سے جھکتی ہے تری سوئے زمیں
نشے میں خاک پہ جیسے کوئی میخوار دراز

دل میں گھر کرکے طارشہ منصور ہیں

صابر اتنے دلِ جانان کے ہوئے خار دراز

ردیف سین مہملہ

بعد مرنیکے جو بیٹھے یار اپنے سر کے پاس
ہر گھڑی دُو دُو حبابِ اشک ہمارا سر کے پاس

پھر گئی اُلٹی نگاہِ شوق میری چشم مین
بزم مین مجمعِ اعدا ہی اُس کافر کے پاس

آبرو کے ساتھ ہی تشنہ لبی اس تیغ مین
آب کا قطرہ ہی اور قطرہ مین گوہر پاس

اور میری تیرہ روزی کو ترقی ہو گئی
دُودِ دل پہونچا جو میری بخت کے اختر کے پاس

اُسنے اشکون مین بھگو دی تا اوڑکر پاس آئے
شمع کو رکھا تھا پتنگے کی خاکستر کے پاس

وای قسمت اُسکی آنکھون مین اندھیرا آ گیا
روشنی پہونچی جو میرے بخت کے اختر کے پاس

ہو گیا خشک آب اُسکا مثلِ آبِ آئینہ
جب پہونچے کو ہوئے ہم چشم گوہر کے پاس

خاک مین ملنے سے بھی ہی تفتہ جانونکو فروغ
زیرِ خاکستر بھی ہی اک روشنی اخگر کے پاس

خلق ہوگی جرمِ خود بینی مین ناحق مبتلا
توڑ کر آئینہ رکھدو قبرِ اسکندر کے پاس

اتنا دستِ شوق کی گستاخیونکا خوف ہی
وصل مین قاتل نے خنجر رکھ لیا بستر کے پاس

اگر شمعِ آہ نے کی دشمنون کی رہبری
شب کو ہم بیٹھے جو صابر کوچۂ دلبر کے پاس

ویران ہوئی تھی قبضۂ اقلیمِ شاہ کی ہوس
برباد ہو کر مٹ گئی تختِ سلیمان کی ہوس

اب آبلونکی چشم سی ہی خون فشانی کس لئی
تھی آبلہ پائی تجھی خارِ مغیلان کی ہوس

شاباش اے تیغِ جفا سینہ تلک ٹکڑے کیا
مدت سے دامنگیر تھی چاکِ گریبان کی ہوس

ہما عشق ہے وسواس ہے اور بلبلون کو یاس ہی
وہ رشکِ گلشن یاس ہے کیا ہوس گلستانی ہوس

مین وہ بلبل ہون کہ ہون غنچۂ گل سے با قفس
دوش پر نکہتِ گل باغ مین لیجائے قفس

شعرِ رید ہو جاتا نہین سوائے قفس
ہے دلِ تنگ مرا محملِ لیلائے قفس

آہ دران ہے صفائے رخِ زیبائے قفس
ہے مرا دودِ جگر گیسوی لیلائے قفس

صحن سے شوقِ رہائی تری تاثیر کے ہم
کھل گئے پنجۂ صیاد مین در ہائے قفس

فارغ البال کیا دل کی گرفتاری نے
ہوسِ دام رہی ہے نہ تمنائے قفس

اب کے ہے جوشِ بہاران سے چمن ہے معمور
ہاتھ آتی نہین گلشن مین کہین جائے قفس

تا چمن تارِ نظر کو ہے رسائی مشکل
کسقدر تنگ ملا ابکی برس ہای قفس

تیلیوں کا شوق ہے یہ اسکا دہن چومتا ہون
جو سناتا ہے نویدِ طرب افزائے قفس

اختیاری ہے مری قید و رہائی صیاد
گر کرون آہِ شرربار تو جل جائے قفس

نہ رہی دامِ رگِ گل مین اسیری کی ہوس
تو نے صیاد زرِ گل سے جو بنوای قفس

سر پہ صیاد کے رہتی ہے قیامت برپا
دلِ نالان ہے مرا معرکہ آرائے قفس

ہون وہ سرحلقۂ اسیران کہ مجھے لکھتے ہین
گوہرِ بحرِ اسیری دُرِ دریائے قفس

دستِ صیاد مین ہر گام پہ ہون الکنان
بن گیا مین جرسِ ناقۂ لیلائے قفس

کثرتِ داغِ سیہ نے مجھے زینت بخشی
مین بنا خالِ رخِ دلبرِ رعنائے قفس

تھے یہ طائرِ جان ٹوٹ گئے قید مین جب
ہٹ گئی جوہرِ آئینۂ سیمائے قفس

کام مژگان کا تن زار سے لیتے صابر
نہ بنا چاک قفس دیں بنائے قفس

ردیف شین قرشت

رخ کی تابش سے ہی زلفون کی شکن مین آتش — اتنے اعجاز سے باندھی ہی رسن مین آتش
کیا برستی ہی مرے کنج حزن مین آتش — ہی سمندر کی طرح اپنے وطن مین آتش
ذات مین دی ہی حسینونکو خدا نے زینت — چھپنے پیراہن گلرنگ ہی تن مین آتش
زیر لب برق تبسم ہی ترے خوف ہی یہ — کہ نہ بھر جائے کہین چاہ ذقن مین آتش
ہوگی جل بھن کے ابھی بلبل نالان تو کباب — لالہ منقار ہی غنچے کے دہن مین آتش
گل کھلائے مرے گریہ کے اثر نے کیا کیا — کثرت لالہ خودرو سے ہی بن مین آتش
دست مژگان مین مری دیکھ کے اشک گلگون — لگ گئی شاخ غزالان ختن مین آتش
شعلہ آتا ہی نظر اسمین عرق کا قطرہ — رخ کی گرمی سی ہی یہ چاہ ذقن مین آتش
تم نہین نام کو آنکھونسے روان ہین شعلے — خون کے بدلے ہی شاید مری تن مین آتش
بعد مردن بھی یہ سوزش ہی مثال رگ سنگ — کہ ہی پنہان مرے مرقد کے کفن مین آتش
بات کرتے ہو عجب شعبدہ ہی کہ جی جلتا ہی — کسطرح تمنے بھری ہی اپنے سخن مین آتش
اسطرح شعلے نکلتے ہین مری آہ کے ساتھ — جیسے ہو شعبدہ بازونکے دہن مین آتش
دوڑتا ابر ہی ہر سمت سی پانی لیکر — یہ بھڑکتی ہی مرے کنج حزن مین آتش
ایسی گرمی سی تڑپتا ہی کچھ اپنے دل زار — کہ لگی ٹھیک سی بجلی کے بدن مین آتش

اپنی آتش قدمی کا یہ اثر ہی صابر
کہ جہان جائیے ہمراہ ہی بن مین آتش

تو نہ زبانِ طعنہ کھول دیکھکے معصیت کا جوش
دل بھی ہی کعبہ زاہدا کیون نہ ہے سیاہ پوش

آج ہین تیرے ناز کی جلوہ فروشیان نئی
اوڑتے ہین جنکے حور وش رشکِ پری ہماری ہوش

ترک نہ کیجیے ملا یہ خلق مین مشتہر ہین آپ
توبہ پذیر ہے نظیر عذر نیوش و جرم پوش

تڑپے نہ کیون دلِ فگار لمحہ نہین ہے قرار
خارِ الم کی ہی خراش خارشِ زخم کا خروش

دُرجِ دہن مین گر ترے موتی سے دانت دیکھ لین
آبِ گہر مین رشک سی غرق ہون سب گہر فروش

دونون کی خواہش ایک ہی کیون نہ بہم ملے مراد
اوسنا نہ کوئی ظلم دوست مجھسا نہ کوئی سرفروش

صابرِ نامراد آج آیا ہی اُنکو یاد پھر
کہتے ہین راہِ عشق مین وہ بھی تھا ایک سخت کوش

افسردہ ہی زاہد غم میخوار مین آتش
یاقوت نئی کوزہ خمار مین آتش

معبود نہ ہو مذہب باطل کا مددگار
ہرگز نہ بندھے رشتۂ زنار مین آتش

کیون زخم ترے تیر کے جاتے ہین ستمگر
پیکان مین آتش ہی نہ سوفار مین آتش

کچھ قدر نہین سوختہ جانون کی جہامین
بکتی کبھی دیکھی نہین بازار مین آتش

ردیف صاد مہملہ

نبھے تا زیست ای دلدار اخلاص
رہی الفت محبت پیار اخلاص

تمھارے میرے قرآن درمیان ہی
کہ ہی نام محبت یار اخلاص

عجب نازک یہ رشتہ ہی مری جان
نہین کچھ توڑنا دشوار اخلاص

ملی کس طرح میرے گلے سے
کہ رکھتی ہی تری تلوار اخلاص

کیا وعدے ہی وعدے مین میرا قتل
یہ کیسا مجھسے تھا ای یار اخلاص

وہ نازک مین گران جان کسطرح سے
نہو خاطر پہ اوسکی بار اخلاص

ق
نہین نبھنے کی ہم سے اور تم سے
کرین گے ترک اب ناچار اخلاص

ہمین دو چار سے نفرت ہمیشہ
تمھین دو چار سے ای یار اخلاص

لب نازک پہ رکھو آنکھ اپنے
مسیحا سے رکھے بیمار اخلاص

ہمین عریانی مین بہتر ہی جراح
رکھے گر زخم دامندار اخلاص

بتو نسے توڑ کر زاہد سے جوڑون
نہین کچھ رشتۂ زنار اخلاص

ق
کہا دینے نہین اک بوسہ بھی تم
یہ کس کام آئیگا ای یار اخلاص

کہا مونھ کیا چڑھے سر پر چڑھی تم
مجھے بھاتا نہین یہ پیار اخلاص

نہ ہم مردہ ہین نہ زندہ ہین صابر
ہوا ہی مُردنِ دشوار اخلاص

گو بہرِ زر جہان مین تمام پھرائی حرص
تقدیر سے سوا نہین ممکن کہ پائی حرص

رہتا ہی غرقِ بحرِ ندامت گدای حرص
یارب نہ ہو جہان مین کوئی آشنای حرص

نعمت پہ دو جہان کی قابض ہوا تو کیا
محتاج ہی رہیگا اگر ہو خدائے حرص

کیون خوانِ اغنیا پہ مثالِ مگس گری
نازل نہو کسی پہ الٰہی بلای حرص

پائی طلب شکستہ ہوا کھا کے ٹھوکرین
بڑھ بڑھ کے دردِ حرص ہوا خود دوائے حرص

اس آگ کو بھڑکتے ہی دیکھا ہی عمر بھر
آبِ حیات سے نہ بجھے اشتہای حرص

غربائی اور کنجِ قناعت نصیب ہو
صابر نہ تنگ ہو کسی تن پر قبائی حرص

ہی ترا مستی مین اے زہرہ جبین ہر گام رقص
خوبیٔ رفتار کا تیری رکھا ہی نام رقص

تو دکھاتا گر اُسی ای ماہِ سیم اندام رقص
صورتِ طاؤس کرتا چرخِ مینا فام رقص

وصف اُس قاصد کی شوخی کا جب لکھتی ہین ہم
کرتے ہین سب حرف کاغذ پر دمِ پیغام رقص

کچھ اسیری مین یہ لذت ہی تڑپنے کے عوض
ہم گرفتارِ جفا کرتے ہین زیرِ دام رقص

دستِ ساقی مین ذرا ساغر کی جنبش دیکھنا
کرتا ہی بلور کی تھالی مین گویا جام رقص

تیری چشمِ مست کی گردش اگر وہ دیکھ لے
وجد مین آئی گلِ نرگس کری بادام رقص

رنج راحت ہی ہمیشہ طالبانِ درد کو
نالۂ موزون غنا ہی گردشِ ایام رقص

جسقدر اظہارِ شوخی وھان یہان ہی اضطراب
انکو ہے چین اور مجھے رکھتا ہی بے آرام رقص

انگلیون پر شیخ صاحب کو نچا دیتی ہین وہ
کرتی ہین مستی مین جب رندانِ مے آشام رقص

واہ کس خوبی سی جنبش ہی لبِ قاصد کو واہ
کرتا ہی گویا زبان یار کا پیغام رقص

گر یہی تاثیر ہی نالون مین اے صابر ترے
کوہ اچھلینگے فقط کرتے ہین کیا اصنام رقص

ردیف ضاد معجمہ

طالب ہی کیون نہین جو دلِ زار سے غرض
ظالم ہمین تو ہی تری گفتار سے غرض

خدمت گزار ایک کی خدمت مین ہی دوسرا
اسکے سوا نہین اُسی اغیار سے غرض

نقشِ شمیم پاؤن نہ رکھا زمین پر
گلزار مین ہون پر نہین گلزار سے غرض

خود رفتگی نے شادی و غم سی نجات دی
دلدار سے غرض نہ دلِ افگار سے غرض

قانع ہون پر حریص بھی مجھسا نہین کوئی
ہی سیمتن کی دولتِ دیدار سے غرض

میری طرح نہین اُسی اپنے پہ اختیار
نکلی کبھی نہ اُس بتِ عیار سی غرض

ہوتی نہین سی ترقی ہی شوق کو
کیا کیا مزا اوٹھی تری تکرار سی غرض

ہی ہجرِ بتان مین تارِ نفس سی بھی تنگ ہون
کافر ہون گر ہو رشتۂ زنار سی غرض

صابر مجھے زبان سے مطلب ہی ذکرِ یار
دیدارِ دوست دیدۂ بیدار سی غرض

خون سے لبریز یہان چشم ہی ساغر کے عوض
پیتے ہین خونِ جگر ہم مئے احمر کے عوض

دفن ہے کشتۂ دیدار تمہارا جس جا
وہان روئیدہ ہین آنکھین گلِ عبہر کے عوض

بیقراری کا ٹھکانا ہے کہ دم بھر بھی چین
کاش اک سنگ ہو بر مین دلِ مضطر کے عوض

برہمن ہم کسے پوجین کہ ہمین سب ہین کچھ
جا چڑھے اپنی پرستش تجھی پتھر کے عوض

قتلِ عاشق کے لیے کیون ہے تجسس اتنا
پھیر دو تیغِ نظر حلق پہ خنجر کے عوض

اسقدر طالبِ غفلت ہون کہ کہتا ہون
خمِ مے کاش مرے جسم پہ ہو سر کے عوض

وائے قسمت کہ ہوئی نالون کی الٹی تاثیر
جاگ اٹھے غیر مرے بخت کے اختر کے عوض

زلف کے عارضِ تابان پہ چھوڑو صاحب
دو مسلمان کو تکلیف نہ کافر کے عوض

خط مین احوالِ شبِ ہجر لکھا ہے ہم نے
کوئی سرخاب اسے لیجائے کبوتر کے عوض

خاک ہو کر بھی ہے قسمت کی وہی بربادی
اپنی آہون مین اڑا جاتا ہون صرصر کے عوض

دیکھکر غیر کی آنکھون مین نہ کیون خون اترے
گرمیِ چشم ہو اُس تیغ مین جوہر کے عوض

آتشِ غم کا اثر خاک بھی ہو کر نہ گیا
برقِ خاکسترِ صابر مین ہے اخگر کے عوض

بدگمانی مین بھی اک ربط بڑھا غیر کے عوض
کہ لگا ہون مین وہ رکھتا ہے مجھے گھر کے عوض

یہی قسمت مین جدائی ہے تو زاہد پس مرگ
جا نکلینگے خلد مین ہم اُس بتِ کافر کے عوض

نامہ اُس غیرتِ لیلی کو لکھون گر تو اُٹھائے
طائرِ رنگِ رخِ قیس کبوتر کے عوض

دست بوسی اسی حیلے سے کرون مین ساقی
اپنے چلو سے پلا مے مجھے ساغر کے عوض

گر اسی طرح سے رلائیگا زمانے کو فلک
اشک نکلینگے ہر اک کان سے گوہر کے عوض

ہے یہ مشتاق شہادت یہ ستم پرور ہین
قتل کے ذکر کو وہ کاٹتے ہین سر کے عوض

بنے الماس کی رنگت کو کھو کے آنسو میرے
اپنے زیور مین لگا ڈالے گوہر کے عوض

کشتۂ عشق ہون اک عمرِ بقا کا یا رب
دھوپ پڑتی ہے مری قبر پہ چادر کے عوض

درہم داغ ہین قارون کا خزانہ گویا
آپ کی زلف ہوا اُس گنج پہ اژدر کے عوض

نا اُمیدی سے بھی اک صبر سا آجاتا ہے
کاش کہتے وہ نہین وصل پہ نشتر کے عوض

تفتہ جان ہون وہ مجھی سے کرین پہلو گرم
پاس جاڑے مین بٹھائین مجھے مجمر کے عوض

وصل اُسکا نہین بازار کا سودا صابر
ہاتھ آسکا نہین سیم بدن زر کے عوض

ردیفِ طائے حطی

کھوئے حسنِ روئے پر تنویر خط
آپ کی نخوت کی ہے تعذیر خط

ہے خفا لکھنے سے وہ بے پیر خط
ہے خطا خط جرم خط تقصیر خط

کچھ نہین محرومی و حسرت سوا
ہے ہمارا نامۂ تقدیر خط

رنگِ خطِ سبز لون یوسف سے وام
سبزہ رنگون کو کرون تحریر خط

پُر ہے وصفِ مصحفِ رخسار سے
ہو گیا قرآن کی تفسیر خط

خط کو جب کھولون لپٹتا ہے بہت
ہے ہماری خاطرِ دلگیر خط

خط لکھے کیونکر ترا محوِ خیال
لکھ سکے کس طرح سے تصویر خط

حسنِ عارض خط مین بھی چھپتا نہین
ہو گیا آئینۂ تصویر خط

خط رکھا سینے پہ زیر پیرہن
نامہ بر کا ہی گریبان گیر خط

وحشتِ دل کا لکھا تھا ہمنے حال
لے اوڑا ہمین نالۂ زنجیر خط

واہ بے تابی کہ اُسکے ہاتھ مین
خود نکل آیا لفافہ چیر خط

کس خطا کس جرم کس تقصیر پا
بھیجنا چھوڑا ہمین بے پیر خط

خط نکلتے ہی ہوئے ہشیار تم
ہی تمھارے خواب کی تعبیر خط

جسنے خط دیکھا ترا عاشق ہوا
ہوگیا ہی نسخۂ تسخیر خط

خود بخود اغیار کے رُخ پھر گئے
رُخ پہ جب آیا ترے بے پیر خط

ضعف سے اک حرف اوٹھہ سکتا نہین
کیونکہ پڑھتا صابرِ دلگیر خط

دل سے یون رکھتی ہی بیت ابروئے خمدار ربط
جسطرح الفاظ اور معنی سے ہوا یار ربط

یار رکھتا ہی کہ پانی پھر گیا مونھ پر ترے
اتنا گریہ سے نہ رکھہ اے چشمِ دریا بار ربط

بات کرنے مین خفا ہوتا ہی وہ نازک مزاج
ہو سکے الفاظ کا کیونکر دمِ گفتار ربط

اب ہوا ہی زود آشنا اس سے وہ رنجی تھی کبھی
گھٹنا آسان ہوگیا بڑھنا ہوا دشوار ربط

بڑھگیا خط گھٹا ابتو ہر اک کار سے ربط
نہ دمِ سحر کو ہے نے آہِ شرربار سے ربط

رونقِ نکہتِ گل باغِ جہان مین ہی عقیم
اُنکی آورگی ہی چھٹتا ہی گلزار سے ربط

بندِ عشق تو ہر قید سے آزادی ہی
اہلِ اسلام سے کچھ ضد ہی نہ کفار سے ربط

دہنِ زخم رہے کیون نہ مرے کا ہردم
کہ ہی لعلِ یمین کو دلِ افگار سی ربط

یہ سیہ اور وہ سفید آنکھ ہی دونرات کا فرق
خواب کو کیا ہو بھلا دیدۂ بیدار سے ربط

پھر گئے بت تو خدا نے بھی نہ پوچھا ہمکو
سچ ہی لازم نہین حاکم کو گنہگار سے ربط

زخمی کرتے ہو تم اس تیرِ مژہ سے کیونکر
جسکو پیکان سے ربط اور نہ سوفار سے ربط

آسمان میری تنِ زار پہ رکھتا ہی نظر
آبلہ ہی اسی کس طرح نہ ہو خار سی ربط

کچھ نہین صحبتِ زہاد مین لذت صابر
رکھ کسی رند سے الفت کسی میخوار سی ربط

عبورِ خط ہو ترے رخ پہ رشکِ ماہ غلط
غلط ہی آگ پہ روئیدہ ہو گیاہ غلط

نہو سکیگی فرومایہ سے مری تقلید
کہ مثلِ بحر گہر ہو میانِ چاہ غلط

نہ شام جلوہ فزا ہی نہ بے نقاب سحر
نہین وہ پردہ نشین رشکِ مہر و ماہ غلط

ہزار جان سے اسپر نثار رہتا ہون
اب اسکو خواہ وہ سمجھے درست خواہ غلط

زبان کو عشق سے انکار دل کو رغبت ہی
نہ راست ہو کبھی دعوی جو ہون گواہ غلط

ہوئے ہین قیس کے پیرو مین ہم بھی سرگردان
ستم ہی خضر نے ہمکو بتائی راہ غلط

سبب نجات کا ہی کثرتِ گنہ مجھکو
رقم کرینگے فرشتے مرے گناہ غلط

عدو کے سینے پہ گو زخم ہین مثالِ نگین
کریگا نام کو روشن وہ روسیاہ غلط

سمجھ یہ غیر کی چلنا ہی اک غلط فہمی
کریگا عرض نہ تم سی یہ خیرخواہ غلط

تم اپنی شکل کو دیکھو رقیب کو دیکھو
اور اسپہ کہتے ہو میری نہین نگاہ غلط

رہو مدام تم اپنے مرنے کے دیوانے
تمہارے دل میں ہے جو صابر کسی کی جا غلط

ردیف طائ معجمہ

کبھی تو کرتے گنگ سے وضو واعظ
رہیگا مجمع رندان میں سرخرو واعظ

کریں نہ وعظ میں سنکر سیاہ مستی رند
بہت مثال مغنی ہے خوش گلو واعظ

ترے بدن پہ یونہی جھریان ہین پیری سے
ہوا ہے جیسے قبا پر تری اتو واعظ

نماز میں ہے عجب زور شور سے قرأت
نہ ٹوٹ جائے کہین آپکا وضو واعظ

سوا نہین مرے عصیان خدا کی رحمت سے
یہ ہرزہ گوئی کی تجھکو بری ہے خو واعظ

نگین دل پہ نہ ہو حرف پند کیون کندہ
رکھے جو رنگ اثر تیری گفتگو واعظ

جو ہوتی معنی لا تقنطوا پہ تجھکو نظر
نہ کرتا صرف عبادت مین عمر تو واعظ

خدا اٹھانے ابتو اوٹھا ہے جلد سے تجھے
کہ بیٹھے پھر در خمار پہ نہ تو واعظ

مجھے خطر ہے کہ ہین تشنہ لب بہت میخوار
اوڑا نہ دین وہ کہین تیری آبرو واعظ

بہت ہے نشہ مین پاؤن پہ لغزشون کا ہجوم
کرون مین کیونکہ عبادت مین جستجو واعظ

ملین اگر کسی ممسک کی آنکھ کے ڈورے
تو چاک زخم جگر کو کرون رفو واعظ

نہ ڈر خدا سے پہ کر خوف صبر صابر سے
برا بھلا اسے کیون کہہ رہا ہے تو واعظ

معلوم جب نشے مین ہوا بے مزا لحاظ
بے شرمیان ہم یہ ہوئین آنکھ کا گیا لحاظ

میری طرح رقیب کا بھی کھو دیا لحاظ
کچھ تو برے بھلے کا ہوا ہے بیوفا لحاظ

دیتے ہین مجھکو غیر کے پردہ مین گالیان
بے شرمیون مین انکی جھلکتا رہا لحاظ

کچھ اب تو بات بات پہ چھپتا ہی اسکا جی
پہلے تو مجھسے یار کو اتنا نہ تھا لحاظ

اتنا نہ بزمِ غیر مین گستاخ ہوجیے
نسوان کا ایک حسن ہی شرم وحیا لحاظ

ان چشم پوشیون کا نہین ہی گلا مجھے
اچھا ہی کچھ برا نہین ای بیوفا لحاظ

اس دولتِ وصال کو ضیا نہ لوٹ لے
ہی تیرے حق مین سیم بدن کیمیا لحاظ

ردیف عین مہملہ

ہو شبِ باران مین گر وصلِ بتانِ شنگ و شمع
نغمۂ مطرب ہوے ہوا ور صدائے چنگ و شمع

تھا میسر جنکو قصرِ عالی دا ورنگ و شمع
ہین وہ زیرِ خاک سینے پر ہین انکے سنگ و شمع

اوٹھ گیا بر سے جو وہ رشکِ گل و رنگ و شمع
مین ہوا سینہ زن و گریان مثالِ چنگ و شمع

روتے روتے شب گزر جاتی ہی دونون کو ہم
ہجر مین یکسان ہی تیرا عاشقِ دل تنگ و شمع

یان شبِ تاریکِ فرقت مین بھی ہی سامانِ عیش
آہِ سوزان سینہ کوبی ہی صدائے چنگ و شمع

لاغر ایسے تیرا دیوانہ نظر آتا نہین
رات بھر رہتا ہی دستِ کودکان مین سنگ و شمع

آتشِ دل مشتعل ہی بعدِ مردن اسقدر
ہی گدازش مین برابر قبر کا ہر سنگ و شمع

آستین سبز مین یہ ساعدِ سیمین نہین
صاف آتی ہی نظر فانوس مینا رنگ و شمع

دل فدا ہوتا ہی جو آتا ہی ساقی اسطرح
دوش پر خم ہاتھ مین مینائے مینا رنگ و شمع

جب لب معجز نمائے یار کی کھینچی شبیہ
ہو گئی گویا زبان خامۂ ارژنگ و شمع

فرشِ خاک و جامۂ باریک سی خوش ہی فقیر
اے ہوس کس زندگی پر خواہش اورنگ و شمع

یہ اوٹھا ہین شب فرقت کے صدمے زاہدا
ہمکو نفخِ صور و محشر ہی آہنگ و شمع

رات کو اک گل کے عشقِ شعلہ رخسار مین
بوستاں کی رہتی ہی آگے مرے فرسنگ و شمع

شمع عارض پر ہی تیرے سبزۂ خط کی نمود

آج تک دیکھا نہ تھا ہمنے یہ ربطِ سنگ و شمع

کیا شبِ تارِ لحد سے غم کہ پہلو مین ہی دل
ساتھ لیکر جائینگے صابر یہ ہمرہ لگن و شمع

کب چھپا سکتا ہی نورِ رخِ زیبا برقع
پردۂ دیدۂ بینا ہی تمہارا برقع

کھیلتا ہی اسی پردی مین یہ آہوی نگاہ
جالی آنکھونپہ جو رکھتا ہی تمہارا برقع

غنچہ و گل سی مشابہ ہی ہوئے خوشبو مین حباب
دھوئے دریا پہ جو آیا ترا میلا برقع

فکر ہی تجھکو مری خاک کی بربادی کی
کہ تری قد سے ہی اے یار سوایا برقع

دلِ صد چاک مین رکھتی ہین تصور سے تجھے
چاند کو ہمنے اوڑھایا ہی کتان کا برقع

عکسِ اسمین ہے نہین مائلِ نظارہ سے
رہتا ہی چین بجبین آئینہ سیما برقع

آپ کو کیون نہ لپیٹے رہے اپنے مین مدام
کہ مری طرح یہ رکھتا ہی تمنا برقع

خوب سمجھا ہی یہ داغ دلِ عاشق کا علاج
تمنے جو عطرِ حنا مین ہی بسایا برقع

رخ پہ اُسکے کوئی برقع ہی نہ چادر نہ نقاب
ہی فقط یار کی غفلت سی کنایا برقع

چشمِ حق بین ہے جو عالم یہ نظر کی ہمنے
ایک عارض پہ نظر آتا ہی صدہا برقع

بختِ عارض کا مری جان ستارا چمکا
تمنے سر سے جو شبِ وصل اوتارا برقع

وصف کس پردہ نشین کا یہ لکھا ہے صابر
کہ معانی نے بھی الفاظ کا اوڑھا برقع

ردیفِ غین معجمہ

ہو دلِ نالان کو شعلے سے اگر روشن چراغ
بے ملے پانیکے روغن مین ہی تسیون چراغ
ہم سیہ بختونکو ہو گھر مین اگر روشن چراغ
نیلوفر کا پھول ہو شعلہ گُلِ سوسن چراغ
حلقۂ عشاقِ سرگردان مین ہر دیدہ یون
جیسے فانوسِ خیالی مین کہین روشن چراغ
یون دلِ سوزان ہی میری سینۂ صد چاک مین
رات کو جسطرح سی رکھین پسِ چلمن چراغ
شب کو آیا چھپ کے مین بی نہین تقصیر کیا
آپکے گھر مین ہوا گویا مرا دشمن چراغ
اوس سی پڑتی ہی میری داغِ دل کے سامنے
خانۂ ویران مین کرتا ہی مرے شیون چراغ
ہر نفس شعلہ ہی میرا رال کی مانند اوڑے
مین جو پھونکون تو ابھی پھونکی مرا مسکن چراغ
تیغ سے لپٹا جو ہم آتش مزاجونکا لہو
بنگئی ہر ایک چشمِ جوہرِ آہن چراغ
اشک کے ہمراہ ہی لختِ دلِ سوزان مرا
یا خدا برسات مین کیونکر رہا روشن چراغ
پاسِ ہمدردی سے بلبل کا بنایا ہمنے کام
گل ہوا جب دم رکھا اپنے سرِ مدفن چراغ
آہ کی کثرت ہی اور سینے مین ہی سوزانِ دل
ہمنے آندھی مین چھپایا ہی تہِ دامن چراغ
اسقدر اوٹھی ہین شعلے آہِ آتشبار کے
ہی شبِ یلدا مین عالم کو مرا مسکن چراغ
میرا رنگِ زعفرانی مژدۂ شادی ہوا
ہنستا ہی گھر کا مری ای غیرتِ گلشن چراغ
گر مسی مالیدہ لب کو تم دکھاتے باغ مین
آتشِ حسرت سے بنتا ہر گلِ سوسن چراغ
آگ لگ جاتی ہی میرے داغِ دل کے سامنے
یان جلانے سے بھڑکتا ہی بہت مدفن چراغ

بعد مردن بھی ہے اے صابر وہی اپنا فروغ
ذرہ ذرہ ہی ہماری خاک کا روشن چراغ

منفعل ہوتی ہے ابکی مہمان سراے داغ جو آگیا غریب یہان اسنے کھای داغ
اپنی حیات سے ہے زیادہ بقاے داغ لاکھون ہماری خاک کے ذرے زمین پہ داغ
عیسی سے آفتاب کی سوزش نہ مٹ سکی اللہ کے بھی گھر مین نہین ہے دواے داغ
اک رشتۂ نفس ہے بپاے دودِ جگر کے ساتھ مثل چراغ سینے مین کسنے جلاے داغ
کاغذ کبود رنگ ہے نامے کا یار کے سینے ہمارے عشق مین سینے پہ کھاے داغ
ہرگز نشانِ تیغ محبت نہ مٹ سکا تجھسے جس جگہہ پہ زخم وہان دیکھے پاے داغ
مین ایسا کون تھا کہ مجھے چھیڑ چھیڑ کر اے چرخ تونے اپنے جگر کے مٹاے داغ
تن اپنا داغ داغ ہوا سر سے پاؤن تک ہے ہمنے عاشقی کو اوڑھائی رداے داغ
نیلم کے کچھ نگین ہین کچھ آویزے لعل کے زیور کی طرح ہمکو فلک نے پنہاے داغ
داغوں سے اور بھی دل مضطر چمک گیا دیتی ہے زر کا کام مجھے کیمیاے داغ
اظہار سوزِ ہجر کیا خط مین اسطرح کاغذ پہ سینہ چاک کی ہمنے بناے داغ
مثل نگین ٹھر گیے ہم تیرے نام کے سینے پہ تیرے نام کے حرفونکے کھاے داغ

صابر ہے ان بتون کی محبت سیاہ روی
اخگر کی طرح تیرہ ہے جب بجھاے داغ

ردیفِ فا

دہن کا شوق ہے رغبت تری کمر کیطرف نگاہ کر مری باریکئی نظر کیطرف
وہ بدنصیب ہون اُن مین بھی گئی گر دیکھو لگاے کان جو سنیے تری خبر کیطرف

عدو کو تیرا بھروسا نہ مجھکو اس کہ تو
کبھی ادہر کیطرف ہے کبھی اُدہر کیطرف

وہ شور بخت ہوں بنتا ہے وہ بھی سنگ گراں
جو طفل پھینکتے ہیں سنگ میرے سر کیطرف

کہیں اُلجھکے وہ پہنچائیگی گزند اُسے
یہ زلف بڑھکے چلی کیوں تری کمر کیطرف

یہ اشتیاق تو دیکھو ابھی گیا نہیں وہ
پہ دوڑتا ہوں میں اُٹھ اُٹھکے نامہ بر کیطرف

نہ رکھ بدی پہ نظر نیکیوں سے باز نہ رہ
کہ سنگ پھینکتے ہیں شاخ پُر ثمر کیطرف

ملا نہ چین مری پاؤں سو گئے دونوں
کئی قدم میں چلا تھا تمھارے گھر کیطرف

یہ میرے قتل کی اُسکو خوشی ہے اے صابر
کہ تیر آتے ہیں رقصاں مرے جگر کیطرف

شکل ہے جو پیچ و تاب عاشق مضطر کی زلف
دود ہے آتش ہے اس رشک مہ انور کی زلف

ہو وہ مایوس شہادت گر انکو عزم قتل
بال ہو جائے ابھی شمشیر میں جوہر کی زلف

تیرے سودائی کی آنکھوں سے اگر دریا بہے
دست موج اشک میں ہو جائے لنگر کی زلف

سانپ جادو کا کہیں کیونکر اُسے موسیٰ نگاہ
دود شمع طور ہے رشک مہ انور کی زلف

وقت مے نوشی گرہ ہو جائیگی وہ حلق میں
طالب پیمانہ ہے موج مے احمر کی زلف

پڑتی ہے ہم خاکساروں کی نظر وقت خرام
موجۂ ریگ رواں ہو جائیگی دلبر کی زلف

موتیوں کا دل جو پھٹ جائے دیکھکر دندان یار
ہو رگ ابر بہاراں موجۂ گوہر کی زلف

کوہکن الجھا رہا خارا شگافی میں کہاں
کوہ کی چوٹی کو کہہ سکتے نہیں پتھر کی زلف

اپنے دانتوں نے اسکو کر دیا گرد اس طرح
آب گوہر نے نہ دھوئی موجۂ گوہر کی زلف

جنبش اسکی دیتی ہی ہم داد خواہونکی
شکل زنجیر عدالت ہی بت کافر کی زلف

مثل دامان خاک اوڑائیگی درازی مری
رفتہ رفتہ ہوگئی جاروب اسکی گھر کی زلف

عطر جو تم نے لگا کر دھوپ مین شانہ کیا
اسقدر چمکی ہوئی تصویر تار زر کی زلف

بکھری رہتی ہی رخ جانان پہ اے صابر
ہی پریشانی نظر کی آئینہ پیکر کی زلف

ردیف قاف

بنا ہی فازہ بہم سے گل وہ غنچہ لب
یہان ہی نشئہ سے بہتر خمار کی رونق

بگڑ کے بھی وہ بنا ہی رہا مری آگے
سمائی یہ مری آنکھون مین یار کی رونق

کبھی نہ اوڑ کے پڑا یہ تمھاری دامن پر
ہوئی نہ خاک ہماری غبار کی رونق

الہی پھر ہو یہ دہلی اسیطرح آباد
مٹی ہی تخت کے ساتھ اس دیار کی رونق

ملے دلے ہوئے آتے ہو بزم صابر سے
کہ وہ نہین رہی پھولونکے ہار کی رونق

ہوئی خط سے کتاب عارض دلدار کی رونق
کہ سمجھین صفحہ پر ہی جدول زنگار کی رونق

کنار برق بیتابی کی یہ پروردہ ہی سیماب
رہی بیتاب ہونے سے مری جان زار کی رونق

یہ کس نے نقد نظارہ کو مال مفت سمجھا تھا
برنگ بو اوڑی جو اس گل رخسار کی رونق

قریب شام سورج کی کرن پر نور ہوتی ہی
نہ کیون اس زلف مین ہو طرہ زرتار کی رونق

بجا ہی گر کہین اسکو ہلال شکجالی ہم
سمائی چشم تر مین ابروے خمدار کی رونق

لب ہر زخم پر کیا کیا نہ جوشِ خندہ تھا ہمدم
وہ جس دم دیکھتے تھے خنجرِ خونخوار کی رونق

مین اس ہنگام جہان مین وہ گلِ گلزارِ الفت ہون
رہونگا دوستونکے گوشۂ دستار کی رونق

نہ گھبرانا ہجومِ رنج و فرطِ درد سی صابر
کہ ہی افواج کی کثرت سی ہی سردار کی رونق

یہ نہ سمجھو تم کہ صابر ہم ہین ناکامِ قلق
صبر تم سمجھی ہو جسکو وہ ہی انجامِ قلق

دیر مین آنا بھی تیرا ہی غنیمت مثلِ بدر
شب تو گزری عیش سے گو سخت ہو شامِ قلق

سیکڑون طائر پھنسے اور ہو گئی لاکھون رہا
ہم تڑپتے رہ گئے یونہی تہِ دامِ قلق

ہی یہ تاثیرِ قلق بیٹھے نہ نقش اسکا کہین
ہم نگینِ دل پہ کھدوائین اگر نامِ قلق

کینۂ گردون کی ہر گردش مین ہی رنگت نئی
کیون بسر ہوتے نہین یارب یہ ایامِ قلق

تن مرا جیسے تڑپنے سے ہوا ہی چاک چاک
یا الٰہی ہو یونہی صد پارہ اندامِ قلق

لیتے ہین بوسہ تری رخسارِ آتش رنگ کا
اوڑ گئے سیماب کے مانند ایامِ قلق

وہ مری جان ہی ادہر آتا ہی الٰہی خیر ہو
جان تک مجھکو بری لگتی ہی ہنگامِ قلق

کبتلک ای چرخ یہ روباہ بازی کبتلک
صبحِ عشرت غیر دیکھین اور ہم شامِ قلق

تو برا ہی کہ یہ کچھ منھ سے کہے جا ناصحا
اب کچھ تسکین مجھے ہوتی ہی ہنگامِ قلق

ردیف کاف

وہ سمجھین جو دیکھی کسی تدبیر سے نمک
بہتر سوا ہے حق مین وہ اکسیر سے نمک

جدا آ کے مجھا تو مرے اشکِ شور سے
حاصل ہی مزہ کہ یار کی شمشیر سے نمک

دشنام کا ہی لعل نمکریز پر ہجوم
حاصل ہوا گناہ کی تعذیر سے نمک

مٹ جائین پر پسیجین نہ حیرت زدہ کبھی
تو ملکے دیکھ کاغذِ تصویر سے نمک

ڈوبا ہون عشق کانِ ملاحت مین کیا عجب
تن مین ہر استخوان ہو تاثیر سے نمک

دیوانگی مین گر ہین یہی شور بختیان
ٹپکیگا شورِ نالۂ زنجیر سے نمک

آلودہ پا ہی اپنی مژہ اشکِ تلخ سے
پایہ ٹپک رہا ہی ترے تیر سے نمک

اُس بُت کے ہی لبِ نمکین سے برابری
پستا ہی ہر جگہ اسی تقصیر سے نمک

ہر زخمِ دل کی سوئے نمکدان لگی ہی آنکھ
بہتر ہوا ہی سرمۂ تسخیر سے نمک

کیون سمجھین اسکا حق کہ نہ چکھا تمامِ عمر
ہمنے تو مطبخِ فلکِ پیر سے نمک

پوچھین تو اُس دہن مین ہین بیمزہ ہمین
کیونکر نہ رشک ہو تری تقدیر سے نمک

ایذا طلب ہون پھر مرے زخمون پہ چارہ ساز
ہوگا فزون مجھے یہ طباشیر سے نمک

وہ بدنصیب ہون جو وہ جھوٹی بھی چھڑکی ان
ہو جائے عکسِ لب مری تقدیر سے نمک

صابر وہ دردمند ہی آ چارہ جو تری
ٹپکیگا چشمِ سوزنِ تدبیر سے نمک

اشکون مین بہین لختِ جگر روز کہانتک
برباد کرون لعل و گہر روز کہانتک

اُٹھین تبِ فرقت کے ضرر روز کہانتک
ہو صبر بھی اے دیدۂ تر روز کہانتک

خاموشی مری قفلِ دہن انکو ہوئی ہی
شر مجھسے کرین بانیِ شر روز کہانتک

چھوڑینگے ہم اندازِ محبت کو نہ اپنے
پلٹیگی تری ہم سے نظر روز کہانتک

مین باندھتا ہون لُتھہ یہ ہر وقت کی کھٹ چھوڑ
رکھونگا تری پاؤن پہ سر روز کہاں تک

وہ آنکھہ بچی اور گئے غیر کے گھر مین
رکھونگا اُنھین پیشِ نظر روز کہاں تک

ہم ہاتھہ دعا سے نہ اُٹھائینگے یہ دیکھین
پہلو تہی کرتا ہی اثر روز کہاں تک

صابر پہ کرو اتنی جفائین کہ سہی بھی
ہر چند وہ سہتا ہی مگر روز کہاں تک

پہنچے جو اُس گلی مین مری ایک بار خاک
کھینچے فلک پہ اپنا سرِ افتخار خاک

مل جا کہ اوڑنی خوب نہین بار بار خاک
غصّے کو تھوک رنج پہ ڈال ای نگار خاک

ہی شکلِ گرد باد مری گردِ یار خاک
زندہ سے ہی زیادہ مری ہوشیار خاک

ہی ضعف کے سبب سے بہت شرمسار خاک
پہنچے تمھارے در پہ ہمارا غبار خاک

بعد وصال بھی نہین باقی قرار خاک
کیا کیا اوڑائی تونی مری اے نگار خاک

سرکش ہوکیا عدو مری طبعِ بلند سے
پہنچے نہ آسمان پہ کبھی زینہار خاک

اشکون کی جائے خاک برستی ہی چشم سے
کیا برہین دل ہوا اثرِ اشکبار خاک

دامن پہ جسکے جاکے لگی اُسنے جھاڑ دی
میری طرح کسی کی نہ ہو بیوقار خاک

یہ گرمِ جستجو ہون کہ بعدِ وصال بھی
ریگِ روان بنی مری ای کینہ کار خاک

تیغِ نگہ کو سرمے سے آلودہ کر مگر
پڑتی ہی میرے خون پہ کیا ای نگار خاک

نخوت سے پاؤن وہ نہین رکھتی زمین پر
سرکو ہوا ہی جب سے کہ یہ خاکسار خاک

تو وہ بنائے شیر فگن میری خاک کا
آجائے کچھ تو کار مین پروردگار خاک

اُس گھر میں مثلِ سایۂ دیوار اوتر گئی
رکھتی ہی اتنی حسرتِ دیدارِ یار خاک

وہ ضعف کا اثر ہی یہ تاثیرِ اضطراب
اُٹھ اُٹھ کے بیٹھ گئی مری دو چار بار خاک

گر تو کرے نہ صید تو قفس کی طرح سے
جلکر ہوا ہی آگ میں خود بھی شکار خاک

چھپتی ہی زیرِ سنگِ لحد دیکھکر ہمیں
کیا جانئے تم سے کیوں ہی مری شرمسار خاک

بوئے شراب آئی ہی کچھ آج دشت سے
شاید یہاں ہوا ہی کوئی مے گسار خاک

کچھ بادہ خواری کفر نہیں زاہدا سمجھ
کیوں پھانکتا ہی اسقدر ای جیفہ خوار خاک

وہ بدنصیب ہوں کہ جو وہ فاتحہ کو آئے
لیجائے سیلِ گریۂ شمعِ مزار خاک

ساقی خُمِ شراب ٹپکتا نہ اسقدر
رندِ سیاہ مست کی ہی اشکبار خاک

ہر ذرّہ اپنی خاک کا ہی شکلِ داغِ ہجر
صابر ہی اپنی رشکِ دہِ لالہ زار خاک

ردیفِ لام

اب فکر یہ نہیں وہ ملے یا ملائے دل
یا رب کسی طرح مری قابو میں آئے دل

کیوں چشمِ گریہ بار نہ اب خون بہائے دل
کیا مانگی اک نگہ بھی نہیں خونبہائے دل

کچھ زرد میں نہیں یرقان سی طبیبِ عشق
میرے گلو نہ ڈال یہ تو کہربائے دل

تو بھی ہوس اس مسِ ہستی کو زر کرے
میری طرح ملے جو تجھے کیمیائے دل

دل اُٹھ گیا جہان سے گھبرا کے عاقبت
رنجش تری ہوئی خضرِ رہنمائے دل

کس گل کے عشق کا یہ اثر ہی کہ بن گئے
گلدستۂ ریاضِ جہان داغہائے دل

اجرت مین خطِ یار کی کیا نامہ بر کو دون
ہی نقدِ داغ پاس سو وہ بھی عطاے دل

نازک دلونکو ہوتا ہی نازک دلونکا پاس
ٹوٹے جو دل حباب کا تو ٹوٹ جاے دل

قاصد پختہ مغز ملے گا نہ غیر سے
ایسے خیالِ خام نہ ہرگز پکاے دل

پھر دل مجھے نصیب کہان کیون ستم سہون
تجھسی ہزار جان کرون مین فداے دل

تیری گلی سے ایسا ہی جاؤن کہ پھر نہ آؤن
گر ہو نہ پاسِ حلقۂ دامِ وفاے دل

ای جان لاکھ جان سے تجھپہ ہے فدا
کیونکر نہ لاکھ جان سی ہوئین فداے دل

ای ضبطِ دردِ عشق چھپے کیا کہ آتے ہین
تارِ نفس مین لپٹے ہوے پارہاے دل

اس مین ہزار حسرت و ارمان ہوے شہید
ہی کربلا ربلا سے بنی کربلاے دل

دستارِ مہرِ حشر کی زینت سی ہو گئی
سر پر رکھا جو طرۂ آہِ رساے دل

ہم بھی جفا پسند رہینگے یہی سہی
گر ہی پسندِ خاطرِ عاطر جفاے دل

اچھا تو ہی جو دل یونہی بیگانہ وش رہی
بیگانہ وش جہانسے رہا آشناے دل

وہ کیون خدانخواستہ غیرونمین جائیگا
ہرگز منافقون کے نہ کہنے مین آئے دل

بیدل سمجھکے یہان نہین آتا وہ شاہِ حسن
ہم نقدِ جان نثار کرین گو بجاے دل

دشمن کی خاک اُسکو اڑاتی فلک ہی
ایسا نہو کہ خاک مین محنت ملاے دل

ناصح یہ پند و وعظ بجا ہی پہ یہ کہو
کیونکر سنبھالیے جو سنبھالا نجاے دل

کہتا ہی وہ کہ کھوتا ہی کوئی بھی ایسی شئے
کہتے ہین جسکے سامنے ہم ماجراے دل

صابر سنا دی مطلعون کی بھی غزل یہان

کن کن فصاحتون سے ہین تو نے بٹھائے دل

گو دلگی ہی خوب پہ کیا لطف اُٹھائے دل
طاقت نہین رہی کہ کسی شئ پہ آئے دل

اچھا تو ہی کہ آتشِ اُلفت جلائے دل
ہو گی چراغِ خانۂ کعبہ بجھائے دل

بت کیا خدا سے بھی نہ ملون بے رضائے دل
ہون اسقدر اسیرِ کمندِ ہوائے دل

تم نے ہین عاشقون کے ہزارون چرائے دل
پھر تم سے کس اُمید پہ کوئی لگائے دل

مرنا قبول ہی پہ نہ ایذا اُٹھائے دل
یارب بلا سے جان پہ آئے بلائے دل

دیکر زبان ہو وجہ سیلِ بکائے دل
گرداب کے دہن ہی سے سینگے تمنائے دل

پوچھون اگر کہین ملے مجھکو خدائے دل
کیون اِن بتون کے سنگ سے بدتر بنائے دل

جس شعلہ خو سے اُنس ہو وہ ہی جلائے دل
تاثیرِ بختِ خفتہ ہوئی ہی دوائے دل

ابرو تمھارے کیونکہ ہون جب خاروائے دل
ہو ناخنِ ہلال نہ عقدہ کشائے دل

نفرت یہ ہی عدو سے اگر تو ملائے دل
دل ہاتھ مین رکھے تو پھر ہاتھ سے آئے دل

کیون اُس ستم شعار کے قابو مین آئے دل
گردن پہ پھیرتی ہے چھری تیغِ وفائے دل

ہو دل سے تنگ جا کے کسی ایسی جا کہ دل
ہین دل کو پھر نہ پاؤن نہ پھر مجھکو پائے دل

گر تجھکو گرم گرم غزل پھر سنائے دل
صابر مین لاکھہ بار ہون صدقے فدائے دل

یہ عاشقون کے خاک مین آ ملائے دل
ہین اُس گلی کی خاک مین ذرّے گلی جائے دل

حاصل ہوئی یہ سنگدلون کو صفائے دل
آئینہ گرفتہ ہی بر مین بجائے دل

روشن مثالِ شمع کرے گا خدائے دل
شمعی ہے اِس لئے صفتِ کہربائے دل

ماہی ہے جس طرح قفسِ خارزین مین قید
مین ہون یونہی اسیرِ کمندِ ہوائے دل

جالیکے پیرہن سے عیان جیسے ہے وہ جسم
یون ہے مری مشام سے ظاہر جفائے دل

آلودہ ہون یہ حال مین اپنے کہ اِندنون
ہے ذکرِ حسنِ یار نہ فکرِ جفائے دل

دلکے خموش رہنے سے چپ لگ گئی مجھے
قفلِ دہن ہوئی نگہِ سرمہ سائے دل

عقبیٰ کی فکر اور نہ دنیا کا غم مجھے
صرفِ جفائے دوست ہون صرفِ وفائے دل

وہان کچھ کشش نہ کی مجھے کاہیدہ جانکے
پھرتا ہے کھینچے کاہ غلط کہربائے دل

کیا جانے اسمین خوبیان کیا ہین جو آپکو
سب جسم مین پسند نہین کچھ سوائے دل

ہمنے سمجھا کے اشک مین بھیجا دمِ قبول
دل مین حریفِ آتشِ غم ہے دعائے دل

کام آئینگی جہان مین مردہ پسندیان
اچھا ہوا کہ فوت ہوا مدعائے دل

کس تیغِ موجِ خندۂ گل کا فگار ہون
خوشبو مین برگِ گل سی ہوا پارہ ہائے دل

جادو نگار چشم ہے معجز طراز لب
قبضے مین آپ کے ہے فنا و بقائے دل

مشہور ہے جہان مین تری تنگ چشمیان
بے دید کیونکہ تری نظر مین سمائے دل

کیونکر زمین پہ پاؤن رکھے تو غرور سے
بکھرے ہوئے ہین گھر مین ترے جا بجائے دل

صابر سنا کچھ اور بہ تبدیلِ بحر تو
ہان یہ وہ شعر سنکے جسے ٹوٹ جائے دل

کسطرح بہلاؤن گھٹ گھٹ کے مونہہ کو آئے دل
دل کہین لگتا نہین یار کہین لگجائے دل

جسقدر پتھر کے نہین ہوتا خلل مثلِ خلیل
ہو گئی گلزار مجھکو آتشِ سودائے دل

زیرِ پا اپنے بنا ہر سنگ ریزہ آفتاب
آسمان سا آبلہ لازم ہی بہرِ پائے دل

سانس کی ہمراہ ہوتی ہی کھٹک یعنی ہر دم
ہی مگر سینے مین کوئی ریزۂ مینائے دل

رکھ نہ اپنے طالبِ دیدار کو محروم تو
باندھ گھر مین پردہ ہائے دیدۂ بینائے دل

جی اٹھا دشنام سے حرکت جو اُس کو ہوئی
قم باذنی مین کہان ہی قوتِ احیائے دل

ہو گیا عکسِ رخِ دلدار پتھر کی لکیر
اسقدر دلچسپ ہی آئینۂ سیمائے دل

دیکھتا ہون دل پہ ڈرتا ہون مین اے بادہ گسار
طاقِ نسیان پر نہ رکھ دینا کہین مینائے دل

زخم ہو جاتا ہی اچھا داغ رہجاتا ہی وہان
لالۂ خود رُو سے پُر ہی دامنِ صحرائے دل

بیچتا ہون مین اسے بازارِ الفت مین مگر
دیکھیے کن نا دہندون سے بنے سودائے دل

اسکے پیچھے کیون نہ مین نالان پھرون مانندِ جرس
ہی تر از زندانِ گیسو محملِ لیلائے دل

یہ کبھی اک سیمتن کے وصل پر طامع نہ ہو
نا اُمیدی کو سمجھ صابر نہ استغنائے دل

اسی قید سے ہوئی کہ نہ اُٹھائے بلبل
زرِ گل سے گر سلاسل ہی بہرِ پائے بلبل

نہ کھلے سہی کھلینگے جو مراد پائے بلبل
کہ یہ غنچہ خزان مین اثرِ وفائے بلبل

لیا ہمرہِ بہاران مگر اُسکا طائرِ جان
کہ برنگِ گل ہی خندان گلِ نقشِ پائے بلبل

کوئی گل سوائے بلبل مری قبر پر نہ لائی
مری قبر پر نہ لائی کوئی گل سوائے بلبل

ہمہ تن ہون داغِ فرقت ہمہ تن ہون صرفِ نالہ
کبھی ہمقرینِ گل ہون کبھی ہمنوائے بلبل

اثرِ شمیمِ گل ہو ترے وجودِ دل مین پیدا
اگر آتشِ گل ترا دل جلائے بلبل
تری صرصرِ فنا سے مجھے خوف ہے یہ ہر دم
ترا آشیان چمن سے کہین اوڑا دے بلبل
تنِ زرد پر جو تیرے گلِ اشرفی ہو سودا
وہ ترے نحاس تن کو زرِ گل بنائے بلبل

مرے غم سے ہو وہ ماہر جو مین جاون باغ صابر
ابھی گا کے دو ترانے مرا غم سنائے بلبل

اکدن کبھی کی گرم نگہ اپنی سوئے گل
بن کر دود اوڑنے لگے رنگ و بوئے گل
دل سے مجھے پسند ہے یہ وضعِ بوئے گل
جیتی کبھی پھر اسنے کیا رخ نہ سوئے گل
بلبل کا دل فگار ہوا جا کے سوئے گل
شمشیر آبدار ہوئی موجِ بوئے گل
اُس برق وش کی ہے نگہِ گرم سوئے گل
ہے مثلِ آبِ آئینہ خشک آبروئے گل
کیا کیا مزے دکھائے لطافت نے جسم کی
ہر دل عزیز ہو گئے تم مثلِ بوئے گل
زینت فزائے باغ ہوا جب وہ رشکِ حور
شبنم کی طرح اوڑنے لگی آبروئے گل
وہ گردِ بے ثباتی سے ہرگز نہ پاک ہو
شبنم اگر ہزار کرے شست و شوئے گل
اپنی تلاش حسن کو ہے آپ مثلِ عشق
بلبل بنی اوڑی جو گلستان سے بوئے گل
اے عندلیب محوِ گلِ داغِ دل نہ ہو
ہے خود گمی کی مشق تجھے آرزوئے گل
جاتی وہین گیا تھا جہان موسمِ بہار
بلبل سے خوب ہو نہ سکی جستجوئے گل

ستارہ سان ہین اشکِ تر ہمرہ ساتھ ساتھ
صابر کو کہکشان ہے رہِ جستجوئے گل

ہوئے تم جو فقری بنانے کے قابل
تو جاہل بنے سب بتانے کے قابل

کھلاؤن قسم تو کہین آہین ستم ہی
نہین ہی یہ شے کوئی کھانیکے قابل

وہ کچھ اکھڑی اکھڑی رہی مجھسے تسکو
وہ تھا وقت رنگت جمانے کے قابل

ستانیکی حسرت ہی اس کم سخن مین
ابھی ہو تو لو تم ستانے کے قابل

نہ پوچھو کہونگا تو شرماؤگے تم
نہین حال میرا سنانے کے قابل

نحیفی مین ہاتھ اُنسے کیونکر اُٹھاؤن
نہین ہاتھ میرا اُٹھانے کے قابل

کبھی مُنھ ہم آئے جو محفل مین اُنکے
کہا تم نہین مُنھ لگانے کے قابل

بیان کی صفائی پہ جھابیہ پسلو
یہ دنیا نہین دل لگانے کے قابل

ردیف میم

تجھسے خواہانِ مدد ہین چشمِ دریا بار ہم
یار کے گھر مین گرین جیسے صورتِ دیوار ہم

جب بُلالے تو نکل جانیکو مین تیار ہم
ہو گئے دشمن کا گویا مطلبِ دشوار ہم

نامہ ہو دربند مل سکتے نہین زنہار ہم
ہین صفِ مژگان مگر اے دیدۂ بیدار ہم

کچھ گزر جای خبر رکھتے نہین زنہار ہم
تیری غفلت ہو گئے ای ساقی ہُشیار ہم

سادگی سے نیک و بد مین اُٹھ گئی ہمکو تمیز
جی مین جو آتا ہی کہدیتے ہین ای دلدار ہم

الله الله بے دہانی مین ہی یہ جوشِ سخن
دیکھتے ہین مُنھ ترا حسرت سے ای عیار ہم

ہر قدم پر ہین چھلکتے اشک جامِ چشم سے
بنگئے محفل مین تیری ساغرِ سرشار ہم

عمر بھر پرواز کی پرواز کی حسرت رہی
طائرِ تصویر ہیں اے غیرتِ گلزار ہم

مثلِ بوئے گل جو ہمراہی کرے موجِ نسیم
آپ سے باہر نکل جانیکو ہین تیار ہم

ے سے کیا تابِ ثبوت رکھتے ہین گو ہین مثلِ قدح
حلقۂ گرداب دورِ ساغرِ سرشار ہیں ہم

وئی دنیا مین نہین ہمکو سمجھتا معتبر
بنگئے گویا کسی بدعہد کے اقرار ہم

زاہدا نیکونکی صحبت سے سعادت ہو حصول
دیکھکر صورت تری پڑھتے ہین استغفار ہم

اشکِ شادی سے ہے عینِ وصل مین وقتِ فریب
ہو گئے دو آنسوؤن مین یار تم اور دار ہم

عشق دل پر چھا جائین گر تری مثلِ غبار
مثلِ حرف اٹھین نہ جاہل سے کبھی زنہار ہم

یا نہ تعذیر پائی آکے محفل مین تری
اٹھتے ہین تعظیم کو اک اک کی سو سو بار ہم

موت کو بھی دیدیا آتے دمِ بازپسی بار
دیکھو صابر مرتے مرتے بھی رہے ہشیار ہم

ن بھر جدا نہ ہونگے کبھی اسکے گھر سے ہم
سائے کی طرح لپٹے ہین دیوار و در سے ہم

اٹکائین گے نہ دل تری موئے کمر سے ہم
جبتک کہ دیکھ لینگے نہ اپنی نظر سے ہم

واقف ہین اور نہین بھی ہین تیری کمر سے ہم
کم جانتے ہین کیا اُسے اپنی نظر سے ہم

گر کر نہ مثلِ برق اُٹھے خاک پر سے ہم
کچھ اسطرح گرے ہین تمھاری نظر سے ہم

ہو اپنا روسیہ جو زمانیکو دے پناہ
سنتے ہین یہ کلام ہمیشہ سپر سے ہم

پایا خفیف ہو کے فرشتوں کا مرتبہ
اچکے لپٹ کے چرخ پہ نورِ قمر سے ہم

یہ لاغری ہے الفتِ گیسو مین آپکے
دو ہاتھ اونچے اڑتے ہین بوئے اگر سے ہم

روشن کرین گے ہجر کی شب مین ابھی سے شمع
کافور ہاتک لائینگی تھوڑا سحر سے ہم

غنچے کیطرح ہین لب خامش سے تنگدل
ای شمع اب زبان نکالین گے سر سے ہم

گردش ہی دست غیر سے دولاب کی طرح
سو سر ہون تو چھٹین گے نہ دوران سر سے ہم

ہوگی ہمائے اوج سعادت ہماری روح
قربان ہو کے چھوٹ گئے آپ پر سے ہم

عالم کو صدق و کذب کا ہم پر ہی احتمال
کچھ کم نہین معانئے لفظ خبر سے ہم

کچھ شرط پاؤن کی نہین کوشش مین آپکی
دریا کی طرح پھرتے ہین ہر وقت سر سے ہم

مرنا ہین قبول وسیلے کی موت سے
کھا جائین سم بچین جو دوا کے اثر سے ہم

صابر ہین موج بحر جہان حیات کی
تا زندگی نہوئینگے فارغ سفر سے ہم

عدو کی نظرین بچا کی تنہا ملین جو گوشے مین یار ہم تم
گلے سے مل ملکے خوب روئین نکالین دلکی بخار ہم تم

اُسی طرح سے ہین تم پہ مائل اُسیطرح ہین ترے غم سے گھائل
اُسیطرح سے ملا ہوا دل جدا ہین ای گل ہزار ہم تم

ہمھین ہے بدنامیونکی دہشت ہماری دل مین ہے اُس سے وحشت
اگر نہ ظاہر مین ہوئے فرصت تو خواب مین ہون دوچار ہم تم

نہ ہوجے مضطر بغیر دیکھے نہ وقت بے وقت آکے ملیے
چھپانی الفت جو ہے تو پہلے جتائین یون اعتبار ہم تم

رکھو رقیبونسے بھی تو جھل بل نہ تا مزو ہمین کوی پڑی بل
یہ خوب ٹھٹی ہے اسکی اوجھل مدام کھیلین شکار ہم تم

گزار دین گے خوشی مین راتین مزے مزے کی نکال گھاتین
کرینگے بے شرمیون کی باتین رہین گے خود شرمسار ہم تم

ذرا بھی تم نے جو دی رکھائی تو اسکو ہم سمجھے بیوفائی
ادا ہو کیا رسم آشنائی ابھی ہین ناکردہ کار ہم تم

اگرچہ ظاہر خفا خفا ہین ہزار جانسے مگر فدا ہین
کوئی ملا بھی نہ ایسا ہوگا لڑے ہین جیسے کہ یار ہم تم

جو ہم ہین صابر تو ہین دباتے عدو کی باتون مین کیا ہین آتے
کسی کا دنیا مین کیا دھراتے ڈرین جو اک اک سے یار ہم تم

ردیفِ نون

کس سے شرماتے ہو تم برقع نہین سر پر نہین
ہین تو یون بستر پہ ہون گویا کہ اپنے گھر نہین

دھیان اس رفتار کی کچھ فتنہ زائی پر نہین
اب تلک کھائی جو دشمن نے کوئی ٹھوکر نہین

گردشونسے کس لئے فرصت مجھے دم بھر نہین
اے فلک کچھ مین ترے تقدیر کا چکر نہین

یہ بھی کچھ ہٹ ہے کہ ہٹتے سوال پر نہین
ہین کبھی سننے کا ان باتونسے ای کافر نہین

ہم گنہگارون کا ہوتا دخل کیون اس پر نہین
کچھ ترا چاہ زنخدان چشمہ کوثر نہین

نی سے آنکھ کو عشوہ کوشی شتاق ہے
کچھ تو ہر کی ہے تیغ اسمین کوئی جوہر نہین

تیری وعدون مین غلط اندازیون کا رنگ ہے
ہاتھ ہنگامِ قسم اغیار کے سر پر نہین

یون بھری آنکھین ہوای بوسۂ چاہِ ذقن
سر ہمارا کچھ حبابِ چشمۂ کوثر نہین

شبنمستان ہوگیا ہی مطلعِ خورشید آج
مہروش سر پر تری شبنم کی یہ معجر نہین

غیر دل مین بس رہی ہین کیا گزر اپنا ہو وہان
سچ ہے یہ بنتا کسی کا یار گھر مین گھر نہین

جوہرِ ذاتی کو ہے آرایشون سے کام کیا
سیمتن پوشاک تیری گر نہین پُر زر نہین

کام اپنا کیا بنے جب ہو یہ پابندِ شرم
آپ غصّے مین بھی ہوتے آپسے باہر نہین

نیزہ ہم شور بختون کا دہانِ زخم ہے
تیز ہمسا ہے یار تیری ماہیِ خنجر نہین

نکلے کس ذلت سے صابر اور رہین ہم جو وہین
بیٹھتے آرام سے دو دن بھی اپنے گھر نہین

رحم دل مین آپکو اتنی صفائی پر نہین
صورتِ مرآت سنگی ہو کوئی جوہر نہین

یون جما ایسا کہ ہلتا بھانسے مین پتھر نہین
کچھ تنِ لاغر رگِ سنگِ درِ دلبر نہین

اسقدر رُخکی صفائی خوب ای کافر نہین
حرفِ مطلب کچھ بھی رکھ سکتا ترے منھ پر نہین

ہائی ای محرومیِ قسمت کہان ہم چھوٹ کے
لائی وحشت اُس بیابان مین جہان چھپّر نہین

ہوگئی اے بحرِ خوبی دام مین ماہی اسیر
رشتۂ رگہائی گردن مین ترا خنجر نہین

عین حکمت ہے شبِ تاریک مین جلنا مرا
غیر آسکتے گلی مین یار کی چھپکر نہین

گل کھلایا ہی عکسِ روی گلگون نے ترے
ورنہ دیکھا آبِ آئینہ کا رنگ احمر نہین

چشم سے اُسکی گلِ نرگس کو جب تشبیہ دی
کسل واسطے یہ کہا آنکھین ترے منھ پر نہین

اشک نے اسکو بجھا کر کیون گُل دمن کیا
کچھ دلِ پر داغ اپنا لالۂ احمر نہین

میری آمد ہوگئی کیون مہرِ خاموشی اے
بزمِ خوبان ہے یہ کچھ بتخانۂ آذر نہین

کیون تڑپتے ہم جو اپنے سینے نکلتا اپنا دم
پر کرین کیا اے پیامِ شوق تیرے پر نہین

ہم ہے حسرت ہے الم ہے یاس ہے افسوس ہے
اتنی بربادی پہ بھی ویران ہمارا گھر نہین

اپنے ڈھب کا ہم بنا لیتے تجھے اے سیمتن
پر سکھاتا ہمکو کام اپنا کوئی زرگر نہین

کیون خمِ ابروئے جانان کی طرف رکھتا ہے رخ
طائرِ قبلہ نما میرا دلِ مضطر نہین

زاہدا توبہ کرینگے اب تو پینے دے شراب
ایک دو دن مین بپا ہوتا کوئی محشر نہین

لاکھ جانین کیجیے اس تمکنت پر سے نثار
حلق پر میری کبھی پھرتا ترا خنجر نہین

بڑھ کے پہونچے مرتبہ حد کو تو پھر گھٹتا نہین
آب ہوتا قطرۂ نیسان گہر بنکر نہین

وہ تو کیا اپنا بھی مجھکو دیکھنا دشوار ہے
سامنے ہوتا مرے وہ آئینہ پیکر نہین

اس لبِ نازک کی اُلفت مین پڑھا ہون عشق
مثلِ نکہت برگِ گل پر اب مرا بستر نہین

شمع کا رتبہ بھی محفل مین بنایا آپکی
سر کٹا یا تو بھی کچھ رونق مری مونھ پر نہین

کیون بتون کے واسطے جلتا ہے یہ صابر مدام
دل ہمارا کچھ چراغِ خانۂ آذر نہین

لذتِ قتل کے بھی کیا مین سزاوار نہین
ایسے کھنچے ہو کہ کھنچتی کوئی تلوار نہین

روز رونے پہ بھی حاصل مجھے دیدار نہین
اتنی برسات پہ گرتی مری دیوار نہین

گر نزاکت سے تمھین طاقتِ رفتار نہین
تو پھر اقرار سے پھرنا بھی سزاوار نہین

گرنا اغیار پہ یون تمکو سزاوار نہین
ای بتو تم غضب اللہ کا زنہار نہین

محتسب کو ہی سرِ شیشہ شکنی رندون کا
مجھسے باندھتے ہے خواری کا کیون زنار نہین

بے زری سی نہ ملے گوہرِ مقصد مجھکو
ای فلک کچھ مین تمنائے خریدار نہین

وصل کا ذکر تو ہوتا ہی نزاکت پہ گران
پر تقاضے کا اٹھانا انھین دشوار نہین

وہم سے بھی ہی سوا لاغری اپنی ہمکو
کہ سماتے تری نظرون مین ہم اے یار نہین

کیون بھری آنکھ مین آنسو مرا نامہ پڑھکر
کچھ خطِ تعزیتِ غیر یہ اے یار نہین

ہمکو یہ ہستی موہوم ہی عینِ غفلت
آنکھین سوتے مین کھلی رہتی ہین بیدار نہین

آتے ہین تارِ نفس تن کی صفائی سی نظر
بتِ کافر یہ گلی مین ترے زنار نہین

کیون یہ ہر وقت چڑھا رہتا ہی انکی سر پہ
محتسب نشۂ رندانِ قدح خوار نہین

کر دیا اشک نی دھو دھو کے مری دھوپ اسی
کوئے جانان مین کہین سایۂ دیوار نہین

دیکھا بیتاب جو مجھکو تو یہ ہنسکر بولے
آپکے نام پہ صابر یہ سزاوار نہین

دشمن پہ رکھکو دیتے ہو گالی عتاب مین
ہی ہر سخن زبان پہ تمھاری حجاب مین

بحرِ جہان مین ہستی نہو کیون حباب وار
نقطون ہی کا ہی فرق حیات و حباب مین

آنکھین یہ عاشقون کی ہین بکھری ہوئی ہنوز
چھپے نہین ہین گلِ نرگس نقاب مین

ہم آبخورۂ خمِ مے کیطرح عکس
ڈوبے رہین مدام گلے تک شراب مین

بعدِ فنا بھی شاہسوارِ سمندِ ناز
حاضر ہین مثلِ ریگِ روان ہم رکاب مین

دوزخ نصیب ہے دمِ آبی کو ہوا بھی
سینکے جو آفتاب کرم کوئی اپنا آب مین
ہر دم رواروی مین ہے یہ توسنِ حباب
ہر وقت اپنا پاؤن ہے گویا رکاب مین
دریا کا نام شور سے منسوب ہو گیا
دھویا جو تمنے لعل نمکسا کو آب مین

صابر فقط سخن مین ہے لطفِ عاشقی
ہر بات کا مزہ تھا شروعِ شباب مین

ڈالا ہے لاغری نے عجب پیچ و تاب مین
مین جل گیا ہون موجۂ بوے شراب مین
پھرتے ہین آج وہ کہ ہی چشمِ پُر آب مین
یا رخ ہے اُنکا آبِ روان کی نقاب مین
یارب ہے یہ نورِ رخِ شعلہ تاب مین
وہ مجھسے بیحجاب ہو عین حجاب مین
وہ آئینگے نہ عاشقِ گریان کی خاک تک
کیون مُفت اپنا پاؤن پھنسایا خلاب مین
کشتے کا اپنے رونا نہ باور کرینگے وہ
طاقت نہین برسنے کی مردِ سحاب مین
دشنام ہی سہی مگر اعزاز بھی تو ہے
دو کلمے روز پڑھتے ہین میرے خطاب مین
مین شور بخت دردِ سرِ میکشان ہوا
ڈالی صبا نے خاک جو میری شراب مین
ہے رنگِ پان بھی ایسے ہین وہ لب کہ جس طرح
اک ہلکا ہلکا رنگ ہو برگِ گلاب مین
دل کی طلب مین کہتا ہون دل خوش رکھو تو دون
اک رنگ ہے سوال کا میرے جواب مین
کب ہے متاعِ غیر پہ ذی ہمتون کو دھیان
اک قطرہ آب کا نہین جامِ حباب مین
ق
آنکھ مری لڑائی پہ ہین خندہ زن رقیب
بے ربطیان عجب ہین سوال و جواب مین
خود رفتہ مین ہون اور فراموشکار وہ
کس کو خبر ہے کسنے کہا کیا عتاب مین

اپنے سے آپ بحث ہی صابر بھی خوب ہی
لکھی غزل پھر اپنی غزل کے جواب مین

ہم اسطرح ہین بزمِ جہانِ خراب مین
بیدار جیسے آپ کو پاتے ہین خواب مین
موجین ہین نظر نہین آتین شراب مین
تارِ شعاع محو ہوئے آفتاب مین
کاہیدگی نے نقش دکھائے مرے ہزار
وہ شوخ مجھکو دیکھ رہا تھا نقاب مین
پابوسیان نصیب ہوئین اُس شہسوار کی
گر میرے لب ہون لگ سکے دہانِ رکاب مین
قوسِ قزح بنے کمر اُنکی دمِ خرام
کس کس طرح کا رنگ ہی ہر پیچ و تاب مین
مژگان پہ اشک سرخ ہین دودِ جگر کے ساتھ
کچھ سرخی کچھ سیاہی ہی اپنے سحاب مین
دلچسپ ہے، وہ حسنِ خداداد آپ کا
تصویر کھنچ گئی جو پڑا عکس آب مین
دریا کو بحرِ اشک مین اپنے ڈباؤن مین
گر ہو نہ دستِ موج کدوئے حباب مین
صانع نے گل بنا کے کئے تھے جو منتخب
وہ سب ہین تیری گیسوئے پیچ و تاب مین
لطفِ دلِ برشتہ گیا فرطِ داغ سے
بھُنّے مین ہو سیہ تو ہو تلخی کباب مین
کیونکر ملیگی دولتِ دیدار دیکھئے
ہر چشمِ نقب زن ہی تمھاری نقاب مین
کیا کیا ہی حسن سانولی رنگت پہ آپکی
جلوہ دیا کسوف نے اس آفتاب مین
افسانہ اُسکو صور کی آواز ہو گئی
شاید گئے تھے تم مرے طالع کے خواب مین
یہ اُنسے ایکطرح کا مخفی وصال ہی
جی مین ہی نشہ بنکے رہون مین شراب مین
کم گوئی نے حیا مین دیا اُنکی ایک رنگ
ہر دم ہی گفتگو دہنِ لاجواب مین

قامت الف ہے کیونکہ نہ ہو صفر سا دہن
وہ چند ہین وہ حسن مین سب سے حساب مین

مجھ ناتوان کے ڈوبنے سے خوش نہین حباب
اک بال سا کھٹکتا ہون چشمِ حباب مین

ہے عکس آپ کا بھی سیہ پوش دیکھ لو
دودِ جگر ہے یہ مری چشمِ پر آب مین

قفلِ دہن ہوئی ہوس کثرتِ سخن
الجھی زبانِ نطق حروفِ جواب مین

خوشبو ہے مثلِ غنچۂ گل ہر دہانِ زخم
شاید سمجھا تھا خنجرِ قاتل گلاب مین

سوکھا ہون یہ کہ نام کو نم جسم مین نہین
ہر چند مثلِ آئینہ ہون غرق آب مین

تعبیر اُنسے پوچھنی اک چھیڑ ہے صریح
وہ جانتے ہین مینے جو دیکھا ہے خواب مین

صابر بنا دیا مجھے کثرت نے ضعف کی
ہر دم ہے اک طرح کی کمی اضطراب مین

زخم سے خوف ہمین مثلِ گہر کچھ بھی نہین
خواہشِ چارۂ ناسورِ جگر کچھ بھی نہین

اتنی مدت سے نکالا ہے کہ مانندِ عدم
کوئی پوچھے تو مجھے یاد وہ گھر کچھ بھی نہین

دئے اس ہستیِ موہوم نے کیا کیا دھوکے
گو کہ ظاہر مین یہ سب کچھ ہے مگر کچھ بھی نہین

صرف کی عمر عبث شغلِ دعا مین ہمنے
کہ سمجھتے تھے کوئی شے ہے اثر کچھ بھی نہین

کیجے کشتہ مجھے کام آونگا مثلِ سیماب
اُنکا فائدہ ہے اسمین ضرر کچھ بھی نہین

صبحِ پیری ہوئی اور کوچ کا وقت آپہنچا
حیف ہے پاس مگر زادِ سفر کچھ بھی نہین

بحرِ رحمت پہ خدا کے نہین زاہد کی نظر
سامنے اُسکے مرا دامنِ تر کچھ بھی نہین

کیون مری قتل پہ باندھا اسے کھولو صاحب
مین گنہگار ہون اور جرم مگر کچھ بھی نہین

بدگمانی نے یہان وہم لگائے کیا کیا
وہان ستانے کے سوا اور نظر کچھ بھی نہین

ہو شبِ وصل سے وصل ہو تم بے خوف
آنکھ کیون آپ کی ہر جانبِ در کچھ بھی نہین

در ہم داغ بھی گردون نے دی پہ صابر
اسمین ہوتی مری اوقات بسر کچھ بھی نہین

ہین اشکِ شادی انکی مژہ پہ وصال مین
سلکِ گہر لپیٹی ہی شاخِ غزال مین

رہتا ہون چشمِ یار کے ہر دم خیال مین
الجھا ہون دامِ تارِ نگاہِ غزال مین

یون رنگ پان ہی لعلِ لب پہ جمال مین
سرخی شفق کی جیسی ہو تیغِ ہلال مین

کیا وجہ جو تجھے رخِ روشن پہ ناز ہی
یہ گل ہی عارضی ترے باغِ جمال مین

زاہد اٹھا نہ خاک تجھے لطفِ زندگی
الجھا رہا تو فکرِ حرام و حلال مین

روشن سواد کا ہی یہان نقشِ تجلیان
نسبت ہی سنگِ اسود و رنگِ بلال مین

آنکھون مین رکھتی ہو تنِ کاہیدہ کو مژہ
پہونچا ہون بنکے کاہ دہانِ غزال مین

یون بعدِ مرگ ہی مرے سر مین ہوائے مے
جیسے ہو بوئے مے خمِ مے کے سفال مین

بے تاب ہونے دل کی دیا اور اُنھین بگاڑ
دیوانیکو نہ ڈالنا تھا انفعال مین

آنکھین جھکائین یار نے صابر حجاب سے
ہمنے لکھا جو مطلعِ نو اُسکے حال مین

ذکرِ خفیف ہی حسن کا پایا وصال مین
مہتاب اُنکے مونھہ سے چھپی انفعال مین

سب تن ہی داغِ الفتِ ہجرِ جمال مین
ہم قتلِ یار ہی خود ہین اسیرِ غمِ جال مین

کیون تیرگی ہی خطِ رُخِ مہ جمال مین
کسنے بھری ہی شب کی سیاہی ہلال مین

سب کی نظر ہی سروِ قدِ خوشجمال پر
انکھین لگین ثمر کی جگہ اِس نہال مین

چوٹی حنائی انگلیون سے کھولتے ہو تم
یا سُرخ مچھلیون کو پھنساتی ہو جال مین

کیونکر نہ روئین یادِ کمر مین مدام ہم
اک بال پڑگیا ہی یہ چشمِ خیال مین

وہ سجدے سرِ دل پہ ناصیہ سا ہو تو مین لکھون
آیاتِ سجدہ لوحِ جبینِ ہلال مین

نے شکوۂ بخیل نہ شکرِ کریم ہی یان
کیا کیا مزے اُٹھائے ہین ترکِ سوال مین

وہ ہی کہین نہ دل ہو کہ پہلو مین تنگ ہی
ذرہ سا کچھ چمکتا ہی گردِ ملال مین

آشفتہ زُلف و چشم مریض و کمر نحیف
ہم اور تم شریک ہوئے ایک حال مین

آنکھون مین اب تو رکھتا ہی وہ بدگمان مجھے
گھر تنگ کیا ہی خانۂ چشمِ غزال مین

ہی مثلِ سایہ پاؤن پہ اُس مہر وش کے سر
کیا مین بھی مستعد ہون نمازِ زوال مین

عکسِ مژہ نہین ہی دلا چشمِ یار مین
کانٹے پڑے ہوئے ہین دہانِ غزال مین

حیرت ہی تیرے ابروئے پیوستہ دیکھکر
کس طرح یہ ہلال جڑا ہی ہلال مین

کھانیکو وقت پان زمرد کا رنگ تھا
یاقوت بنکے نکلا تمھارے اگال مین

یوسف کہا انہین تو کہا وجہِ شبہ کیا
صابر یہ آپ نے غلطی کی مثال مین

پائین گر تیرے مرقعے کے کچھ اوراق آنکھین
کتنی غارتگرئ دل پہ ہین مشتاق آنکھین

ساتھ پہ دو دن مین رہین اتنی ہین مشتاق آنکھین
دہن مین اللہ نے خادم تجھے فراق آنکھین

سحر سازی ہے سخنگوئی ہے مکاری ہے
کونسی بات ہے جسمیں کہ نہیں طاق آنکھیں

پیدا کرتی ہیں نئی طرح اشارت ہر دم
ملیں اللہ کے گھر سے تجھے خلاق آنکھیں

مجھ پہ اغیار سے لڑنیکا گمان کرتی ہیں
قول المرء یقیس کی ہیں مصداق آنکھیں

خشناک دیکھا گل نرگس کو تو یہ سمجھے ہم
یہ کسی طالب دیدار کی ہیں قاق آنکھیں

ہم نکتے تھے کہ آنکھیں نہ چرا او مردم
جنس مسروقہ ہوئیں شہرۂ آفاق آنکھیں

دور سے دیتی ہیں وہ درس کتاب وحشت
کیا دکھاتی ہیں مجھے قدرت اشراق آنکھیں

نہ نکلتے شرر اشک نہ لڑتی جو نظر
ہوگئیں سنگ دل غیر کو چقماق آنکھیں

چال بے نقش قدم چلتا ہے تو مثل نگاہ
کہ بچھاتے ہیں تری راہ میں عشاق آنکھیں

کیا بنائیں گی وہ اشکوں کو سکھا گوہر
جلوۂ مہر لقا کی جو ہیں مشتاق آنکھیں

مجھکو معشوق حقیقی کا ہو دیدار نصیب
ہوں منور مری یا حضرت اسحاق آنکھیں

ٹھوکریں طالب دیدار کو کھلواتی ہیں
بنگئی ہیں نئی ترکیب کی زراق آنکھیں

تمنے آواز سنائی نہ دکھائی صورت
کان کا کام بن آیا ہیں مشتاق آنکھیں

خواب میں آجو وہ مایۂ راحت صابر
کھولنی صور کی آواز سے ہیں مشتاق آنکھیں

ہوش کا مجھکو گمان کیوں ہے شب ہجران میں نہیں
کیا گلو مثل ہلال اپنا گریبان میں نہیں

نشتر ہے رنگ طپش گردن نالان میں نہیں
ابر مردہ ہے جو آنسو کوئی مژگان میں نہیں

وحشی مانند سحر مجھسا بیابان میں نہیں
کہ بجز چاک کوئی چیز گریبان میں نہیں

یہ بھی ہے جلوہ نمائی تری بیتابی کی ہو
جوششِ برقِ تبسم دلِ نالان میں نہیں

آہ سوزان ہی گیتی پہ برسا گئی سنگ
کوئی زاہد کو بھی دیدۂ گریان میں نہیں

ناتوانی نے کیا ہے شبِ عصیان سے بری
دیکھا کوئی مجھے حشر کے میدان میں نہیں

شاخ پر غنچۂ سوسن ہے یہان شعلۂ شمع
نور مجھ سوختہ کے کلبۂ احزان میں نہیں

مجھکو آنکھوں میں وہ دکھتا ہے کہ جیسے ہو
وہ قرار آیا کہ جو چشمِ نگہبان میں نہیں

ہم یہ سنتے ہیں کہ ہے موت نگہبانِ شہر
ہائے مرنا بھی تو ممکن شبِ ہجران میں نہیں

چشمِ گریان کو مری دیکھ کے سب مان گئے
اب کسی کو بھی سخن نوح کے طوفان میں نہیں

یان بھی گھٹ گھٹ کے دم آتا ہے کیا جو مجھکو
گھر میں کیا ہے مجھے راحت جو بیابان میں نہیں

غلطی ہے جو جلیں گرمیِ اخلاق سے غیر
یہ صفت برق کی ہے آپکے احسان میں نہیں

ہوں شرر اشکِ ندامت میں تو کچھ کام نہیں
برق گرنے کی مری خرمنِ عصیان میں نہیں

اسکو کھولوں کہ نگہبان کا کھٹکا ہے قوی
اور کھٹکا کوئی قفلِ درِ زندان میں نہیں

دامنِ بختِ سیہ میں مرے پنہان ہے سحر
طول ہوتا کبھی اتنا شبِ ہجران میں نہیں

کیونکہ پھرتا ہے مرے دیدۂ گریان میں وہ شوخ
اپنے گھر سے جو نکلتا کبھی باران میں نہیں

اشک اپنے ہیں سیہ دودِ جگر کے باعث
زنگ کچھ خامۂ مرے دامنِ مژگان میں نہیں

رونقِ نکہتِ گل پردۂ تن ہے حقیقت
پیرہن گر نہیں اپنے تنِ عریان میں نہیں

غرق ہوگی نہ کبھی کشتیِ امیدِ نجات
ایسا گرداب مگر لجۂ عصیان میں نہیں

اثرِ آہِ فلک تاز ہوا ہے صابر

کہ صفا آئینۂ مہرِ درخشان مین نہین

زرد و زرد دنیا مین اشک آسا نہین
خارِ مژگان پر قدم ٹکتا نہین

نظرین اُلجھین آتے آتے کیون اِدھر
نشہ کا بھی آنکھ مین ڈورا نہین

اُسکا آزادی کا دعوی خوب ہی
غیر کی باتون مین آنیکا نہین

عین ہی چشم اور دہن میم آپ کا
کون پڑھتا غم کا سیپارہ نہین

اللہ اللہ شرحِ فرقت کا اثر
خط لپیٹا تو لپٹ سکتا نہین

پاؤن گردش مین ہی مثلِ آسمان
خاک پر اپنا قدم پڑتا نہین

یون نہ بیٹھے ضعف سے یارب کوئی
میری جلنے مین دھوان اُٹھتا نہین

نامہ بر پردے مین بہکاتا ہی یہ
اُسکو میرے ذکر سے شرما نہین

اوج ہی قربت تمھاری خلق کو
نشہ بھی چڑھکر کبھی اُترا نہین

ہی شکستہ پائی اپنی وہ عمل
نقش بھی جسپر کوئی چلتا نہین

زندگی مین ہم نہ تھے زینت پسند
خاک مین اپنی کوئی ذرّا نہین

نفرتِ قلبی ہی دل کے نام سے
بات کو اُسنے کبھی الٹا نہین

سدرہ ہی یہ نزاکت کا ہجوم
بس ہمارا بار پر چلتا نہین

جا بسے کس جا چھوڑ کر اپنا مقام
آپ مین صابر کبھی آتا نہین

کیا روانی اُسکی ہم تشنونکو آئی کار مین
ہی
ہر زبانِ آبِ گہر وہ آب اُس تلوار مین

گفتگو ہر رنگ کی ہی ٹوٹی زبانِ یار مین
مختلف الفاظ جیسے جمع ہون گفتار مین

تھی لپٹنے کی یہ عادت مائلِ دیدار مین
سایہ اپنا ہو گیا تصویر اُس دیوار مین

رہبری سے منزلِ مقصود تک پہنچائیگا
طُولِ عمرِ خضر کا ہی عشق کے آزار مین

گھر کا گھر اُسکے جمالِ عالم آرا کا ہی محو
آنکھ پتھرائی ہوئی ہر خشت ہی دیوار مین

دم مِرا اُلجھے تو پائے خلق عمرِ جاودان
باندھ لون دستِ اجل کو مین کفن کے تار مین

ہو گئی میری پھنسانیکی تلافی غیب سی
پھنس گئے آخر نہ تم بھی اپنی گھر کی کار مین

گھر کی زینت تجھکو ہوا اور لُطفِ نظارہ ہمین
پھیرین آنکھون کی سفیدی ہم تری دیوار مین

بات بے گالی نکلتی ہی نہین مُنہ سی کبھی
کتنے پائے نطق باندھا گالیونکی تار مین

آفتین کیونکر نہ پہنچین میرے تیرِ آہ سے
سیکڑون روزن ہین سقفِ چرخِ ناہنجار مین

ہی شبِ تارِ الم مین ہرزہ گردی راہبر
شعلہ آوازِ پا مشعل ہوا رفتار مین

بن گئی اُسکی نظر مژگان پہ شعلہ مثلِ شمع
جسنے دیکھی غم کی گرمی میرے جسمِ زار مین

حرفِ کاف و لام سے کھلتی ہی یہ اے عندلیب
قفلِ ابجد کی شباہت ہی تری منقار مین

گھر ترا زینت سی خود بینی کا باعث ہو گیا
جب ہوئی گھٹکر سفیدی آئینہ دیوار مین

میری بدنامی بہم پہونچانی اعدا کو ہی
سیکڑون مُنہ جوڑتے ہین کوچہ و بازار مین

کس صفائی سی نکل جاتا ہی وقتِ قتل ہاتھ
خون تھما پر جم نہین سکتا تری تلوار مین

اِتنی گرمی ہی نگاہِ طالبِ دیدار مین
برق سی چمکی تری آئینہ رخسار مین

وقتِ نظارہ پڑی دل تشنہ دیدار مین
ابھی اُٹھی آنکھ ڈوری نظر کے تار مین

ابرِ نیسان کا مزہ ہی آنکھ کی رفتار مین
پھرتے ہو ہر دم ہماری چشمِ گوہربار مین

اسکا مرہم ہو زلیخا کے دلِ افگار مین
رنگِ خطِ سبز یوسف گر ملے زنگار مین

کیا عجب زاہد کے زہدِ خشک کی تاثیر ہو
ہر شجر یاقوت ہو سنگ دے ثمار مین

آبلہ کے منہ مین رکھکر ذکرِ دشت کا گفتگو
بے دہن گویائی ہو کیونکر زبانِ خار مین

شورِ یعقوب کس یوسف کو زندان کا ہی عشق
آبِ گوہر ہی سفیدی دیدۂ بیدار مین

دھوپ کا آرام کیسا وہ نہ جھپّے دید نگاہ
کاشکی ہو کو سایہ لپٹے آپ کی دیوار مین

حرفِ مطلب تیر اُسکا اب بولا سکتا نہین
دو کو جب کا فرق ہی پیکان اور سوفار مین

آتی ہی چینِ جبین تیری لطافت سے نظر
یہ تبسم سی نہین پڑتی شکن رخسار مین

کیا چمک ہی رنگ مین اُس گلبدن کا عکس ہی
چمکے یاقوت موتی جسقدر ہین ہار مین

جم گیا تارِ نگاہِ گرمِ عاشق شعلہ خو
حُسن کی گرمی سی ہی آتی حرارت ہار مین

اسقدر جلتے تھے بعدِ مرگ میری استخوان
تحفہ ہو کر بٹ گئے مرغانِ آتشخوار مین

سبز پیراہن مین چمکا اور بھی وہ روئے صفا
ورنہ ہو جاتا ہی تیرہ آئینہ زنگار مین

حسرتِ گل مین ترانہ سنج رہتی ہین مدام
بوئے گل ہی بلبلون کے غنچۂ منقار مین

فکرِ صابر کی مجھے برجستگی بھائی کہ وہ
سہل مین دشوار ہی اور سہل ہی دشوار مین

سرکشون کی پختہ کاری ظلم دہر آزار مین
خام رہنے تک ہی سبزی اور نرمی خار مین

مجھسے وہ ڈرکر ہے چھپتا لطف ہو دیدار مین
پاؤن دشمن کے لگا دون یار کی دیوار مین

بات زہرآمیز پنہان ہے دلِ اغیار مین
آبلہ ہوتا ہے پوشیدہ دہانِ مار مین

ہو صدا پا کی تو آئے خندۂ بے اختیار
اک تبسم کا مزہ ہے آپ کی رفتار مین

بات کو یہ سنگدل ہرگز پچا سکتے نہین
الٹی پھر آتی ہے جب دیکھے صدا کہسار مین

تہ فلک کی سیر کراتے عروجِ نشہ مین
رات بھر الجھے رہے ہم میکشی کے تار مین

یہ نزاکت ہے سخن مین جب کرتی ہین کلام
چڑھتی ہے انکی زبان پر بات سو سو بار مین

لاغری میری ہے کافر کو ثباتِ مذہبی
ہے ہم آغوشی ہے میری حلقۂ زنار مین

چھاپون سے انگلیان پنجے مین نکلین آپکی
سیمتن نرمی کہان یہ سیم دستِ افشار مین

جب تو آتا سامنے غش کھا کے گرتی خاک پر
گر مری مٹی لگا دیتے تری دیوار مین

اللہ اللہ ناز کی آہستگی کے بوجھ سے
کان تک آواز پاجاتی نہین رفتار مین

اوجِ خلقی کو حیا پستی بنا سکتی نہین
آسمان گون مرد مک ہے چشمِ افسونکار مین

پایا ہے عمدہ رسائی اتفاقِ مذہبی
ملکے پونچھے ہین کئی رشتے تری زنار مین

دل مکدر ہو تو در کیونکر سخن کا باز ہو
کھل نہین سکتا جو قفل آلودہ ہو زنگار مین

ہے برابر درد دونون آبلون سے پاؤن کو
شبہ ہے خارِ ترازو کا مجھے ہر خار مین

ان بتون کے عشق مین صابر جلین کیونکر نہ ہم
ایک کلمہ نار کا پوشیدہ ہے زنار مین

نہین کرتی رفاقت یہ بھی مجھسے کنجِ حرمان مین
کوئی دشمن ہے جا کے روح تنہا جسم ہجران مین

کچھ ایسا لطف پایا ہے تمھارے روے خندان نے
نہین نالہ یہ ڈالا بدر نے ہی منھ گریبان مین

ہون جب اُنسے تہ بیجا بنی ہو تو کہتے ہین
غلط ہے یہ نہین جانکی طاقت اب کی جان مین

دکھایا عشق نے قطرے سے نمونا بحر آنسو کو
اٹھایا کیون ہے ایسے طفل بدخو کو دبستان مین

ہزارون بلبلین محبوس ہین صیاد خود دام
زرِ گل ہے جو بنوا کر قفس لائے گلستان مین

مرا حال پریشان دیکھنا منظور ہے شاید
کہ ہر حلقہ بنا ہے چشم اُس زلفِ پریشان مین

کبھی تو لطف کیجے جب کہا ہم ناتوانون پہ
تو وہ بولے کہ دب جاؤ گے میرے بارِ احسان مین

لکھی ہے آیۃ الکرسی نئی خط نے ترے خبر
کسو کا ڈر ہے کیون لیجاتے وہ کرتا ہے قرآن مین

نہین اٹھتا کسیکا بوجھ ہرگز اوچمند و پر
کہان پتھر بندھے تارِ شعاعِ مہرِ تابان مین

نہین قسمت مین جو شاید وہی حرف وہ لکھے
لکھون لوحِ جبین اُس شکلِ لیلی کے دبستان مین

نفس کے ساتھ اک لختِ دلِ صد پارہ آتا ہے
کہ شانہ چاہیے گیسوے دودِ آہِ سوزان مین

ہمین یاد آیا لینا حلقۂ آغوش مین اُسکو
نظر آئی جو نہی یوسف وہان جا کے وہ کنعان مین

کبھی گریان ہون قفس مین کبھی آوازہ بیت غم مین
کبھی الیاس دریا مین خضر ہون گے بیابان مین

تماشے پی کہان جا کے خمار ایسا کہا نکلا ہے
کہ ڈورے ہین گلابی ہلکے ہلکے چشمِ فتان مین

نہ کیون لختِ دل پر داغ تارِ اشکِ خونین مین
کہ یہ تسمے ہین نیلم کے ہین تسبیحِ مرجان مین

نہ دیدار بزمِ وصل مین کسو نکر پاوگے
رکھا ہے آپنے پینا ہے پیمان طاقِ نسیان مین

دکھایا روے گندم گون تمنا اُس کسی پر
نہین کچھ اپنی قسمت کا تمھارے خوانِ احسان مین

چکھایا شیخ منا دوغ کا ہم شیخ ریائی کو
اگر پائے شررِ سنگ در گلزارِ رضوان مین

گرایا اسقدر بازِ نظر سے دمِ بسمل نے
کہ مردہ ہوگیا یہ طایرِ دل دستِ طفلان میں

کوئی لیتا رہا اک چٹکیاں فی زخم ہنس ہنس کے
رہا جبتک کہ چٹکی بھر نمک اسکے نمکدان میں

یہ جی میں ہے کہ صابر اپنا زورِ طبع دکھلا کے
پڑھیں اک مطلعوں کی بھی غزل بزمِ سخندان میں

ترے جلوے کی بڑھتی ہے قیامت چشمِ گریان میں
کہ کھٹکا اشک میں چھپتا ہے وہ دامانِ مژگان میں

گرا دیکھا دلِ لخت گرا کو جیبِ زنخدان میں
تو سمجھا یوسف نے ڈالا چاہِ کنعان کے گریبان میں

جلے گر جان مثلِ طور آہِ شعلہ افشان میں
لگاؤں سرمۂ چشم جوہرِ تیغِ صفاہان میں

وطن میں ہو نہ استحکام ہرگز وضعِ انسان میں
کہ سنگینی ہو دریا سے نکلکر نخلِ مرجان میں

نکالا کو کھڑو جو پاؤں سے ہمنے بیابان میں
خدا کی شان ہے نکلا وہی انگشتِ جانان میں

ہوا دھوکا جو دیکھی سبز قندیل انکی ایوان میں
کہ سبزی ہلکی ہلکی ہے ضیائے ماہِ تابان میں

لگا رکھا ہے اسکو دستِ وحشت نے ابھی ارمان میں
پڑیگا ہاتھ قاتل کا کبھی تیغِ گریبان میں

ہنرِ حسن ہر جھی ہیں اسطرح انگشتِ جانان میں
ہلالِ عید ہے گویا بعینہ ماہِ تابان میں

وہ سب کم ہے جو ہیں نقصان جذبِ عشق سے
زلیخا کی زبان گر ہو دہانِ چاہِ کنعان میں

سلگتا ہے جو دل یادِ مسی مالیدہ دندان میں
ہمیں نسبت سلیم سے بہتر ہے ہمارے دودِ افغان میں

پسینا پونچھتے ہو تا نہ بھر جاے زنخدان میں
کروگے قید تم مجھکو مگر چاہِ خموشان میں

چھپا رکھیں گے داغِ سینہ کو ہم وصلِ جانان میں
کہ مثلِ صبح اک خورشید رکھتے ہیں گریبان میں

دیا یہ اوج ہمنے سیلِ اشکِ خون کو ہجران میں
حنائے حسن نے لگائی بخیہ مہرِ درخشان میں

کبھی تارِ نفس ٹوٹا نہیں تھا ہائی ہجرانمیں
سنے جوہر ہمت کے آگے قاتل مری تیغ عریانمیں
اجل آئی ہو جاتے نامہ بر کو کوئی جانانمیں
نکلتی ہے عزرائیل کی شکل اُنکو دربانمیں

پڑھو صابر کوئی ایسی غزل بزم سخندانمیں
کہ ایسا کوئی گلدستہ نہ ہو گلزارِ رضوانمیں

ملا ندرہی ہے آنسو ہمارا دستِ مژگانمیں
کوئی آبِ گہر کو چھپا سکتا ہو دامانمیں
پیا پیا ہے کہ عاشق مرکو بھی چھپتا نہیں پیدا
بنا ہی آخر وضع قبر میری صحن زندانمیں
نہ دادنی کی ہمرنگی معصفر کچھ اجمبند ونگہ
ہوئی خوں آ مرجان میں وہی لعل بدخشانمیں
کیا تھا آتشِ فرقت کو نہاں غم وہ آفت ہے
کہ لایا ہو گلستان دودِ جگر کو چشم گریانمیں
رنگا آبِ گہر کو سبز خوبی نے تبسم کی
نہیں یہ عکس خطِ پشتِ لب کا اسکے دندانمیں
سیہ پیراہن اسنے دودِ افغانسے کیا میرے
صبا بھی جائیگی ہیئت بدلکے کوئی جانانمیں
تجھے دل توڑنا ہے اس جگر افگار کا اپنے
بھرا سنگِ نمک تونے جو ای قاتل نمکدانمیں
نگاہِ لطف مجھپر ہوتے ہوتے رہگئی ظالم
نگہ الجھا نظر کا تار تیرے موئے مژگانمیں
مرے پلے پہ الفت تھی کہ میں سمجھے سوا نکلا
خبر مندونکی ٹولا فہم کی جو وقت پیرانمیں
دلِ افسردہ خاطر زندگی سے سیر رہتا ہے میرا
ہوا ہوتی ہے سردی صبح کو فصل بہارانمیں
ہے حیف گریہ سے ہو فائدہ اہلِ بصیرت کو
ہو تو تم ہو اجب حل ہو سرمہ آبلہ ہانمیں
نئے انداز سے کیلا ہے منھ کیا سحر سازی کی
کہ زرگر نے بجر میں سونیکی کیلیں سی گر دندانمیں
ہنسو اکثر نہا کر سحر جاتی ہیں دریا پر
پھرے کیونکر نہ کافر ہماری چشم گریانمیں

سنایا مطلع تازہ یہ کہکر میں نے ای صابر
نفس تھامے احوال کل بزم یارانمیں

ہمیشہ فکر ہے اُسکو مری بندش کے سامانمیں
مثالِ معنیِ بے لفظ ہوں میں ذہنِ جانانمیں

بڑھایا اسقدر مجھکو خوشی نے بزمِ جانانمیں
کہ دو ہو کر سمایا مردمانِ چشمِ فتانمیں

غضب کرتا ہے پرتو حسن کا اِن سبزہ رنگونکی
کہ ہر ہر گام پر گرتی ہے برقِ سبز میدانمیں

میں اپنی اس اسیری کی تلافی سہل کرونگا
لگا دونگا تری تصویر کو دیوارِ زندانمیں

پریشانی تکلف وحشیونکو ہے کہ بستی میں
نشانِ موجِ صبا کے بوریا ریگِ بیابانمیں

کسی کی پردہ پوشی چھاننا ہے اپنے سینے کو
جو منھ پر ڈالکر دیکھو تو گل روزن ہیں دامانمیں

حفاظت آبرو کی عشقبازی میں رہے کیونکر
سمجھ یا صبح کہیں پانی بھی تھم سکتا ہے دامانمیں

قریبوں سے نہ ہو پردہ دری خانہ نشینونکی
نہ پوچھے آنکھ کی پتلی کا داغ صحبتِ مژگانمیں

ہوا افتادگان کو فائدہ امدادِ غیبی سے
سیاہی سایہ کی دھوئی نہ جائے آبِ بارانمیں

ہوا ہے بارِ خاطر ضعف سے دستِ جنوں ہمکو
کہ اک تار اور گویا بڑھ گیا ہے گریبانمیں

ہماری سیلِ اشکِ خوننکو شاید سکھایا ہے
کہ ذرّے ہی نگینے لعلِ کلوخی ابرِ بارانمیں

کھٹکتا ہے وہ کنکر کیطرح ذرات آنکھوں میں
جو آنسو خشک ہوتا ہے ہماری چشمِ گریانمیں

برا ہے حال کا اظہار ہے اک ننگِ گویائی
زبانِ خامہ نے خجلت سے منہ ڈالا گریبانمیں

خیالِ وصل ہے اُس ماہوش کی وضع کی
ہمیشہ چاندنی کی فیض ہوتی ہے زرستانمیں

نہیں ممکن کہ ہو عاشق کو تہمت مہرِ وصلت
گواہِ عصمتِ یوسف ہے گویا چاک دامانمیں

مجھے صابر بنایا کیوں نہ بنا دیتا حیا خالق
کہ اپنے وقت پر آتا تمھاری چشمِ فتانمیں

زندگی ہی مرگِ الفت جان تن مین کیون نہین
زندگی کا نور مہتاب کفن مین کیون نہین

نام رہتا ہی نشانِ کفر کا منکر نشان
گلشنِ شداد کیا کہیے عدن مین کیون نہین

مین شبِ تارِ الم کا جانتا اسکو دھوان
رنگ آتش کا مرے دل کی جلن مین کیون نہین

سر سے پا تک شکلِ خود بینی ہی غیرتِ نور
قدِ آدم آئینہ اُس انجمن مین کیون نہین

کچھ صدا گُل کے چٹکنے کی نہین ہی عندلیب
وہ برنگِ گوشِ گُل غنچی چمن مین کیون نہین

بدزبانی نے نکالا دشتِ معدومی سے پانو
گفتگو عشاق کو تیرے دہن مین کیون نہین

دل کو بعدِ قتل بھی خوفِ جراحت تھا ضرور
تیز ہین تیغِ گریبانِ کفن مین کیون نہین

پیرہن کی طرح ہمنے جسم کو خالی کیا
تم سماتے بجانِ اِس پیرہن مین کیون نہین

جان اٹکی اسمین ہی گو قید ہم زندان مین ہین
چلتی پھرے جادۂ شانِ غزالِ بن مین کیون نہین

خلعتِ گل کیطرح پھرتے ہین کچھ عریان سے ہم
ای جنون سب جسم اپنا پیرہن مین کیون نہین

ٹوٹ جاتا ہی جو باندھین عہد اُس گیسو سے ہم
یا خدا طاقت گرہ کی اس رسن مین کیون نہین

یوسفِ مقصد کا جلوہ عکس اپنا تھا ہمین
منہ نظر آتا ترے چاہِ ذقن مین کیون نہین

اوج اپنی فکر کا صابر دکھائین کسطرح
تین زنجیرین ہوئین بہرِ سخن مین کیون نہین

* * *

تابندہ یون رخ ہی ہجومِ نگاہ مین
شعلہ کو جس طرح سے ترقی ہو کاہ مین

چھپتا مین دامنِ شبِ بختِ سیاہ مین
ہین نقشِ پا چراغ لیے ساتھ راہ مین

آزادگی کا مجھکو وہ ایما ہی چاہ مین
اُترا ہوا ہی طوق یہ انقطاہ مین

اتنی چپٹ تھی کبھی خالِ سیاہ مین
بیٹھی ہی یہ سمٹ کے شبِ قدر ماہ مین

اہلِ قیام صاف ہین ہرزہ گرد سے
دریا سے ہے زیادہ صفا آبِ چاہ مین

بوسہ تری جبین کا بس مرگ بھی ملے
مجھ خستہ جان کی خاک جو ہو سجدہ گاہ مین

اللہ ہے جو حشر کے میدان مین جا سکین
زاہد الجھ گئے ہین بہت ہم گناہ مین

یوسف ہے سختیون کا سزا وار کب مگر
پھینکا آبروئے زلیخا کو چاہ مین

بعدِ فنا کفن کی نہ حاجت ہوئی ہمین
کچھ ایسے عمر بھر رہے لپٹے گناہ مین

اک مشتِ خس کو طاقتِ مردم کشی کہان
خصلت تمھاری تھی ہے مردم گیاہ مین

زاہد وہ داغ سجدہ مین تیرے سما گئی
جو روسیاہی ہمکو ہوئی تھی گناہ مین

اپنے سے آپ رشک ہوا بزمِ یار مین
روکا قدم قدم پہ خفیفی نے راہ مین

خورد و نمود سے فروغ تو ہوا اپنی کسر شان
گرمی ہے آفتاب مین سردی ہے ماہ مین

صابر ہوئی صدا کو تلفظ مین خستگی
اتنا اثر ہے پرسشِ حالِ تباہ مین

قطعہ بند

ہم عجب زیست کیا کرتے ہین
روز آوارہ پھرا کرتے ہین

کیا کرین اپنی سکونت کا بیان
ہرزہ گردی مین رہا کرتے ہین

کبھی کاغذ پہ نہ لکھے دو حرف
نہ کتابون کو پڑھا کرتے ہین

کبھی مکتب کو نہ جھانکا جا کر
طلب اکثر فضلا کرتے ہین

یا تو دیکھا ہے کہ اکثر اشخاص
بیٹھکر یادِ خدا کرتے ہین
یا جوانی کا مزا لوٹتے ہین
خوش حسینون مین رہا کرتے ہین
یا کہ خمخانۂ ہستی سے مُدام
بادۂ عیش پیا کرتے ہین
ایک ہم ہین کہ اِدہر ہین نہ اُدہر
تلف اوقات کیا کرتے ہین
چاہیے یہ سوچکے گھر سے باہر
کہ بڑی ہم یہ خطا کرتے ہین
یعنے وان چلئے کہ جس جاے گزر
شعرا و فصحا کرتے ہین
ہمنے دیکھا ہی کہ انسان وہان
آدمی جا کے بنا کرتے ہین
قاعدہ ہی شرفا زادی سب
اچھے لوگون سے ملا کرتے ہین
اُنکی صحبت کے اثر سے اکثر
کار نیک اُنسے ہوا کرتے ہین
خدمتِ حضرتِ صابر مین گیا
کہ وہ نزدیک رہا کرتے ہین
اکتساب ہنر و علم و کمال
اُنسے اکثر طلبا کرتے ہین
جھکے آداب بجا یا مینے
خورد جس طرح ک[illegible] کرتے ہین
دیکھے طرفین مین ابواب کلام
جیسے آپس مین ہوا کرتے ہین
دیکھا جب خوب کہ لطف و اشفاق
وہ مر[illegible] ادا کرتے ہین
عرض کی مینے کہ قبلہ اب بھی
آپ [illegible]عار کہا کرتے ہین
مستفید اُنسے ہون حضرت ہم بھی
[illegible]ف اکثر سے سنا کرتے ہین
ہنسکے فرمایا کہ اب شعر کہے
خونِ دل اپنا پیا کرتے ہین

شعر کہنا تو رہا دہلی مین — اٹھو دن رات بکا کرتے ہین
یاد آتے ہین وہان کے احباب — اشک آنکھون سے بہا کرتے ہین
نہین معلوم کہان ہین شاگرد — شعر اچھے جو کہا کرتے ہین
قتل کنبہ ہوا سارا بے جرم — رات دن غم سے جلا کرتے ہین
سبھی سامان امارت بگڑے — فکر روزی مین پھرا کرتے ہین
مٹ گئی طبع کی گرمی ساری — نفس سرد بھرا کرتے ہین
بھاگے ہم سے ہی پریشان خاطر — کہین اشعار کہا کرتے ہین
میرا پور مین آئے جب سے — روز دہشت مین رہا کرتے ہین
نظر آتی نہین شکل آرام — دیکھنے اسکو پھرا کرتے ہین
شعرخوانی کا نہ چرچا ہے یہان — نہ یہ خواہش شرفا کرتے ہین
شاعر اچھے ہین یہان بھی دو چا — پر وہ بے لطف جیا کرتے ہین
نہ کہین ہوتی ہے بزم انشا — نہ لب نطق کو وا کرتے ہین
نہ ہی بزم یہ [illegible] قابل — جمع یکجا تو ہوا کرتے ہین
یہان تو وہ بھی [illegible] سے بندہ نواز — روز بیکار رہا کرتے ہین
خوب دیکھا تو یہان [illegible] ہین — دل مین در پردہ جلا کرتے ہین
کس کے آگے کوئی اشعار [illegible] — کس سے یہ شعر سنا کرتے ہین
مین مگر سامنے ہم [illegible] — پچھلے اشعار پڑھا کرتے ہین

ق

جونسے گل پہ بہار آئی ہے
پہلے ہم جان فدا کرتے ہین
بات مطلب کی جو لکھتا ہون کبھی
تو وہ ہنسکر یہ کہا کرتے ہین
دے چکا ہے انہین اللہ جواب
بے حیائی سے جیا کرتے ہین

یون ہی گھٹ گھٹ کے مرین گے صابر
دل ہی دل مین وہ گڑھا کرتے ہین

خون زخم جگر کا جو بہائے سر ناخن
دُون نقدِ دل و جان مین بہائے سر ناخن
اُس رشک زلیخا کا جو پائے سر ناخن
لُون آبروئے یوسف کو بہائے سر ناخن
چلتا نہ مزا سوزشِ الماس و نمک کا
جب زخمِ جگر نے مرے کھائے سر ناخن
ٹانکے ہین قبائے تنِ عریان پہ مہِ نو
کیونکر نہ ہون ممنونِ عطائے سر ناخن
زخمِ دلِ افگار کی نیت نہین بھرتی
گو انگلیون سے بھی ہین سوائے سر ناخن
ناخن ترے مہتاب سے روشن ہین یا وہ
افزون مہِ نو سے ہے ضیائے سر ناخن
زخمون سے کوئی جائے نہین جسم پہ خالی
تقدیر سے ہمنے ہین یہ پائے سر ناخن
کس طرح کھلے زلفِ گرہگیر کا عقدہ
اس پنجۂ مژگان نے نہ پائے سر ناخن
چھیلے ورقِ دل سے ترے نامِ عدو کو
کس سے یہ بنے کام سوائے سر ناخن
ہے زخم کی خواہش مین تپان دلِ مضطر
وہ ابروئے شمشیر بجائے سر ناخن
بالیدگی دادِ الٰہی نہین گھٹتی ہے
جتنے کہ کٹے اُتنے بڑھ آئے سر ناخن
ایذا طلبی مین مری دونون نے مدد کی
قربانِ دمِ تیغ و فدائے سر ناخن

پر دیکھین تواضع کے ستم چاہییے ظالم
خالق نے خمیدہ ہین بنائے سرِ ناخن

کھلنے کے نہین بندِ نقابِ بُتِ کافر
بے صرفہ ہین یہ ہمنے بڑھائے سرِ ناخن

صابر وہ سنا مطلعِ روشن جسے سنکر
خجلت سے مہِ نو بھی چھپائے سرِ ناخن

خارش مین نہین ہے یہ صدائے سرِ ناخن
ہے زیبِ لبِ زخم ثنائے سرِ ناخن

کیون عقدۂ مشکل پہ چلائے سرِ ناخن
پیری مین ہے عیش اپنا حنائے سرِ ناخن

زخمون کا مزہ مجھکو چکھائے سرِ ناخن
گر تیغ ہو ناخن پہ بجائے سرِ ناخن

یارب نہ ہوا اتنا مہِ نو کو گہن ابتک
کیون [illegible] کبھو دی نظر آئے سرِ ناخن

پہنا تنِ عریان نے مرے پیرہنِ خاک
زینت ہو جو پھول اُسپہ بنائے سرِ ناخن

بالیدگی بھی باعثِ کاہش ہے جہان مین
آجاتی ہے بڑھتے ہی قضائے سرِ ناخن

اس درجہ ہون لاغر کہ اُٹھے وہ بھی نہ مجھسے
دو مور کا مجھکو جو عصائے سرِ ناخن

کیا چٹکیون نے زخمی کیا ہے مرے دلکو
تیغون کی زبان پہ ہے ثنائے سرِ ناخن

ہم وہ ہین کہ قبضہ کرین اعدا کے دلون پر
یہان اپنا ذرا ہمنے جو پائے سرِ ناخن

ہر زخم کے کوچہ مین کیا کرتا ہے گردش
ہمت ہے مری راہنمائے سرِ ناخن

اچھا نہین اتنا بھی اٹھانا سرِ نخوت
مقراض کو ہے عزمِ سزائے سرِ ناخن

کس لطف سے ٹانکے دلِ افگار کے توڑے
سو جان سے ہون قربان سرِ ناخن

کھولا نہ کسی کی گرہ کو کبھی صابر

گران ہی ضعف جب ہمکو ہنسی ہین وہ اوڑاتے ہین
تو مثلِ گرد اُٹھکر خاک پر ہم بیٹھ جاتے ہین
کفِ افسوس کا ملنا ہی اپنی شعبدہ بازی
جگر کی آگ کو ہاتون سے مَل ملکر بُجھاتے ہین
سکھائی اُنکو خلاقی پیامِ وصل نے میرے
نئی صُورت کا وہ ہردم نیا حیلہ بناتے ہین
خدا کی شان ہی رنجش بھی اپنی اُنکو زینت ہی
کہ جب وہ دیکھتے ہین ہمکو اپنا مُنھ بناتے ہین
نہین اُٹھتی کسی کی بات یہ نازک مزاجی ہی
تعجب ہی وہ ہردم کس طرح فتنہ اُٹھاتے ہین
غذا چھُٹنے کا میری جب کسی سے ذکر سُنتے ہین
تو کہتے ہین کہ وہ دُھوکے مرے ہاتھون سے کھاتے ہین
نکالا ہی اُنھون نے کس مزی کا ذکر اے صابر
عدو کو گالیان دیتے ہین اور مجھکو سُناتے ہین

ارمان کیا وصالِ دلِ آزار کا کرون
مین مرگ کی اُمید پہ کبتلک جیا کرون
قربانی مین لبابن کا بھی نام ہو ضرور
یہی چاہتا ہی جیکہ جان اپنی فدا کرون

دل جلگیا ہی کثرتِ گرمیٔ آہ سے
کب تک مین اے اثر تری جان کو دعا

یہ جھوٹ ہی کہ میری دعا سے چھٹے رقیب
ای یار مین کچھ اپنا تو پہلے بھلا کرون

توڑا ہی مینے حدِ تعین کو اے فلک
گردش مین رات دن مین کہانتک رہا کرون

کیا کیا جہان مینے خواہش مین آڑای خاک
تا خاک ہو کے آپکو مین کیمیا کرون

حیران ہوا مجھے اثرِ تیرگیٔ بخت
تا مثلِ سایہ ساتھ نہ انکے پھرا کرون

ای سوزِ ہجر پھونک کہ ہین اپنی خاک سے
آئینۂ جمالِ بتان کو جلا کرون

صابر مین ژاژخائیٔ ناصح سے تنگ ہون
یہ زہر کے سے گھونٹ کہانتک پیا کرون

جو دل کو محبت کے مزے آئے ہوئے ہین
وہ اپنی طبیعت پہ ابھی چھائے ہوئے ہین

ہر بات پہ اظہارِ نزاکت ہی حیا سے
ثابت ہی کہ تکلیف بھی کچھ پائے ہوئے ہین

کچھ ہنستے ہین دل مین سمجھ رکھا ہی سمجھ
کچھ ہم بھی تعین ذہن مین ٹھہرائے ہوئے ہین

پھر ملنے کو جی چاہتا ہی یار کا ہم سے
ناچار ہین غصہ مین قسم کھائے ہوئے ہین

اللہ ری ضد کوٹھے کے چڑھنے کو کیا ترک
جس روز سے ہم یار کے ہمسائے ہوئے ہین

اب دل کو لگاتے ہین ذرا سوچ سمجھ کر
دو چار جگہہ پہلے جو زک پائے ہوئے ہین

کچھ در پہ جھکائے ہوئے سر بیٹھے ہین ہرجا
اُس گھر سے شاید کہ نکلوائے ہوئے ہین

مثلِ گیسو بل نکلجائین نہ مین تقدیر مین
انگلیان شانے کی ہون گر پنجۂ تدبیر مین

خوب موقع دیکھکر بیٹھا تنِ نخچیر میں
تھا نظر کا تیر ناوک دیدۂ زہ گیر میں

حشر میں ہی بحث میری گردشِ تقدیر میں
آسمان گرداب ہی اک لجۂ تشویر میں

نازِ تیرا میرے پائے شوق پر رکھیگا سر
سر مرا کٹنے سے فرق آیا تری توقیر میں

زاہدا کیونکر نہ پی چھپ چھپ کے پیتے بادہ خوار
چار گوشے ہیں ترے سجادۂ تزویر میں

زخم کھائیں او پھر آئیں شکار افگن کے پاس
یا خدا انکے دل اپنا بازگشتی تیر میں

قید کی سختی سے نرمی جلد کرتی ہی اثر
پھنس کے مشکل ہی نکلنا خاکِ دامن گیر میں

نقشِ پا لہ بے نشانی قیدِ آزادی ہی موت
کچھ نکل کر رہ گیا اور کچھ ہوں میں زنجیر میں

ہوتی ہی آمادہ اک اک بات پر لڑنیکو وہ
انکی چشمِ سخن گو دب گئی تقریر میں

آنا جانا بے طلب مثلِ نظر لازم نہیں
رنگ ہی بیغیرتی کا بازگشتی تیر میں

عشق میں اصنام کی تکلیف کا خوگر ہوا
تا نہ ہو روزِ جزا ایذا مجھے تعذیر میں

کم سنوں سے گرمجوشی بھی بہت اچھی نہیں
آگ بڑھنے کی اک دہشت ہی کچی شیر میں

رہ گیا زخمِ جگر میں پاسِ ہمدردی سے وہ
کیا لگے ہیں طائرِ مذبوح کے پر تیر میں

ظالم اپنی سختیوں سے آپ اٹھاتا ہی شکست
ٹوٹنے کا خوف ہی فولاد کی شمشیر میں

کس سے صیاد آد چاہیں سحر گفتاری کی ہم
ہم صفیر اپنا ہی یا تبریز یا کشمیر میں

وہ کبھی جاتی نہ بزمِ ظالمِ بے پیر میں
ڈال دیتا جان گر خالق ہی تصویر میں

بہرِ نظارہ جنوں آنکھیں لگا ہی تیر میں
حلقۂ بے چشم لاکھوں ہیں مری زنجیر میں

حالِ وحشت آگئے کیا پیراہنِ تقریر میں
آئی اک آواز بے الفاظ ہر زنجیر میں

بے محل آیا جواب اُس شوخ کی تحریر میں
شاید آگے بڑھ گیا قاصد مرا تقریر میں

واجب التعظیم ہیں ہم کشتۂ ناز و ادا
آپ استادہ ہوئی ہے آب اُس شمشیر میں

وصفِ قدِ یار نے کاتب کو شاعر کر دیا
لفظ سب بے قصد موزون ہوگئے تحریر میں

ٹھونک دے تو بھلو سر کے پانو میں چھیلے سے
کاش ہے اے قاتلِ عالم تری شمشیر میں

مر کے بھی چھوٹے نہ دامِ ہستیِ موہوم سے
جسم و ضعفی رہ گیا پیراہنِ تصویر میں

وحشیوں نے نامۂ اعمال پھاڑے حشر میں
دائرے حرفوں کے شکلِ جیب ہیں تحریر میں

اہلِ ہمت کرتے ہیں اپنی کمی پر بھی مدد
ہاتھ لے پنجہ میں گو جسم ہر آتش گیر میں

دادِ میرِ صبر کی دے اُس شکار افگن کا عیب
مرحبا نکلے اگر آواز آئے تیر میں

قمگلہ میں ہو گئی شام و سحر آہن گرو
تھوڑی چاندی بھی مِلا دو آہنِ شمشیر میں

تیرے زخموں میں بھی ہے زنجیرہ بندی کا حساب
دام تیرا پڑ گیا ہے گردنِ نخچیر میں

نقش میں تحریر بے بیتابی سے شوخی آگئی
دل اُچھلتا ہے ہمارا سینۂ تصویر میں

بعدِ وحشت پاؤں میں ہوں نقشِ زنجیر و کو میں
ہلکے ہلکے جیسے ہوں قطرے کے نشاں تحریر میں

خاکساری سے ہوا افتخار رازی کو فروغ
جو چمک زر میں ہے وہ پاتے نہیں اکسیر میں

یہ بھی آہن ہے اِسے کھینچو نہ اتنا دم بدم
تار ہو جائیگا آخر قبضۂ شمشیر میں

رنگ اُڑا کھینچنے کے صدمے سے ترا کیسے دیکھنا
قوتِ پرواز پیدا ہو گئی تصویر میں

خدمتِ معشوق میں گستاخیاں صابر مدام

ھادتیرے نام کا ہر کلمہ تقصیر مین

یہ سیاہی کے حروف اپنے کلام پاک مین
ہین بشکل خط مشکین چہرۂ ادراک مین
سحر سازی ہر لطافت بھی تن سفاک مین
جسم مین پوشاک دیکھو جسم کو پوشاک مین
وہ نجاسے جو کدورت ہو دل سفاک مین
گر اسی نہلائے آب رخ دلاک مین
جذب ہے اتنا زمین کوچہ سفاک مین
سائے سے تصویر کھنچ جاتی ہے ہر جا خاک مین
جو بندھا مضمون بجا ہی گفتگوئی پاک مین
تھمگیا تصویر یوسف بنکے وہ ادراک مین
خاکساری ہے فروغ اپنا نگاہ پاک مین
مثل اخگر ہم چھپے بیٹھے ہین اپنی خاک مین
ہم نے ہنگامہ کیا برپا چھپے کسطرح راز
وہ نکالین صورتین وصل بت بیباک مین
اختر تابندہ ہوگا اُن مین بخت نشہ کا
دانے ہونگے گرستارے خوشۂ تاک مین
انکو گلدستہ نزاکت نے بنایا غسل مین
پھول بخیے کے بنے تھے کیسۂ دلاک مین
منہ لگانے سے ترے ہوتا ہے آپس مین نفاق
سیکڑون ریشے نظر آنے لگے مسواک مین
سینے مین ناسور ہر دانے کے ہین جس طرح حرم
میری مٹی ملگئی تسبیح خاک پاک مین
ناتوانی ہوگئی ہے گرد نامے کا حصار
نقطۂ پرکار ہون مین گردش افلاک مین
دیدۂ عاشق ہے مصلح خال لب کا آپ کے
ملگیا بادام گویا حبۂ تریاک مین
کر دیا اُسکو در دندان جانان نے بزرگ
ریش مثل مو قلم نکلی سر مسواک مین
درد سے آیا اندھیرا چشم زخم صید مین
تمنے باندھا اُسکو مشکین اسپ کے فتراک مین
آپ کی تیغ ستم نے سفت کی بردہ دری
راز کوئی چھپ نہین سکتا دل صد چاک مین

شکلِ آئینہ پریشانی سے ہین نظرین خراب
خواب کیونکر آئے اس صحرائے وحشت ناک مین
عطر کی چھوئے کفِ دریا نے وضو کے وقت
اتنی خوشبو ہے تری اُتری ہوئی پوشاک مین
اہلِ غفلت اصل پر اپنی نہین کرتے رجوع
دانۂ خشخاش کی رنگت نہین تریاک مین
دل بہت اُلجھا جو باندھا چشم نے رونیکا تار
بل سوا ہوتے ہین اکثر رشتۂ نمناک مین
گھر کو جھاڑے گی مرے جاروبِ مژگان سے اجل
تن مرا کاہیدگی سے ملگیا خاشاک مین
کیا کرے تاثیرِ دنیا کی ہوا گرم و سرد
تم چراغِ زیرِ دامان ہوگئے پوشاک مین
اب بھی یہ تاثیرِ گردش ہے بنا وہ گردباد
لگگیا جھونکا ہوا کا جو ہماری خاک مین
مرگ نے اپنی عدو کے دل کا دھویا ہے غبار
ہوگئی تاثیر پانی کی ہماری خاک مین
ہاتھ سے پانی کو کاٹے اور نہو پانی مین زخم
تیغِ قاتل مین نہین جوہر جو ہین تیراکی مین
عاج کا شانہ نہین گیسو مین شاہِ حسن کے
مغزِ انسان ہے دہانِ فتنۂ ضحاک مین

شمع سان کس کام کا صابر فروغِ بے ثبات
ایک شب رہنا ہے اس وحشت سرائے خاک مین

جھنجھلا پڑتا ہے وہ غصہ سے جو تن جاتے ہین
آپ ہم روٹھتے ہین آپ ہی من جاتے ہین
ہون خوشامد کی جو باتین تو وہ من جاتے ہین
کام بگڑے ہوئے باتون ہی مین بن جاتے ہین
خوب نبھتی ہے کہ جب کچھ نہ رہی بات کا پاس
جس طرح طبع ہو ہم ویسے ہی بن جاتے ہین
میری ہمدرد ہے بلبل کو بچانا یارب
دامِ صیاد لئے سوئے چمن جاتے ہین
شمع رو غیر مین شرم رکھو یا نہ رکھو
ہم بھی اس بزم سے اے عہد شکن جاتے ہین

تھے ابھی تو وہ یہان کہتے ہین اور ڈھونڈھتے ہین
خواب ہم دیکھ کے دیوانے سے بن جاتے ہین

اس طرح پھرتی ہین نظرین تری ہم سے بیدرد
چوکڑی بھرتے ہوئے جیسے ہرن جاتے ہین

انسے مطلب نکل آتے ہین آسانی سے
خوب لڑ بھڑ کے جو آپس مین وہ چھن جاتے ہین

ہم گڑے جاتے ہین کیا کیا نہ حیا سے دل مین
دینے جب غیر کو وہ گور و کفن جاتے ہین

کیون کسی اور کا غصہ وہ اتارین ہم پر
بچھین بول کے ہم مفت مین سن جاتے ہین

جب بہار آئی وہی دشت وہی تم صابر
آپ دیوانے ہین جو سوئے وطن جاتے ہین

کبھی دیدار سے محروم یہ دلگیر نہین
کونسا ہے وہ دلبشر جو تری تصویر نہین

خواب کہتے جو الٹی کبھی تاثیر نہین
پر ترا صحفِ رخ نامۂ تعبیر نہین

فاصلہ زندگی و مرگ کا پوچھا نہ کرو
تاب لو ہاتھ مین کیا آپ کے شمشیر نہین

بزمِ عالم مین نہ ہو ظلم سے زینت ای شمع
سرخ ہوتا دہنِ غنچۂ گلگیر نہین

ابھی زنگت ہے فنِ سہو مین کم مشقی کی
رکھتی املا کی درستی تری تحریر نہین

اپنے دم پر یہ بھروسا ہے کہ جب چھوٹی ہاتھ
بچھین دم کہین لیتی تری شمشیر نہین

کردیا نالہ نے ہنگامۂ محشر قایم
پر کسی جا نظر آتی اُسے تاثیر نہین

شعلۂ حسن نے کی آپ کی یون پردہ دری
چھپتی جس طرح پسِ آئینہ تصویر نہین

کیا مضمون تپش نے قلم آتشباز
ہاتھ مین کلک سنبھالتی دمِ تحریر نہین

کیا بنے دوست کہ تو جان کا دشمن ہے مری
ملک الموت کو کرتا کوئی تسخیر نہین

مہرِ عارض کی تمازت سے بچے کیا عاشق
سایۂ دار اسکی بناتا کوئی تصویر نہین

شیخ روئی ہی مگر بغل و آتش رہنا
لال کس وقت مرے پاؤنکی زنجیر نہین

جانتا ہون مرا نالہ عملِ سفلی ہے
کرتا اُس مصحفِ رخسار پہ تاثیر نہین

ساقیا قلقلِ مینا مین ہو آوازِ رباب
شیخ اُٹھ جائیگا سنتا وہ مزامیر نہین

وحشیِ چشم ہون دل کون سی شی ہی پہلے
موج بوئے گلِ نرگس مری زنجیر نہین

اُسکو منظور ہی دشمن کی نہ ٹوٹی اُمید
کرتا قاتل جو مری نعش کی تشہیر نہین

ترکِ دنیا کو عبث حرص نے سمجھا افلاس
بے نیازی مری کچھ خواہشِ اکثیر نہین

صابر اس حیلے سے اظہارِ ہنر کرتے ہین
کچھ فنِ شعر ہمین باعثِ توقیر نہین

جان قربان ہی پر مانتا بے پیر نہین
یہ قربان ہی کمان جس مین نہین تیر نہین

کرتا معشوق کو عاشق کوئی تسخیر نہین
اشک مین شمع کی لپٹی کبھی تنویر نہین

کسی محفل مین وہ ملتی مجھے بے پیر نہین
تیری دزدیدہ نظر تو مری توقیر نہین

دہنِ زخم مین چلتی ہی مثلِ مقراض
اہلِ منطق کی زبان تو تری شمشیر نہین

ترکِ اُلفت ہی پشیمانیِ اُلفت یہ عبث
اے بتو عذرِ خطا خواہشِ تعذیر نہین

نیک و بد خواب کا تعبیر پہ ناحق رکھا
کچھ نہان خواب کے الفاظ مین تعبیر نہین

مبتدا اُسکی تمنا کی ہی بے پایانی
کبھی محتاج خبر کی مری تقریر نہین

نقشِ دیوار بنانا تجھے منظور نہ تھا
اس لئے گھر مین لگائی کوئی تصویر نہین

فیضِ تعلیم کو ہی شرط گذارش اپنی
کہ مسِ سرد پہ کرتی اثر اکسیر نہین

فکر کیا تشنہ لبی کی ہو ترے مجنون کو
دشتِ وحشت کے کسی نخل مین کیا شیر نہین

خامشی وان نہ تری چشمِ سخن گو کو سکھائی
اپنے تو کام کا کچھ سُرمہ تسخیر نہین

ہی یہ آہستہ خرامی سے ہماری نفرت
بولتی راہ مین پاؤن کی بھی زنجیر نہین

دل کو توڑا نہ بنا عہد کو توڑا نہ بنا
آپ سے ہونے کی ثابت مری تقصیر نہین

ق

ورنہ دے بوسہ خطا ہی یہ کہان ہی وہ دکھا
جو نہ موجود ہو واجب اُسی تعذیر نہین

تیرے دل مین ہی وہ تجھکو نظر آتی ہوگی
میرے نزدیک تو میری کوئی تقصیر نہین

وہ غزل پڑھتے ہین سنکر جسے کہدے فرہاد
صابرؔ ایسی مری شیرین کی بھی تصویر نہین

نور کی خانۂ دلکے کوی تدبیر نہین
وہ چمک درد کی ہی جسمین کہ تنویر نہین

کم سیہ روئی سے کوتاہئ تقدیر نہین
بڑھنا کاغذ سے سوادِ شبِ تصویر نہین

سُوجھتی شمع کی خوبی تجھے گلگیر نہین
پاؤن مین آنکھیں ہین اور اُنمین بھی تنویر

اپنا فعل اُور کا ہو عیب تو لازم ہی سکوت
بولتا راہ مین سفاک ترا تیر نہین

دلکی نرمی نہین ہمنا سے ظالم کھوتی
آتا معنی پہ لہو کے دمِ شمشیر نہین

جلکے ہم آتشِ اُلفت سے ہوئے خاکستر
خاک بھی بعدِ فنا قابلِ تعمیر نہین

مرتبہ آپ سے اپنا ہی گھٹانا مشکل
بے مصور کے اوترتی تری تصویر نہین

پردۂ شاہدِ اسرارِ نہفتہ ہے یہی
کہ زبان اپنی اُلٹتی دمِ تقریر نہین

ستم و صبر مین ہی فرقِ روانی و قیام
خون کی طرح سے بہتا دمِ شمشیر نہین

آتشِ عشق ہوئی مجھکو گلستانِ خلیل
روز جلنے پہ چمکتی مری تقدیر نہین

جذب کرتا ہی لطافت سے کثافت کو جلا
عکس سے کھچتی ہے اور سائے سے تصویر نہین

وضعِ ظالم کی درستی ہی اجل کا دھوکا
مانعِ ظلم کبھی راستیِ تیر نہین

خاک مین کیونکہ ملاؤن ہوسِ دنیا کو
خاکِ دل مین تو ہوئی حسرتِ اکسیر نہین

سخت جان کیجے لئے ہو جاتی ہی آتش گلزار
شعلۂ شمع سے جلتی لبِ گلگیر نہین

نہین معلوم مرکب ہی وہ کن چیزونسے
کہ بگڑتی ہی تو بنتی کہین تقدیر نہین

ایک ہو جائین پسِ مرگ اگر کوئی کلال
میری مٹی سے بناتا تری تصویر نہین

ہو گئی آپ کے جانیسے یہ دنیا اندھیر
کہ مجھے سوجھتی ہرگز کوئی تدبیر نہین

بھگئی اشک مین امیدِ وصالِ جانان
تھمتا آنکھون مین ہی سُرمۂ تسخیر نہین

کوئی کہتا نہین کیا ہمنے ازل مین دیکھا
کہین اس خوابِ فراموش کی تعبیر نہین

راہ کا پھیر ہی آہستہ کلامی گویا
کان تک اونکے پہونچتی مری تقریر نہین

نامہ بر نے بھی وہان رات کو خط پہنچایا
یہ بھروسا تھا کہ روشن مری تحریر نہین

تنگ رہین دیکھائین اُنہین تو نے صیاد
ساتھ نخچیر کے ہشیار رہے نخچیر نہین

گھر نہ کر دل مین ملیحانِ جہان کے صابر
دیکھ تو سنگِ نمک کی کہین تعمیر نہین

خورشید سے کچھ داغ تھے باقی مرے تن مین
وحشت کو لگے دن جو پھر آیا مین وطن مین

آوارگی سے طبع نہ لیجائے وطن مین گوہر کی گئی آب تو پونہچی نہ عدن مین
وہ گالیان دیتے ہین خفا ہو کے چمن مین غنچون کے چٹخنے کی ہی آواز سخن مین
رکھا ہمین وحشت نے بیابانِ محن مین یہ تیسری جا ہی نہ سفر مین نہ وطن مین
اہی کی طرح قید ہی آزادیِ وطن مین خالق نے دیا ہی قفسِ خارِ بدن مین
ہمین کوئی آرام کی صورت نہ بنیگی صورت ہی نہین کوئی مری دلکی جلن مین
ی سبزہ رخو خط کے ہین سورج تمھارے رنگت نہ فلک کی ہوئی سورج کی کرن مین
ہرسال مین اُلفت کی نئی شکل بنیگی اک سن کا نہو سنہ سے پھر دوسرے سن مین
یہ ضد ہی وہی بات چبا جاتا ہی ظالم جس بات سے آتا ہی مرا نام دہن مین
سرمایۂ ماتم نکر اے شمع فراہم آنسو ترے بے سود ہوئے جمع لگن مین
بے کھوج رہین اُنمین نگاہونکی طرح ہم رشتہ جو تعلق ملے اُس چاہِ ذقن مین
روئیدہ مع داغ ہوئے لالۂ خودرو ویرانی برستی تھی مرے کنجِ حزن مین
پھر کثرتِ گل موت ہوئی زیست مین اُسکو دم لینے کی فرصت نہین گلچین کو چمن مین
ہی نشہ کی گرمی کا اثر نشہ سے پہلے ہین آبلہ ہی آبلے انگور کے تن مین
مے جتنی پیو راحتِ جان ہوئی ہی ساقی پڑتے نہین چھالے خمِ صہبا کے دہن مین

صابر نہ سخن تھا نہ سخن سنج ازل مین
اُس روز سے قبضہ ہی مرا ملکِ سخن مین

یان لاغری سے تارِ نفس تک نہین تنمین مُردے کا تصور ہی فقط میرے کفن مین

گر تار زیادہ ہو گئے کچھ اپنے کفن مین
کر دینگے رفو گور کے ہم زخم دہن مین

ہی ابروِ معشوقہ راحت کا نظارہ
یہ نون جو آتا ہی نظر لفظِ وطن مین

عاشق سے سوا کرتے ہین معشوق ادب انکا
اک پاؤن سے استادہ رہی شمع لگن مین

اُس حیرت کی نہتی ترے سرمے کی سلائی
وہ حیرت جو ہی کثرتِ وحشت سے ہرن مین

زنگ اِسکا کسی زنگ کے مرہم نے نہ بدلا
ہی آتشِ بیرنگ مری دلکی جلن مین

ہی بے جگت اسمین کوئی دیکھے سے نہ گر جائے
دروازہ لگا دو دہنِ چاہِ ذقن مین

اک اوج گرائی ہے ضلالت کی نہایت
جنت وہ فلک پر ہی بنی تھی جو عدن مین

پاکیزگی اپنی نہ گئی دفن تلک بھی
صندل کی زمین ہاتھ لگی عطرِ سمن مین

ہم حسن مین ممنون نہ مخلوق کسی کے
ہر طرح سے آزاد ہو بیساختہ پن مین

ہی چین بجبین فصلِ بہار اپنے جنون سے
مٹی یہ نشان موجِ صبا کے نہین بن مین

کیون مژدۂ شادی نے یہان دخل نہ پایا
دربان ہی نہ دروازہ ہی زندانِ محن مین

وہ دیر مین ملتے ہین یہ ملتے ہین ہمیشہ
آتی ہی بہار اک برس بعد چمن مین

جنگل سے نہ ہو بعدِ مرے قیس کو وحشت
ہمشکل جو ہوا اپنا بگولا کوئی بن مین

غنچے نظر آئین گے بجائے ثمر و گل
لگ جاتا ہی دل اُسکا جو آتا ہی چمن مین

ہم خاک نشینون کو ہی حُسن کا آداب
پانی کی طرح سر کے بل آتے ہین چمن مین

آئینہ ہوا حال محبت کا تو صابر
آتی ہی خرابی نظر اپنے ہی چلن مین

دو چار بار روز نکلوائے جاتے ہین
یہ بے حیا ہین غیر کہ پھر آجاتے ہین

یہ نامہ بر پہونچ ہین گھبرائے جاتے ہین
دو چار دن مین کیا وہ ابھی آجاتے ہین

ہاں صبح شراب خوار پیے ہے تر ہوئی ہے نیند
تک تک کے آپ جان مری کھائے جاتے ہین

کیا دیکھیے کہ تاب نگاہ ہوگی بھی نہین
پھولون کی طرح آپ تو کمھلائے جاتے ہین

برسون ہوئے وصال کو اس در کے حجاب
اتنک وہ بات بات پہ شرمائے جاتے ہین

بجلی کی طرح مجھ پہ گرے ہین گے وہ ایکدن
اچھا تو ہے کہ غیر انھین چمکائے جاتے ہین

اتنا تو پاس ہے کہ نہین جھوٹ سچ کا کام
قسمین ہماری جان کی وہ کھائے جاتے ہین

کیا پاس بات کا ہے کہ گھیرے ہے گھر کا گھر
پر وہ یہان کبھی نہ کبھی آئے جاتے ہین

صبا بہ چلی ہے باد سموم نفس مگر
کمھلائے زخم آپکے مرجھائے جاتے ہین

ردیف الواو

کسی کو ہجر عالم مین نہ یا رب حرص دولت ہو
کہ درہم فلس ماہی کی طرح داغ ندامت ہو

کرون مثل مرض مین دفع اسکو جس سے نفرت ہو
برا قابو ہو یہ نبض اگر انکی طبیعت ہو

الٰہی یار کو میری طرح دشمن سے نفرت ہو
جو صورت وہ نکالے وصل کی وہ میری صورت ہو

برائی بھی سہی پر وہ لب جانان کی زینت ہو
مثال برگ پان شکوہ کی اپنے سرخ رنگت ہو

ستم اتنا نہین لازم کہ زائل اپنی راحت ہو
خرابی ہو جو کچھ مجکو دیکھکر غیرون کو عبرت ہو

مجھے یان کون جب یون تفرقہ انداز قسمت ہو
کہ مین ہون شمت مین اور شہر مین حسرت وفی ہو

وہ ذی رتبہ ہوں آزارِ محبت جسکو سوا ذیت ہو
جو تپ آئے تو وہ تپ ہو کہ جسکا نام نوبت ہو
لگا دو بت پرستوں کی عبادتگاہ میں اُسکو
ریا سے آپکی زاہد اگر مٹی عبادت ہو
زمانہ ہجر کا کیا ہی ہم اپنی عمر کاٹیں گے
مگر یہ شرط ہے پر آب اپنی تیغِ جرأت ہو
تمھارا لاؤ بالی پن تمھارا حسن ہے گویا
پری کیونکر کہیں تمکو جو تم میں آدمیت ہو
مثالِ مو قلم کیوں ہاں نہ اُٹھائیں تاج بخشی کا
جو اپنے مو کے سر سے اپنے سر پہ تاجِ دولت ہو
کیا ہے صرفِ لوحِ جامعیت خیرہ ہستی کو
کہ گرنے میں نہ آخر اپنی عمرِ برقِ فرصت ہو
بتوں تھرے رہو تم اور سجدے وہ منائیں ہمیں
کہ خم روئی تمھاری مجھکو محرابِ عبادت ہو
قیامت میں ہم اپنا خونبہا کیا چاہیں قاتل سے
کہ پہلے قتل سے باندھی گئی جب جسکی ہمت ہو
لعین ہے خشم طمع حاسد سعادت جانکر اُسکو
زمین پر آنے جانے میں جو نقشِ پا ہے دولت ہو
عدو کو خوف کیا پر ہے بہت پاسِ حیا مجھکو
تمھارے سامنے بے پردہ کیا میری شکایت ہو
بگولے دشت میں اُٹھتے ہیں شکلِ قیس بن بنکر
کسی وحشی کو شاید اپنی تنہائی سے وحشت ہو
ہمیشہ ایک صورت پر پھرایا مجھکو گردش نے
کہ میری گردشِ قسمت میں رنگِ استقامت ہو
تری موجِ تبسم کی ہیں یوں آئینہ لہریں
ہوا میں جس طرح سے آبِ استادہ کو حرکت ہو
عجب ہے یک نفس تک زندگی کا نور قائم تھا
ہوا اور شمع کے شعلہ کو دامانِ حمایت ہو
مصیبت میں مجھے لگا میں اگر زر سے کٹی فرقت
نہیں منظور مجھکو زر کے سر خونِ مصیبت ہو

سخن کے واسطے زنجیرِ پا عجلت ہے اے صابر
رہائی طبع کو جب ہو کہ قیدِ وقتِ فرصت ہو

گر نہ پیدا آب اے ستم آرا تری شمشیر ہو
زخم خشک اپنا دہانِ کودکِ بے شیر ہو

تفتہ جانون سے کبھو تو رنگ صبح تغیر ہو
دیکھلو جیسے عرق کھنچنے مین پانی شیر ہو

گر دمِ گریہ خیالِ روئے پر تنویر ہو
آنسوونکی جا ہے آنکھونمین سحر کا شیر ہو

ظلم کے بدلے کی کیا اچھی طرح تدبیر ہو
ہم سے کشتہ گر تمھارا آہنی شمشیر ہو

لطف دے روز سیہ دیدار کا معشوق کو
قیس کا بختِ سیہ لیلی کی گر تصویر ہو

آئی صبحِ مرگ بزمِ دشمنی آخر ہوئی
شمعِ کشتہ ہون مجھے کیا دہشتِ شبگیر ہو

عقدے حل ہو جائین سب مشکل وہان
گر ہلالِ عید اپنا ناخنِ تدبیر ہو

جیسا کہتا ہے کوئی ویسے ہی ہو جاتے ہو تم
کیا مری خوابِ پریشان کی تمھین تعبیر ہو

بے وسیلہ بزم عالم مین نہین ہے یا فروغ
دوسرے شعلے سے ظاہر شمع کی تنویر ہو

اسقدر ایذا رسانی اور ہمکو کیا کہون
تم مجھے اعمالِ ناشائستہ کی تعذیر ہو

وہ شکستہ دل ہون جیسے بانسری کے دو لاکھ
میری مٹی سے اگر کوئی مکان تعمیر ہو

چرخ ہم روشن دلون کو خاک مین رکھتا ہے تلے
مثلِ اخگر زیرِ خاکستر نہان تنویر ہو

آتشِ الفت سے گر روشن کرین ہم شمع کو
شعلہ اک تبخالہ لب تجھکو اے گلگیر ہو

اشکِ اخگر گون وہ میرے دیکھکر کہنے لگے
بند کر آنکھین کہ مژگان شکلِ آتشگیر ہو

اسقدر گردش زدہ ہون مین کہی گر مجھکو قتل
جوہرِ شمشیرِ قاتل دیدۂ نخچیر ہو

اسکو میرا حال لفظون مین نظر آنے لگے
نامہ بر یہ صاف مثلِ آئینہ تقریر ہو

اتنا سوکھے آکے وہ مجھ تفتہ جان کی قبر پر
اک ورق چاندی کا نورِ ماہ پہ تنویر ہو

ذبح تم مجھکو کرو یار کہ پیٹن دل مین قریب
خون گردن کا روانی مین جو تم شمشیر ہو
تیری سختی کا بیان گر ہو تو جلی ہین عدو
شعلۂ ہمت شکستِ دل مری تقریر ہو
پھر نہ نکلے ویسے اُلفت گئی جی جھپیدہ دل
یار کے دلکے کدورت خاکِ دامنگیر ہوا
اسقدر سر مین سفیدی اور اتنی کمسنی
صبح کے مانند تم روزِ ازل سے پیر ہو
ہے یقین بعدِ جنون بھی ہو جنون زنار و
کثرتِ نقشِ قدم اپنی ہمین زنجیر ہو
دمبدم ہنستے ہو میرے زعفرانی رنگ پہ ق
مین کہون تو رشکِ لیلیٰ تم ابھی دلگیر ہو
سانولی رنگت کو اپنی آئینے مین دیکھیے
تم بھی تو اچھے دھندلکے وقت کی تصویر ہو

عیب پر صابر نظر رکھتے نہین ہم خیر ہے
سگ منش ہوتا ہے وہ انسان جو آہو گیر ہو

کفایت کر گئی آپس کی اُنسیت ہمیشا کو
نہ ایذا مجھکو چھوڑے گی نہ مین چھوڑونگا ایذا کو
نہ جی کیونکر لگے ہر دم مزا ہی جوشِ سودا کو
کہ پیشانی کشادہ پاتے ہین ہر وقت صحرا کو
دکھائین اپنی گر آتش خرامی ہم تو سمجھو تم
چراغِ داغِ سینہ خاک کا نقشِ کفِ پا ہو
نہ کھوئے وہ رخِ روشن سیاہی غیر کے دلکی
یدِ بیضا نہ دے اپنی سفیدی سنگِ موسیٰ کو
کٹین جو انگلیان دامن سی یوسف کی عبث ہے کیا
سزا کیونکر نہ ملتی دستِ گستاخِ زلیخا کو
خیالِ وحشت پیمائی نہ رکھا وسعتِ دل نے
چھپائین ہم گوشے مین ہم انکی لاکھ صحرا کو
ڈبو دے عاقبت بد طینتون کو لافِ یکتائی
ہوا فرعون کی ڈاڑھی پہ قبضہ دستِ موسیٰ کو
یہ مجھسے ضد ہے وہ شوخ کے اسکو در پئے آزار
جو دیکھین چشم کی صورت مرے نقشِ کفِ پا کو

عدو کی پائمالی اپنی ہی ایذا رسانی ہے
اسیکو درد ہو ٹھوکر جو ماری سنگِ خارا کو

مقصر ہوتا ہے فیضِ عالمِ بالا کریموں کو
ممدِّ آبِ باران نے کیا ہے آبِ دریا کو

کبوتر کیا اگر نامہ لکھیں گے یار کو ہمسے
اُڑا دینگے تلاشِ نامہ بر کی ہم تمنا کو

جگر کی آگ پر کیا مے سے خنکاری ہی ساقی
کہیں اشکِ کبابِ جامِ ہم قطراتِ صہبا کو

تپِ غم سے ہے جلتی چشم قائم طفلِ اشک ہمیز
نہ دے نقصان ہرگز آتشِ تنورِ موسا کو

پھر جی میں ہے کہ لکھکر مطلعِ نو آج اے صابر
نویدِ نامرادی دوں میں اپنی طرح اعدا کو

نزاکت ہوگئی تمکین اُس آئینہ سیما کو
اُٹھا سکتا نہیں رنگِ حنا کے بوجھ سے پا کو

ہمیں سے لیکے مے دھو شیخ دلسے فکرِ عقبا کو
سمجھ محرومئ قسمت خیالِ ترکِ دنیا کو

تپِ غم کی حرارت میں دکھا کر تیرے شیدا کو
بنا دوں طالعِ سیماب کا اختر مسیحا کو

وہ گو آرام کھوتی ہے یہ تو دیتا ہے چاہت سے
ترا تحفہ سمجھکر ہم اُٹھا لیتے ہیں ایذا کو

گری مے خاک پر واللہ کتنا بے ادب ہوں میں
عبث زاہد کے منہ پر کھینچ مارا اپنے مینا کو

ہمیشہ فکرِ یکتائے قناعت ڈھونڈھتے ہیں ہم
جلا کر خانۂ دل میں چراغِ حرصِ دنیا کو

اگر پردہ دری ہو شاہدِ وحشت کی خاروں سے
تو چاکِ دامنِ یوسف کہوں زخمِ کفِ پا کو

مثالِ حلقہ آسائش ہمیں کوتہ خرامی ہے
سفر پورا ہوا اگر فرق پر پہونچا دیا پا کو

ملی تاثیرِ جنسیت نہ صورت کی کلانی سے
بنے کب طرۂ زر کا سرِ جو پیچِ رنگِ ہوسا کو

بنایا ضبطِ جوشِ غم نے ظرفِ میکشی ہمکو
گلے تک لا کے اُلٹا پھیرتا ہے جوشِ گریا کو

اسی ترکیب سے ہم دیکھتے پامالیاں اسکی
بناتے غیر کی صورت تشبیہ فرشِ دیبا کو
جہان حدِ بلندی جسکو سمجھا ہے وہ پستی ہے
زمین پر منحصر رکھا گیا ہے مرگ عیسا کو
سلاست بھی مری تعریف کی تصویر ہے گویا
کہ بے آئینہ رخ آیا نظر آئینہ سیما کو
سبب زینت کا ہو جاتی ہے گرمی غیر صحبت کی
ہوئی آتش کی سرخی رو سفیدی سنگ خارا کو
بجھاتی حرص کی آتش نہین صحبت کر مونکی
ثمر رنگین لگے گر در پائین رکھو سنگ خارا کو
جو نئے شیشے سے نازک ہے وہ ہے کس کام کی زاہد
کہ اک مینائے مے سے توڑ ڈالا ہمنے توبا کو

ملاقی حضرت یوسف کی مدت بعد ہو صابر لگا دون خانۂ زندان مین تصویر زلیخا کو

سمجھیگا دستِ جنون چاک کا خواہان مجھکو
تن ملا ہے مہِ نو سی شکلِ گریبان مجھکو
توسنِ فکر ملا ہے پئے جولان مجھکو
خامۂ موجدِ تحریر دے میدان مجھکو
خفت مین باعثِ بخشش ہے گرانی غم کی
کہ اٹھا سکتا نہین پلۂ میزان مجھکو
داغ سینے کے ہین مثلِ گلِ شمع سفید شگون
جیب اک چاہ ہے مثلِ چہ کنعان مجھکو
ذہن مین تھا مین نہان معنی بلفظ کی طرح
کردیا پردۂ الفاظ نے عریان مجھکو
آتشِ غم نے کیا شعلۂ شمعِ رخِ یار
سخن ہو پنہا کہ ہے اپنا تنِ عریان مجھکو
پھر نکلنے مین سحر جلد ہے کسوا کوشش ہے
سمجھے ہین اپنی طبیعت کا وہ نقصان مجھکو
اب تو ہر وقت لڑائی پہ تلے رہتے ہین
اُنسے ملتی نظر آتی نہین میزان مجھکو
غم و غصہ ہے غذا بزمِ جہان مین میری
مثلِ غنچہ ہے دہن مین دیے دندان مجھکو

ہجر مین جان نجانے سے ہوا جاتا ہوں
ملک الموت سے بدتر ہے مری جان مجھکو

خاک تن مین سے نکلتی ہے مثالِ اخگر
ہوگیا پردہ سوزش تنِ عریان مجھکو

فردِ اعمال ہے کثرت سے گنہ کی ناقص
کہ نکیرین دکھاتے نہین میزان مجھکو

میری خوبی کے چھپانے کے لئے اے صابر
رکھا ہے تیرگیِ بخت مین پنہان مجھکو

پہلے نہ اوڑایا کسی بیکس کے جگر کو
پر ہمنے لگائے ہین ترے تیرِ نظر کو

دکھلایا کرو ہجر جمال اپنا سحر کو
دھونا ہمین منظور ہے دامانِ نظر کو

پامال کیا اشک نے مژگان کو ہمارے
کیا آب کی کثرت بھی جلاتی ہے شجر کو

کثرت خس و خاشاک کی رہتی ہے ہمیشہ
ویرانے نے آباد کیا ہے مرے گھر کو

اعمال پہ ہر وقت نظر رکھو کہ مسافر
رکھا ہے حفاظت سے بہت زادِ سفر کو

ہے تیرِ نگہ بزمِ عدو مین مری جانب
غمزے مین چھپایا ہے محبت کی نظر کو

کچھ بال سفید انکے جوانی مین نہین ہین
چھڑکا شبِ دیجور پہ ہے نورِ سحر کو

زاہد مجھے آتا ہے مزہ طوفِ حرم کا
اس لطف سے ہر نشہ مین گردش ہے سر کو

کیا وہ ترے دانتونسے ہو روکش کہ گلے ہین
نگلے ہی تجھے لے لبِ سلک گہر کو

کیون آتشِ گل باغ مین ہے تیز کہ ہم آب
اٹھ جائین گے اے شبنمِ تنہا ہم سحر کو

ہے ناخنِ غم اسے کھدے نام اسیکا
کندہ جو کرے تو مرے تابوتِ جگر کو

ذرات کا فرق انکی محبت مین ہے ابتو
وعدہ تو کیا شام کا آئے ہین سحر کو

داغون کی سیاہی نے عجب لطف بڑھا
مسّی کی دھڑی ہی یہ لبِ زخم جگر کو

دل چیز ہی کیا جان بھی دون عشق کو صابر
مین نفع سمجھتا ہون مدام ایسے ضرر کو

جو دیکھون زرد شیشے سے جہانکو
تو زردی کا مرض ہوا آسمان کو

بٹھا کر دل یہ ہمنے اُس مکان کو
بنایا خانۂ پاک آشیان کو

تری توقیر لازم تھی جہان کو
بنائے کیونکہ بے کر ہیکان کو

نہ پایا ہمنے کچھ دنیا مین آکر
جُدا کس طرح سمجھین لامکان کو

مثالِ نے گلے مین کچھ ہون ناسک
ہو زنگِ درد دنیا ہی فغان کو

تلافی خونِ حسرت کی ہو میرے
جو کچھ مدت کی ہو قید امتحان کو

ملے گر خاک مجھ گمرہ کی اُسمین
بھلا دے راہ وہ ریگِ روان کو

بندھا ہی برق کے گرنے کا تار
اوجاڑے کون میرے آشیان کو

کجی سے ہی بنا ان کجروون کی
شکستونسے درستی ہی کمان کو

اوڑے گی خاک گر یون زندگی کی
کرون گا دفن زندہ آسمان کو

مرین گے تو بھی ہم زندہ رہینگے
ملا ہی جسم آخر کچھ تو جان کو

بنا گل تکیہ اسکا اے شہِ حسن
سمجھ بینہ ہمارے استخوان کو

ملایا خاک مین گردونِ دون نے
پھرین گے دوش پر ہم لیکے جان کو

بنا ہون بلبلِ باغِ تصور
فقط ہمت یہ باندھون آشیان کو

کرون گا تن کو مثلِ صور خالی
کہ ہی جسم بھی لازم فغان کو

نبا مین کس کا دل ای مرگِ الفت
فرشتے ہاتھ مین رکھتے ہین جان کو

اوڑائی خاک اتنی سر پہ ہمنے
ہوا پر کر دیا قائم جہان کو

شرابِ حسن کا سرجوش ہو تم
کہ لگائے جب بہت چھپانا جہان کو

چراغِ خانہ نے دی کچھ نہ تعبیر
سنایا خواب کس غنچہ دہان کو

تلون سے ترے دلکی کدورت
خجل کرنے لگی ریگِ روان کو

بسنتی پیرہن دھلواکے تمنے
کیا نقرہ طلائی زعفران کو

کرے گی خون اُسے شرم اُن لبونکی
پسینا آئے گا جب رنگِ پان کو

گلہ ہی گردشِ قسمت کا سب کو ق
دکھادون اُسکی صورت یون جہان کو

بنا کر نقرۂ مہتاب کا گھر ق
جڑون اُسمین زجاجِ آسمان کو

رہے کم ہوکے بھی ویسا ہی ظالم
برابر جانئے نفع و زیان کو

نہ فرق آئے معانی مین کچھ اُسکے
کرو گر بے سروپا آسمان کو

وہ شکلِ نیک و بد رکھتا ہی صابر
دو پیکر ہم کہین اپنے گمان کو

تم کو چھپا کے یہ نہین قدرت حجاب کو
کہتے ہین رشکِ شیشۂ عینک نقاب کو

دلمین دکھاکے اپنے رُخِ شعلہ تاب کو
کہتے ہین دیکھ آئینہ مین آفتاب کو

خشکی سے تازگی ہی جہانِ خراب کو
خالق نے ابخرون سے بنایا سحاب کو

رونق ہی داغ سے دلِ پر اضطراب کو
آتش سے پختگی ہوئی حاصل کباب کو

سب کام ہو گئے مرے سیدھے اک آہ مین
اُلٹے قدم جو پھیر دیا انقلاب کو

آیا نہ خواب اور رہین ہجر کو گردشین
کیا آبلہ سپہر ہوا پائے خواب کو

اعجازِ میکدہ ہوا زاہد کا تیرِ طعن
شیشے مین چھانا بادہ کشون نے شراب کو

دیکھا تو اپنے حال سے ہی اک فراموشی
ہمنے سمجھ رکھا تھا کوئی چیز خواب کو

کاوا تمھارے اسپ کا ہی آسمان کی چال
گردش کا حلقہ چاہئے اُسکی رکاب کو

پڑتی ہی عکس مُدام لبِ سرخ سے ترے
ایسا نہ ہو کہ تیل بنا دے شہاب کو

اب میکشی مباح ہی پاداش ہو چکی
پہلے مغان نے کھینچ لیا ہی شراب کو

مر دیتے شرط باندھ کے سوئے تری نصیب
آنکھین ہین اُنکی قہر مگر بختِ خواب کو

آنسو ہمارے اور پسینا بنا ترا
حسرت نے پانی پانی کیا ہی گلاب کو

ہوتا نہ غرقِ بحرِ تنزل مین آفتاب
ہوتا اگر قیام کدوے حباب کو

سمجھے ہم اُسکو آبِ رخِ بادۂ طہور
موجین ملین ہین شکلِ تبسم شراب کو

صابر زمینِ مردہ مین پھر جان ڈالئے
ہم معجزہ سمجھتے ہین فکرِ خاب کو

تر ہی عرق مین دیکھ اُس لب کی آب
دو آتشہ کیا ہی حیا نے شراب کو

کرتا ہی سرخ اُنکے رخِ شعلہ تاب کو
وہ آبرو سمجھتے ہین اپنے عتاب کو

ہوتا ہی فیضِ عالمِ بالا بقدرِ ظرف
مثلِ صدف گہر نہین ملتا حباب کو

غمازہ ہو گئی ترے عارض کی روشنی
ہم پردۂ وصال سمجھتے تھے خواب کو

کثرت سے حسن کی ہے نزاکت بڑھی ہوئی
ہوگا تمھین سنبھالنا مشکل شباب کو

جمعیت اپنی ہمجنس کی ہوتی ہے فیضِ عام
خوبی ہے اتفاق سے اجزائے آب کو

ایذا مین کار آتشِ سوزان ہے ناتمام
دیکھا ہے مٹتے راہ مین تیرِ شہاب کو

تنگی نے انکے دل کی مرادِ سوال دی
وہ اپنے دل مین رکھ نہین سکتے جواب کو

تکمیل ہو نہ بحرِ جہان مین غرور سے
اک سر ملا تمام جسد مین حباب کو

اس میکدہ مین خاک ملے بیخودی کا لطف
پہلے ہی نشہ کھنچکے ملا ہے شراب کو

غفلت نے پائی ہے تری نسبت سے عمدگی
موقع ملا ہے دیدۂ عالم مین خواب کو

اس گل کا گھر بناتے وہان دل کی شکل ہم
ملتی زمین وسیع جو عطرِ گلاب کو

دنیا مین چھوڑ جائینگے دنیا کا ہم گناہ
تارِ نفس مین باندھا ہے بوئے شراب کو

آتش سے پختگی ہو گدازش سے جسم کی
گریہ مین چشم کی نہین حاجت کباب کو

اسکے سبب سے دیکھتا ہون مین ترا جمال
آنکھون کی روشنی مین سمجھتا ہون خواب کو

ہم بعدِ حشر خلد مین رہنے نہ پائینگے
گر ساتھ لیگئے دلِ خانہ خراب کو

خاموشی بھی ہے تشنگیٔ مے دمِ سوال
پی جاتے ہین وہ بات سمجھکر جواب کو

صابر فروغ ہوتا ہے سینے کے داغ سے
مانندِ صبح جیب مین رکھ آفتاب کو

آرام ترے ہجر مین کیا ہوش ربا ہو
جب کلمۂ آرام کا ہر حرف جدا ہو

عاشق کو نہ تسکین دہ دل تری حیا ہو
آنکھون مین تری صبر ہمارا نہ گیا ہو

یارب مری وحشت مین بھی پھولون کا مزا ہو
صد برگ مری گوئے گریبانِ قبا ہو

گر غم مین دلِ کشتہ حسرت کے بکا ہو
نوحہ مرے اشکون کے ٹپکنے کی صدا ہو

اُس گھر کو نہ چھوڑونگا جفا ہو کہ وفا ہو
ایسا نہ ہو کہنے کو کسی غیر کے جا ہو

حقدار نہ تھا نقدِ شہادت کا کوئی غیر
ایسا نہ ہو اُسمین بھی گلا میرا کٹا ہو

دی خاک نشینی کی سزا اُس کو خدا نے
شاید کبھی سایہ ترا قامت سے بڑھا ہو

گرمی ہے بہت وضع مین ظالم ترا نقشہ
قرطاسِ حنائی پہ کھنچا ہو تو کھنچا ہو

وہ رند ہون نہین شیخ جو توبہ شکنی کا
باندھو کوئی طوفان تو ثابت نہ خطا ہو

وہ صاف کفِ دست ہے اُس آئینہ رُو کی
مضطر دُرِ غلطان کی طرح رنگِ حنا ہو

ہو عمرِ نود سالہ یہ زاہد نہین مرتا
اللہ بنا کر نہ اُسے بھول گیا ہو

جس بزم مین ہو ذکر مرا اٹھتے ہین وہ جن
منظور ہے ہر بات مری بیسروپا ہو

رنگ اور طبیعت کا ہے اور رنگِ سخن اور
منھ مین نہ ترے جاے زبان برگِ حنا ہو

ہر نقشِ قدم دیدۂ پُر آب بنا ہے
چھالا کفِ پا کا نہ مرے ٹوٹ گیا ہو

اللہ کرے سامنے میرے تجھے زاہد
اس مے کے نہ پینے کی قیامت مین سزا ہو

اس مشقِ تغافل سے غلط کار بنے تم
نام اپنا یقین ہے کہ تمھین بھول گیا ہو

آپس کی جدائی تری صحبت کا اثر ہے
کس طرح صبا سے نہ جُدا رنگِ حنا ہو

کیا خوب ہماری تپِ فرقت کا ہو چارہ
اللہ کرے آپ کی ہمشکل شفا ہو

تھی سانس کے چلنے کی نہ سینے مین گھٹن
شاید دل مضطر مرے قابو سے گیا ہو
میخانے مین آواز نہ زاہد کی سنین زد
ہر جا ہے یہ توبہ کی شکستونکی صدا ہو
ہم ضعف سے بیٹھے ہین تو کرتا ہے عدو طنز
اللہ کرے اُسکا گلا بیٹھ گیا ہو
مُردے تری رفتار کی شوخی سے اُٹھے ہین
تعظیم کو ہنگامۂ محشر نہ اُٹھا ہو

آغاز مین سائے کی طرح ساتھ ہے صابر
انجام مین شاید وہی نقشِ کفِ پا ہو

اسمین نفاق ایسا تجھے مہرِ لقا ہو
آئینہ مین تصویر تری عکس ترا ہو
جلنے مین مجھے جلوہ نمائی کا مزا ہو
گر آتشِ غم مین ترے عارض کی ضیا ہو
پورا نہ مرا حال بیان پیشِ خدا ہو
دو چار برس روز اگر حشر بپا ہو
عریانی مین کسطرح نہ پردے کا مزا ہو
وہ میرا گریبان ہے جو چھٹتے ہی قبا ہو
وہ کہتے ہین تم حسن کے طالب ہو تو کیا ہو
اُلفت اُسے کہتے ہین جو بے رُو و ریا ہو
آزردہ ہوئے غیر کو بیگانہ کہے سے
یہ چاہتے ہو تم کہ ہمارا ہی کہا ہو
اعجاز ہے شمشیر زنی بھی تری قاتل
یون ہاتھ چھٹے اور نہ شانے سے جدا ہو
مذہب سے پھرو تا رہے پھرنے کی بھی عادت
زاہد ہمین تلقین شاید سفرِ راہِ خُدا ہو
ہم پستیٔ عجلت مین گرے گرم روی سے
رستے مین کہین دِن کیطرح دم نہ چڑھا ہو
دشمن سے رہے دُور ہوئے پر بھی محبت
ہو سمیت اُسمین جو عدو یانسے ہوا ہو
کم گوئی سے یہ ربطِ سخن بھول گئے ہم
تم دل سے گراؤ تو گر نکلے صدا ہو

ہی تیر سے بچنے کی سزا قتل ہمارا
اور اس کا عوض کیا ہی اگر تم سے خطا ہو
ہم ایسے گناہون مین پھنسے ہین کہ نہ چھوٹین
سو بار قیامت پہ قیامت جو بپا ہو
ممنون پہ محسن کبھی قبضہ نہین کرتے
ہما کے رخ پر نہ کبھی رنگ دوا ہو
گرتی ہی طبیعت تری کوشش مین اُلجھکر
رستی مین رقیبون کا تصوّر نہ بندھا ہو
تمکین مین خفت نہوئی حلم سے اُنکے
اک وزن مقرر ہو جو غصّہ مین تُلا ہو
سمجھا ہی رقیم آپکو نقصان نہو تیرا
تو دل مین مجھے دیکھکے کھویا نہ گیا ہو
ہین جوش مین ہر طرح کی باتین مرے لبپر
کیا جانئے کس طرح کی مقبول دُعا ہو
آئی ہی سیاہی مین نظر آئینہ سان شکل
کاجل نہ ترے شعلۂ عارض سے لیا ہو
ہی شوقِ ستم اپنے بھی دلکو کبھی مارو
وانتک تو پہونچ جاؤ جہان حدِّ جفا ہو
کرتے ہین تلافی مرے آزار سے عیسے
وہ دیتے ہین جو پسکے پینے کی دوا ہو
ٹانکا جہان پہنچے نہ بڑھے وانسے پھر آگے
گر زخمِ جگر سوزنِ عیسے سے سیا ہو
اک وقت مین آغاز اور انجام ہوا اُسکا
آنسو کیطرح جو تری نظرونسے گرا ہو
دم چڑھ گیا اور خشک زبان ہوگئی اُسکی
شاید ترا خنجر مری گردن پہ پھرا ہو
کیون کرتا ہی شیون یہ چراغِ لحد اپنا
اسمین کسی غمخوار کا آنسو نہ گرا ہو
ق
کہتے ہین حیا ہوگئی کم نشہ سے اُنکی
اس فعل مین بھی قاعدۂ علم رہا ہو
وہ حی کہنے اور کہے شوق کو زندہ
محذوف الہی الفِ لفظِ حیا ہو

چُپ چُپ سے ہین کچھ حشر مین صابر انھیں شاید

معشوق کی فریاد کا الزام ملا ہو

گردش سے ہوئی ضعف مین راحت ہم
ہین ساتھ لیے پھرتا ہُون اُس شوخ کے گھر کو

آئنے مین ہر عضو پہ رکھتی ہی وہ سر کو
بیتاب کیا حسن کی گرمی نے نظر کو

چھوڑا نہ کبھی ہجر نے مجھ خستہ جگر کو
مین شام کو شمع شب ہُون پروانہ سحر کو

افسوس کہ اکسیر نے مس کر دیا زر کو
آنکھون کی سیاہی مین رنگا تارِ نظر کو

اُس خاکِ قدم سے ہوا سرخ اپنا رخ زرد
کرتا ہی فغان کوٹتا ہی جب کوئی زر کو

یان عجز و تمارض ہی وہان عجب تجاہل
بیمار نہ مین ہُون نہ وہ آتی ہین خبر کو

بنواؤ لگا اک پھول تری شکل کا اُجب
غم نے ہی ترا شا مرے یاقوتِ جگر کو

زخمِ دلِ صابر مین نہ تھا چور کا کچھ کام
یہ راہ ہوئی ہی کسی دزدیدہ نظر کو

آؤ بس بہرِ خدا جانے دو
ہو گئی ہم سے خطا جانے دو

ہوس ہوگا یہ کسی دشمن کا
اُڑ گیا رنگِ حنا جانے دو

طاقتِ ضبط نہین ہی مجھکو
اب یہ اندازِ حیا جانے دو

اتنا دشمن کا تجسس نہ کرو
آپ سے گر وہ گیا جانے دو

توڑنے دو اُسے مرقد میرا
دل کے ارمان مٹا جانے دو

غصہ اور ہم سے گنہگار و بری ق
فائدہ ہوئے گا کیا جانے دو

تم ہو مشہور کریم الاخلاق
نذر و فکرِ سزا جانے دو

جان پر کھیل نہ جائے صابر
غصہ ہوتا ہے بڑا جانے دو

وہ نہیں آتا تو لا اسکی خبر اتنا تو ہو
کام میرا تجھسے ای پیغام بر اتنا تو ہو

مرتے مرتے مر گئے ہم پر نہ پوچھا آپ نے
جاں سے عاشق کے کوئی بیخبر اتنا تو ہو

ہیں یہاں بیتاب ہم وہ بھی وہاں بیچین ہیں
تم میں آنا لو بھلا پیدا اثر اتنا تو ہو

ملکے بد وضعونسے ہم بد وضع کہلانے لگے
آدمی پر صحبتِ بد کا اثر اتنا تو ہو

بات دشمن کی بنائی اور بگاڑی اپنی بات
بات کا پورا کوئی اے فتنہ گر اتنا تو ہو

ہی ہجوم نالۂ و افغان و فوج اشک و آہ
ساتھ شہزادوں کے صابر کر و فر اتنا تو ہو

دیکھکر اتنا وہ چمکایا رخِ بے پیر کو
شعلۂ جوالہ سمجھے مہرِ پر تنویر کو

قتل پردہ کیا تشفی دی کسی دلگیر کو
بے دہن دی ہے زبان اللہ نے شمشیر کو

خط رقم کرتا ہے رشکِ مہرِ پر تنویر کو
خامۂ مژگانِ یوسف چاہئے تحریر کو

مرحبا صد مرحبا اس گریہ کی تاثیر کو
کاغذِ ابرِ تری بھجوایا مری تصویر کو

دیکھکر قاتل کے حسنِ روئے پر تنویر کو
ماہ نو لایا زبان پر کلمۂ تکبیر کو

رشک کہتا ہے نہ کھٹکا نا درِ بے پیر کو
ہو گئی گم ہیں تک رسائی نالۂ زنجیر کو

جب نظر ہمکو مآلِ خوابِ ہستی پر ہوئی
سمجھے ہم خوابِ پریشان نامۂ تعبیر کو

کیوں نہ دیکھے چشم ہم حسرت سے تجھے سیر طرح
دن میں ستاروں نے ہزار آنکھیں تری نخچیر کو

بن بلائے آپ نے جا جا کے بزمِ غیر میں
سنگِ بے قدری سے توڑا شیشۂ توقیر کو

عمر بھر ہلتی نہ ہم سے طفلِ بدخو کی طرح
گر ہلاتے ہم درِ دلدار کی زنجیر کو

اے مصور سوزِ غم کو ہو یہی شاید مفید
کھینچ قرطاسِ حنائی پر مری تصویر کو

ماہِ نو انگشتِ حیرت ہے دہانِ چرخ کو
تم نے جو برقع سے کھولا روئے پرتنویر کو

دل میں آتے ہی جو اُسکے سینہ روشن ہو گیا
شعلہ ہم پیکان کو سمجھے شمع کلکِ تیر کو

طائرِ جانِ عدو کو جب کیا اُسنے نہ صید
اپنی برقِ آہ سمجھے ہم تمھارے تیر کو

تشنہ کامانِ شہادت کو نہ دنیا چاہیئے
صید افگن آبرو ہے آبِ پیکان تیر کو

خواب میں آیا ہمارے دن کو وہ یوسف لقا
تا نہ ہو مصباح پُوچھے غیر سے تعبیر کو

سیر مرنے کی جو میرے دیکھنے آیا وہ شوخ
نزع میں میں زیست سمجھا موت کی تاخیر کو

کچھ تو ہے پیری میں جو کہتے ہیں صابرؔ شعرِ گرم
جوش بے آتش کبھی آتے نہ دیکھا شیر کو

کیوں نہ ہو زرگر سے رنجش عاشقِ دلگیر کو
اُسنے ڈالا ہے کھٹائی میں تری تدبیر کو

باندھتا ہے یار بہرِ امتحان شمشیر کو
ہائے ہم لڑنا سکھائیں کسطرح تقدیر کو

سوزِ غم نے دی جنوں میں زینتِ [illegible] جگر
لعلِ رمّانی بنایا آہنی زنجیر کو

اک زمانہ اس تنگی میں ہے میں حیران ہوں
چرخ نے پھرنے دیا کیونکر مری تقدیر کو

حال لکھوں خط میں اُس [illegible] کے عہد کا
گر کوئی کاتب شکستہ کا ملے تحریر کو

ہے ہجومِ عاشقان اتنا کہ قاتل تا بکے
لاکھ جا دم لیکے آنا شاق ہے شمشیر کو

جب کیا ایجاد پھرنے کو ازل مین پانو کو
کچھ دیا قسمت کو میری کچھ تری تدبیر کو

دل سے اُٹھکر ضعف سے لبتک نہ آئی یہ بھی
داغِ حسرت ہی دعا اپنی دلِ تاثیر کو

اپنی ہمت نے رکھا ہی شاہدِ مقصد سے دور
غازۂ الزام کیون ملیے رخِ تقدیر کو

کوہکن سر چیرنے سے کام بننے کا نہین
دیکھ تو چینِ جبینِ ہیچ جوئ شیر کو

نخلِ ماتم سے پئے مجنون کے سوا پیدا نہ ہو
گر کوئی بوئے ہمارے دانۂ زنجیر کو

کوئی آہن گر سا بھی دمساز دنیا مین نہین
اُسنے دم دیکر کیا ظالم تری شمشیر کو

جوشِ وحشت مین جو ہم روندتے تھے تنک بیابان
سبزۂ خوابیدہ کردین سبزۂ زنجیر کو

حلقۂ چشمِ بتان ہوتی تو اُٹھتا ہمکو لطف
دیتی حلقون سے اگر ترکیب تھی زنجیر کو

ارتباطِ چشمِ بینا ہی نظر سے جسطرح
زخمِ دل سے ہی وہی نسبت تمھارے تیر کو

غیر سے عرضِ تمنا ننگِ مذہبِ عشق ہی
روسیاہی جانتا ہون سرمۂ تسخیر کو

تیرہ روزی دے اگر فرصت تو ناکامی ہو
چاہئے سایہ ترے ہمزاد کی تسخیر کو

اہلِ غفلت اہلِ دانش کے ہین محتاجِ مدد
نیک و بد پر خواب کے دیکھا اثر تعبیر کو

پھرتی ہر پہلو پہ ہین باتین تمھاری گول گول
گوہرِ غلطان کہون گا آپکی تقریر کو

اہلِ ایمان توڑ ڈالین ہی یہ ایما یار کا
سایہ دار اُسنے جو بنوایا مری تصویر کو

پیشِ دشمن دیکھتے ہین جوہرِ مردانگی
جانتے ہین مرد آئینہ جبینِ شیر کو

اتنا مستغنی کیا ہی ترکِ حرص و آز نے
ہم غبارِ دل سمجھتے ہین مدام اکسیر کو

حکیم تصویر آپ کو معلوم ہی دنیدار ہو

چھوڑو صبا ہر جا بنا اُس عالم تصویر کو

پھیر لیتا ہی جو دیتا ہی ہمیشہ مجھکو
چرخ پیمانۂ دولاب ہی سمجھا مجھکو
تا عشا اوج ہی عشقِ بتِ ترسا مجھکو
لے اُڑا نالۂ ناقوسِ کلیسا مجھکو
تو تلوّن سے نہ منسوب کر اصلا مجھکو
رنگ اپنا نہ سمجھ اے گلِ رعنا مجھکو
ترکِ الفت نے دیا رتبہ بالا مجھکو
کہ سمجھتے ہین وہ دشمن سے زیادہ مجھکو
بعد مردن بھی نکلنا نہین ممکن اس سے
ہو گئی خلدِ برین تیری تمنّا مجھکو
کونسے گُل سے ہوا اُلفت کہ برنگِ شبنم
ایک ہی شب تو ہی اس باغ مین رہنا مجھکو
بخت کی خاک نشینی بھی یہ گردش نہ گئی
کہ ہی ذرات سفر صورتِ دریا مجھکو

* * *

جو عشقِ طرّۂ عنبر فشان ہو
معطّر گیسوئے دودِ فغان ہو
بنے شوخی سے تم برقِ جہان ہو
کسی بیتاب کا شاید بیان ہو
ترا مثلِ قلم ہم سے بیان ہو
جو دستِ غیر سے چلتی زبان ہو
معاذ اللہ کہان وہ اور کہان غیر
یقین ہی یہ بھی اپنا ہی گمان ہو
وہ مضطر ہون جو لکھون حال اپنا
تو اک اک حرف کاغذ پر طپان ہو
مجھے اپنی نحافت سے یقین ہے
مرے تہمت تمھاری پاسبان ہو
کیا ہی دل کو خون تا چشم تجھکو
کمینے مایہ سے خاطر فشان ہو

رکھین دلکو تمھاری مانگ مین ہم
یہ شستہ زیبِ طاقِ کہکشان ہے

یہ نخوت یہ غرور اللہ اکبر
تمھین گویا زمانے مین جوان ہے

پھنسے اک صید سو دامون مین کیونکہ
تعجب ہے کہ تم جانِ جہان ہو

یہان کون آئے ان کج خُلقیون سے
مگر تم آپ اپنے پاسبان ہو

چلی جان تن سے یون مجھ ناتوان کی
چراغِ کشتہ کا جیسے دھُوان ہے

ق تکلف چاہیے صید افگنی مین
کہ قربان عاشقون کا مرغِ جان ہے

نگاہِ حورِ جنت ہو ترا تیر
ہلالِ ابروئے یوسف کمان ہے

ق نکل سکتا ہے مطلب ہر طرح سے
مگر اے یار تم اتنے کہان ہو

تصور مین ارادہ ہو جو گستاخ
نزاکت سے تمھین وہ بھی گران ہو

جلائے مہرِ داغِ غم کہ صابر
شعاعِ مہر جسمِ ناتوان ہو

ردیف الھاء

تمکو جو منظور ہے تحقیرِ پشتِ آئینہ
خون ہوئی لب پر مرے تقریرِ پشتِ آئینہ

دید سے محروم ہے تصویرِ پشتِ آئینہ
تیرہ ہے آئینہ توقیرِ پشتِ آئینہ

ہو مقابل تجھسے گر تصویرِ پشتِ آئینہ
روئے پھیلے ہے تقدیرِ پشتِ آئینہ

تجھسے شرمائی ہے یہ تنویرِ پشتِ آئینہ
آئینہ ہے برقعِ تصویرِ پشتِ آئینہ

کیون مٹائی آپ نے تصویرِ پشتِ آئینہ
کچھ تو ثابت کیجیے تقصیرِ پشتِ آئینہ

تیرے آگے مٹ گئی تصویرِ پشتِ آئنہ
پانی پانی ہو گئی تقدیرِ پشتِ آئنہ

گر ہو شکلِ کوہکن تصویرِ پشتِ آئنہ
ہو ابھی سیماب جوئے شیرِ پشتِ آئنہ

بے خودون کی قدر کرتا ہو ترقی حسن کی
زینتِ آئینہ ہے تصویرِ پشتِ آئنہ

پاؤن پر گرنا تمھارے اور آوازِ شکست
بن گئے ہین سجدہ و تکبیرِ پشتِ آئنہ

اشک ہون لیکن روانی کی نہین طاقت مجھے
بن گیا ہون گریۂ تصویرِ پشتِ آئنہ

پار ہو جاتی ہین نظرین اسکی عینک کیطرح
کیونکہ اچھے ہونگے زخمِ تیرِ پشتِ آئنہ

رخ ہین تیرے سرانگشتِ حنائی کیطرح
چومتا ہون مین لبِ تصویرِ پشتِ آئنہ

دم الجھکر ترے وحشی کا نہ سلجھا عمر بھر
مثلِ دامِ گیسوئے تصویرِ پشتِ آئنہ

ہو گئی شوخی سے رونق تیرے روئے گلگون
جیسے ہو سیماب سے تنویرِ پشتِ آئنہ

ہو گئی قفلِ دہن محرومی دیدارِ یار
کیونکہ سنئے نالۂ شبگیرِ پشتِ آئنہ

تو الٹ کر گرم نظرون سے جو دیکھے ہو کباب
طائرِ رنگِ گلِ تصویرِ پشتِ آئنہ

حاضر و غائب نہین یکسان ہے صافی دلوم
ہے زبانِ حال سے تقریرِ پشتِ آئنہ

پشتِ آئینہ پہ لکھون حالِ دل شاید کبھی
دیکھ لے آئینہ رو تحریرِ پشتِ آئنہ

گر دکھاؤ تم عرق آلودہ چہرے کی بہار
غرقِ آبِ شرم ہو تصویرِ پشتِ آئنہ

تیرے جاتے ہی یہ حیرت چھا گئی ہے میگسار
میکدہ ہے محفلِ تصویرِ پشتِ آئنہ

مین ہون مایوسِ نقش رو چاہئے سنگ
میرے سنگِ قبر پر تحریرِ پشتِ آئنہ

عکس افگن ہے تمھارا دستِ مژگان کیا عجب
خاک ہے پیراہنِ تصویرِ پشتِ آئنہ

اڑ گیا سیماب عکسِ شعلۂ رخسار سے
تمنے توڑا شیشۂ توقیرِ پشتِ آئینہ

تیری دنبالہ دوی سے خطِ پیشانی مرا
آئینہ رو بن گیا تحریرِ پشتِ آئینہ

دامنِ نظارۂ دلدار تک پہنچا نہ ہاتھ
ٹوٹ جائین ناخنِ تدبیرِ پشتِ آئینہ

خانۂ آئینہ چوبی برق ہے تیری نگاہ
ایک دن جل جائیگی تعمیرِ پشتِ آئینہ

سینۂ آئینہ توڑے گر ترا تیرِ نظر
طائرِ تصویر ہو نخچیرِ پشتِ آئینہ

روئے آئینہ سیہ کرتا ہے عکسِ زلفِ یار
ہے ہماری آہ دامنگیرِ پشتِ آئینہ

یہ نہین جوہر ترے ہاتھون سے دل ہے چاک چاک
عکسِ ناخن ہوگئی شمشیرِ پشتِ آئینہ

صابر انکی پشت سے تکیہ لگا کر بیٹھیے
آئینہ وہ اور تم تصویرِ پشتِ آئینہ

وضع کے پابند ہین اہلِ صفا ہر آئینہ
رکھتا ہے پیوستہ اپنے جسم سے گھر آئینہ

خودنمائی خودپسندی کو ہے رہبر آئینہ
مردِ آخربین کو ہے قبرِ سکندر آئینہ

اسکی باتون مین نظر آنے لگی کچھ اور شکل
گفتگوئی نامہ بر مین ہے مقدر آئینہ

کیون نہین ہوتی مآلِ حسن و خوبی پر نظر
یار کو ہم بھیجتے جاتے ہین برابر آئینہ

جسقدر ہو پیچ و تابِ اہلِ صفا کا حسن ہے
کسطرح برہم نہ رکھے زلفِ جوہر آئینہ

حسن کو دیکھے سے شاید قدر ہو کچھ عشق کی
اسکو سوتے سے اٹھاتا ہون دکھا کر آئینہ

مبدء ہے مقبولئے عالم گدازش دل ہے
دیکھیے پہلے حقیقت مین ہے پتھر آئینہ

باعثِ ربطِ حسینان ہے صفائے ظاہری
خوب رکھتا ہے تنی صورت کو جوہر آئینہ

وہ جو ہر بات مین منھہ توڑ کے دیتا ہے جواب
اسکے آگے نہین پڑتا مرے غمخوار کا منھہ

جھوٹ بولین ہین بت کیا مرے آگے یون ہین
کہ نہ انکار کا منھہ اور نہ اقرار کا منھہ

کیون کہا کرتا ہے ہر بات مین منھہ بنواؤ
کیا نہین دیکھنے قابل ترے بیمار کا منھہ

ہمکلامی کا مزہ کس سے ملے گا اے دل
گرد بادون کو اگر فرض کرین خار کا منھہ

دعوے حسن کو فرمایا کہ منھہ دیکھ اپنا
دیکھا یوسف نے جو اس آئنہ رخسار کا منھہ

دم مین تکتا ہی صید کا دہشت سے تری
سرخ پھر کیون ہی تری تیر کے سوفار کا منھہ

خود نمائی مین ملے جلوہ جانان کا مزہ
ہوا گر دل کیطرف طالب دیدار کا منھہ

نہین معلوم مجھو سنچے ہین کہان کا کیون صید
حلق رکھتا نہین اس تیر کے سوفار کا منھہ

لیتے ہم ہر دہن زخم سے اسکے بوسے
ہوتا سوفار کی مانند جو تلوار کا منھہ

بات وہ کر نہ سکا اتنے کئے ہمنے سوال
سی دیا تار سخن سے بت عیار کا منھہ

دیدہ آبلہ پا کی بنائی مژگان
اسقدر دشت جنون مین ہے مجھے خار کا منھہ

کیونکہ صابر نہ کرون سجدے کہ شعلے کیطرح
ہر طرف مجھکو نظر آتا ہے دلدار کا منھہ

ہے ورد زبان اپنے سنبھالئے مدینہ
ہے میرا دہن میم تمنائے مدینہ

ہے چشم جہان فرش رہ پائے مدینہ
ہین قبلۂ عالم شرف افزائے مدینہ

دل چپ ہے شہر طرب افزائے مدینہ
اغلب ہے کہ سینہ مین سما جائے مدینہ

نظرون کی طرح جا ہے گلگشت وہان کی
پامال نہ ہو سبزۂ صحرائے مدینہ

تم دیکھو شگافِ قلمِ مدح سرا کو   گر دیکھنا ہو جادۂ صحرائے مدینہ
ہی وان کی زمین رتبے مین افلاک سی ہو   آنکھون مین مری پھرتا ہی صحرائے مدینہ
کیا جانئے کیا کیا نظر آجائی جو رخ پر   ہو چشم کی جا نرگسِ شہلائے مدینہ
یان جادۂ تن گردِ ضلالت سے ہوا پاک   آب رخِ اسلام ہی دریائے مدینہ
فانوس بنا سینۂ بے کینہ کو میرے   اے شمعِ رخِ انجمن آرائے مدینہ
رزاقی کی یہ شان ہی یہ دال ہی بہر   ہر دال سے اسواسطے املائے مدینہ
کعبہ اسے کہتے ہین علی اور بزرگی   کیا خوب ہو گر دل مین سما جائے مدینہ
ہر دم ہی دمِ صبح مدینے کے سفر مین   ہر دم ہی مگر سر پہ تقاضائے مدینہ
اک نام حسینہ ہی کہ ہی حسنِ خداداد   اللہ صلِّ علی ہین عجب اسمائے مدینہ
چھاؤن تنِ خاکی کو کہ حاصل ہو صفائی   گر ہاتھ لگے دامنِ صحرائے مدینہ
واللہ کہ کچھ اوج مقدر مین لکھا ہی   ہر وقت اچھلتا ہی جو سودائے مدینہ
ہر در پہ چلتا ہی عجب نقش ہی واللہ   نقشِ قدمِ مردمِ صحرائے مدینہ
ہو آہ کے معنی ہین وہ یارب کہ ہین معنی   ہی یادِ خدا گر مین کہون ہائے مدینہ
ق
واضع نے رکھا مخفی ہی اسواسطے اسکو   ہی آخرِ کلمہ جو رقم ہائے مدینہ
تا قافیہ مین آکے الف سی یہ بدل جائے   یعنے الف اللہ کا ہو جائے مدینہ

دو آنکھین ہین ہون چار نگاہین مری صاحب
گر مردمِ دین مین سما جائے مدینہ

ردیف الیا

صورت نئی بناتے ہین ہر دم خیال سے
گردش کچھ ایسی کم نہین چرخِ کلال سے

کوتاہ دستِ فکر ہی جنس و مثال سے
ہم فرد ہوگئے ہین کمالِ زوال سے

ملکِ اسے تباہ کیا بدخصال سے
کیا کیا مداتین ہین مجھے اپنے حال سے

واقف نہ سبز چشم ہون بیکس کے حال سے
ہوتا ہی بند دیدۂ زخم اندمال سے

ہی سرکشی سے رتبۂ اُفتادگی سوا
دو چار گام آگے ہی سایہ نہال سے

وہ دیکھتے ہین خاک مین ہمکو ملا ہوا
آلودہ ہی نگاہ جو گردِ ملال سے

سختی سے تیری تیغ بناؤن پئے رقیب
ڈھلنا جو سیکھ جائے وہ روزِ وصال سے

زر کے سبب سے چاہتا ہون وصلِ مہوشان
گویا ہی گفتگو دہنِ سیم مال سے

پیتا ہون مثلِ جام شکم سیر ہوکے مے
جنبش نہین لبونکو حروفِ سوال سے

وہ شام کو نہائے تھے نازک ہی اتنا جسم
ناخن کے سو نشان ہوئے عکسِ ہلال سے

کیا دھیان آئے میرا درِ دل پہ آپکے
تیغا سا ہوگیا ہی غبارِ ملال سے

ابروئے یار سے ہی یہان ابتدائے عشق
جس طرح ہو شروع مہینا ہلال سے

ثابت قدم وہ ہون کہ نشان اپنے چھوڑ جاؤن
مٹ جاؤن مثلِ زخم اگر اندمال سے

غصہ دلا کے دیکھتا ہون حسنِ روئے یار
شعلے کو روشنی ہو سوا اشتعال سے

تھی سہوِ طبع مین یہ صفائی کہ شعرِ غیر
نقشہ مرا اُتر گیا اُنکے خیال سے

کھری چھنے گی آپ سے اور مجھ سے کس طرح
ظاہر ہی خستگی مری دامانِ حال سے

آتے ہین کام صاحبِ ہمت ناتوان سے
اٹکے جو دانت مین وہ نکالین خلال سے

پہچان لین جنون زدۂ عشق اہلِ حشر
رنگو مرے کفن کو مغیلان کی چھال سے

جس نے بلا کیا اُسے بیکار اپنی طرح
مین نے یہ طرز اُڑائی ہی خنجر کے بال سے

ہی اُنکو زندگی مین عذابِ فشارِ قبر
اتنے بھنچے رقیب بیانِ وصال سے

تمھارا رحم بھی ہین یہ ستم بھی ہین یہی
یہ ذہن پر چڑھے کہ نہ اُترے خیال سے

ہرگز ابھی بارِ خاطرِ نازک ہی یار کو
چہرہ اُتر گیا ہی ہجومِ ملال سے

صابر کو آفتابِ لبِ بام جانئے
گرنے کو ہی وہ آپ کے بامِ وصال سے

رہی اُس مہر کے آگے یہ ہی توقیر پتھر کی
بہت چمکی ہی بنکر آئینہ تقدیر پتھر کی

سر اُس سے قیس نے ٹکرا جان کر معشوق کا غمزہ
بنے ہمشکلِ لیلی گر کوئی تصویر پتھر کی

ستم کے لائق ہین سختیِ دل جزوِ اعظم ہی
کہ ہی محتاجِ ہر دم پر برش شمشیر پتھر کی

بدی کو اُس کی تعلیمِ نکوئی کی نہین کھوتی
کہ خلقت کو پلٹ سکتی نہین اکسیر پتھر کی

تمھارے گھر کی زینت بھی تمھاری طرح ظالم ہی
کہ آہن بے گنہ آتش سے کی تعذیر پتھر کی

وہ دربان مثلِ مرغِ رشتہ برپا جا نہین سکتا
رگِ سنگِ درِ جانان ہوئی زنجیر پتھر کی

خدا کی شان ہی بزمِ عدو مین تم ہنسو بولو
ہمارے وقت پر بن جاؤ یون تصویر پتھر کی

بنا دے گر خدا دل کو تمھارے شیب کی سختی
تو کھوئے اختلاجِ قلب کو تاثیر پتھر کی

فلک نے انقلابِ دہر سے محفوظ جب پایا
فلاخن کو بنایا گردشِ تقدیر پتھر کی

نہ دھویا دل سے تیرے نامِ دشمن ہم نے رو رو کر
کہ مٹ سکتی نہیں بارش سے کہیں تحریر پتھر کی
خدا کے واسطے نرمی سے بولو آپ تو ہم سے
کہ دل پر ضرب دیگی سختی تقریر پتھر کی
چلے آتے ہیں سنگِ حادثہ چرخِ مقوّس سے
غضب رفتار سیدھی ہی مثالِ تیر پتھر کی
رقیبِ رو سیہ کا نام کندہ ہی ترے دل پہ
سیاہی سے منور ہوتی ہی تحریر پتھر کی
ہر اہلِ فقر کو ہی مملکت باعث خرابی کا
بنایا آسیا کو گردشِ تقدیر پتھر کی

ہماری طبعِ روشن کا اگر سایہ پڑے **صابر**
بشر کیا مہر سے بھی ہو سوا تنویر پتھر کی

الٰہی بڑھے اتنی نخوت تمھاری
ہمیں کو نہ بھائے وجاہت تمھاری
پری ہو بدلتی ہی ہیئت تمھاری
کہ ہی باد و آتش سے خلقت تمھاری
ہوئی سدِّ رہ اتنی ہیبت تمھاری
کہ لب پر نہ آئی شکایت تمھاری
زمانے کو بڑھتی ہی چاہت تمھاری
ہماری خرابی ہی شہرت تمھاری
ہوئی ہجر میں تم سے فرقت تمھاری
کہ **صابر** ہوئی غیر حالت تمھاری
یہ غم ہی کہ جی کس سے بہلائیں گے ہم
بڑھی حد سے آگے وجاہت تمھاری
نہ دی تم نے خالی تشفّی بھی ہم کو
زمانے سے بڑھکر ہی خسّت تمھاری
کہو حضرتِ دل سے بھولو بھلو گے
بری ہی محبت میں تہمت تمھاری
مری بُردباری کو دشنام دو تم
اسی نے بگاڑی ہی خصلت تمھاری
یہ مانا بُرے تھے ہمیں پر یہ لکھتے
نبھی اور کس کس سے اُلفت تمھاری

نہ کرنی تھین بے تہ میان یون عدو سے
جُدا ہو گئی تم سے غیرت تمھاری

کہا دلکو پھیرو تو بولے نہ دونگا
وہ لے لو جو اسمین ہو لاگت تمھاری

دکھائین تلون نے راہین ہزارون
ادھر کیونکر آئی طبیعت تمھاری

ہوئی خوگرِ ظلم پر مہربانی
عنایت ہوئی ہے عداوت تمھاری

خفا تھے جو حالِ مزاج اُنسے پوچھا
کہا طعن سے بس عنایت تمھاری

رکھین رند مینائے مے اسمین زاہد
اگر طاق ہو جائے طاقت تمھاری

کبھی یون نہ پہلے وہ شوخی تھی صابر
کہین مر گئی ہو نہ قسمت تمھاری

* * *

آئینگے یان بھی بسنگِ نسیم نالے صور کے
مین دلِ بیتاب ہون سینے مین اہلِ گور کے

ہین سوال اُس صبحِ رخ سے مرہم کافور کے
ہم لبِ خاموش ہین گویا کسی ناسور کے

جلوے جب دیکھے سیہ چشمون نے تیرے نور کے
ہو گئی پتھرا کے دیدے سنگریزے طور کے

کیا نہ تھے ہم ہاں تو اُن شایانِ بزم اُس حور کے
دُور پھینکا شمع نے کاندھے پہ رکھکر ڈور کے

یہ سیہ ابرو نہین چہرے پہ رنگِ حور کے
مہر کے تختے مین ہین ٹکڑے شبِ دیجور کے

مرگ کو اپنی جو سنتا ہے نہین کرتا یقین
کیا کلامِ بیخودی ہین ہم دہانِ گور کے

حسن کو کب تھی یہ استعداد شوخی مین مگر
لوگون نے شکل پکڑی ہے دلِ رنجور کے

رد و کد سے آپ کھلوائین یہ رندونکے منھ
حضرتِ واعظ بھی فائدہ ہین کسی مخمور کے

زاہدا مے کیا فقط اپنی سمجھ کا پھیر ہے
یہ وُہی شیرہ ہے جو دانون مین تھا انگور کے

غنچون کے عکسِ خط سے لاجوردی ہوگئے
شیشے ہی گل جو پیمانون پہ کچھ بلور کے

دیدۂ عبرت سے تو میخانۂ ہستی کو دیکھ
ایک قطرہ کاسۂ سر مین نہین فغفور کے

آپ مین آتے ہین جو خود رفتہ تمھارے اسطرح
جیسے گھر پر سو نہین آتے ہین مسافر دور کے

پیٹ مین ہرگز نہین تھمتی کسیکے نانِ غیر
یہ سخن سچ ہین زبانِ شعلۂ تنور کے

ٹوٹ کر کی شیشۂ دل نے مکافاتِ فشار
دو نوالے ہوگئے زخمی ہماری گور کے

مین وہ سوزان ہون کہ رکھون گر کلیجہ تھامکر
داغ ہو جاتے ہین دامانِ شبِ دیجور کے

ضعفِ صابر سے ہوئی خفت اجل کو وقتِ مرگ
وہ فرشتے آئے جو قابض تھے روحِ مور کے

ہم مثلِ جان و تن نہ بہم دلربا چلے
سائے کیطرح ساتھ رہے پھر جدا چلے

کب تجھسے مثلِ نقشِ قدم ہم جدا چلے
ہر گام جسمِ نو سے سرِ زیرِ پا چلے

مجھ تیرہ روز کی نہ چھپین نیک چلنیان
لیکر چراغِ شعلۂ آوازِ پا چلے

اوڑ جائین قومِ عاد کے مانند وانسے غیر
ایسی بھی کوئی روز الٰہی ہوا چلے

اگر اذان سنی بھی چلے تو ہوئی نماز
ہم عرصۂ حیات مین کیا آئے کیا چلے

بل اپنی طبع کے ہوئے اپنے لیے وبال
جب آپ کے مزاج مین ہم دخل پا چلے

گریہ کنان حریص پھرے رزق کے لیے
پانی کی زور سے صفتِ آسیا چلے

آگے مرے لگاؤ مین دشمن دھوان بنے
ہوتا ہے رخ ادھر کو جدھر کی ہوا چلے

اٹھتا نہ بارِ عشق کسی سے ہمارے بعد
ہم اور اپنی جان کو اس مین کھپا چلے

ہنگامہ حسرتوں کا ہوا گرم بعدِ مرگ
قطعِ امید کرکے تعلق بڑھا چلے

اشکِ بسرِ مژہ سے وہ رفتار سیکھ لے
جو کوئی خارزار میں بےخم بپا چلے

آتے ہی یار کے نہ رہا دردِ انتظار
وہ جب چلے مرض بہ مثالِ دوا چلے

دیکھیں جو عام ہمنے یہاں مہمانیاں
آنے کی تیرے گھر میں قسم ہم بھی کھا چلے

اُس سنگدل نے دل شکنی کی تو بزم سے
بنکر شکستِ آئنہ کی ہم صدا چلے

گھبرا نہ چھیڑ چھاڑ سے اُس زلف کی دلا
چلنے دے جس طریق سے یہ سلسلا چلے

تن پر چراغِ داغ ہیں روشن یہ گل نہ ہو
کچھ دور دور تن سے ہماری ہوا چلے

صابر نظر نہ ہو جو کسی کو تو کیا کریں
دنیا کو حالِ زار ہم اپنا دکھا چلے

رنگ اوڑا ایسا بکر خوفِ کمان و تیر سے
ہر جوان کو ہو گئی تشبیہ گویا پیر سے

اپنے ذکرِ لاغری میں سود کیا تقریر سے
زندگانی کا پتا ہے نالۂ زنجیر سے

آئینہ میں موئے مژگاں دیکھکر تصویر سے
آپ زخمی ہو گیا جلاد اپنے تیر سے

بچ سکیں گر وہ شوقِ قتلِ عام کی تاثیر سے
گرنہ بیٹھی ہاتھ الگ ہوتا نہیں شمشیر سے

طبعِ ظالم کی نہیں پھرتی تواضع کیطرف
واہموں کا خم کماں سے اور روانی تیر سے

پھوٹ بہہ اتنی ترے دل میں کہ جب لکھا خط
چھوٹتے ہیں حرف کاغذ پر تری تحریر سے

خواب میں آئے تھے ظاہر میں مجھے چونکا گیے
گر گئے مجروح گویا خنجرِ تزویر سے

شرح لکھدی اُس پہ دشمن نے کہ نا لکھتے اگر
حاشیہ خالی تھا خطِ یار میں تحریر سے

روتے ہیں ہم محو حیرت پر ہیں لکھو شکل آب
طرز گریہ سیکھی ہے گریہ کناں تصویر سے

لاغری کرتی نہ پیراہن مرا خالی مگر
محو تھے معنی حروف نامۂ تقدیر سے

ظالموں کا تن بھی رہتا ہے ہمیشہ دم کے ساتھ
دم جدا ہوتا نہیں اک دم کبھی شمشیر سے

شاید اکو دو شیر لیجائے وہ شیریں بن گیا
کوہ کن تھک کر نہ بیٹھے راہ جوئے شیر سے

ہو گیا افشائے رازِ عشق کیا افسوس ہے
اپنی محرومی کا شکوہ تھا ہمیں تقدیر سے

رشکِ غیر اتنا نہیں اچھا کہ خود محروم ہو
آپ نے واقف کر دیا ہمنے تجھے تزویر سے

انسے کچھ کہنے کو تھے اور کہدیا گھبرا کے کچھ
رازِ دل بے قصد ظاہر ہو گیا تقریر سے

بنی ہی گر سعی سے ہوا اپنا مطلب جو بکہ
کوہ کن ہو قتل تیغِ موجِ جوئے شیر سے

رشکِ برقِ طور صبا ہے وہ غزل لکھ گرم گرم
محفلِ انشاد روشن ہو تری تحریر سے

ہم قسمت ہو بگڑے کام گر تدبیر سے
ہیں رواں اشکِ ندامت دیدۂ تقدیر سے

بہنا کافی ہے مرگِ عاشقِ دلگیر سے
ہوت ہو جاتا ہے مطلب آپ کی تقریر سے

روز محرومی ہے ضعفِ نالۂ شبگیر سے
رہ گیا سو کوس پیچھے منزلِ تاثیر سے

ہوں کبھی ظاہر اشارے ابروئے بے پیر سے
دیکھیں ہیں جوہر جدا رہتے اسی شمشیر سے

ڈرتے ہیں جل جلکے دربانِ درِ جاناں سے غیر
پھلجھڑی سی روز چھٹتی ہے مری تقریر سے

یہاں بھی ابتک نہیں پایا آہ استشار کا
رنگ پہلے ہی لگا اڑنے رخِ تاثیر سے

ہیں نمایاں کب ہلالِ حسنی دایہ بھی شوخی کے وقت
باندھتی تھی تھامے نقرئی زنجیر سے

اسقدر پائی لذتِ ترکِ جرمِ عشق از میں
ہو غبارِ خاطرِ دشمن سوا اکسیر سے

وہ تصور مین بندھے سے اسقدر گھبرا گئے
جس طرح ہٹتا ہے ہو بندھکر کوئی زنجیر سے

سر اگر کٹتا ہے تو ہوتا ہے نورِ رخ سوا
فائدہ ہے جو ضرر ہو شمع کو گلگیر سے

ہون گے پژمردہ نہ عاشق کے گلِ زخمِ جگر
تم چھڑک دو اُن پہ لیکر آبِ پیکانِ تیر سے

لے گئی قسمت وہان پر ضعف نے مہلت
ہاتھ اُلجھے رہ گئے دروازے کی زنجیر سے

سیکڑون باتین ہوئین پر ایک مطلب کی نہیں
حرف بھی سہل ہین لب پر گرمیِ تقریر سے

اُس دہن کو دیکھکر سمجھا ہوین چین جبین پر
چشمۂ کوثر نہین کم لجۂ تصویر سے

داورِ محشر نے پوچھا بھی نہ روزِ بازپرس
سربلندی ہو گئی حاصل مجھے تحقیر سے

مرتکب اک جرمِ تازہ کا ہون ہر دم وصل مین
تا نئی لذت ملے ہر دم مجھے تعذیر سے

گو ہو وہ بیزار پر صابر تمہین زیبا نہین
ایسا امرِ سہل پر بیٹھو جو ہون دلگیر سے

اب کسی صورت سے نا ہوگا وصل اُس بے پیر سے
دم بدم صورت نئی ہے حال کی تغییر سے

کچھ بھی گر رکھے نقاب اُس روئے پُر تنویر سے
ہو لبِ یوسف کو جنبش کلمۂ تکبیر سے

جب اُٹھے کچھ لطفِ سوزِ عشق کی تقریر سے
شمعِ محفل سے زبان الجھے اور دہن گلگیر سے

تیرہ روزی ہو زیادہ دفع کی تدبیر سے
سایہ ہو جاتا ہے ظاہر مہر کی تنویر سے

مختلف خوشبو ہوئی ہون کی وہ ذاتِ تیر سے
عطر کھنچوائیں جو ہم تیرے گلِ تصویر سے

یا الٰہی وصل ہو اُس مہرِ پُر تنویر سے
دھوئے اُس شب کی سیاہی صبح اپنے

کرتے وحشت ہی ہو کر خستۂ زندان بھی
جب تن عریان لپیٹا خاکِ دامنگیر سے

قید مین سمجھے جو ہم مضمونِ پیچ و تاب کو
معنے پیچیدہ نکلے مصرعِ زنجیر سے

چھاپے خانے ہین مروج کیا ازل کے روز سے
اوڑ گئے جو حرفِ مطلب نامۂ تقدیر سے

کر کے ژولیدہ مرے نامے کو وہ کہنے لگے
ہو گیا چین بر جبین کاغذ تری تحریر سے

لیتے ہین پیشِ چراغِ داغِ دل ہم خوابِ وصل
خوف ہے الٹا نہ ہو جائے اثر تعبیر سے

دل کیا مجروح اور کین بند آنکھین آپ نے
ہو گئی نسبت نظر کو بازگشتی تیر سے

رسمِ ضبطِ پیچ و تابِ عشق سے موقوف ہین
خامشی ہم شمع سے سیکھین فغان زنجیر سے

عاشقون کی بیت اور صحبت انھین منظور ہو
گھر وہ ہو جاتے ہین آبِ خضر اور اکسیر سے

دست رنگین ہین ہو گرمیِ شوقِ اشک کیا
آب ٹپکے گی گھل کر آپ کی شمشیر سے

مجھ سے عالم کو تنفر ہے مرا نقشہ نہ کھینچ
ہو گا کاغذ بھی جدا مانی مری تصویر سے

جانتے ہین نام کو عالم کے صہبا ہین بیک
مست ہین ہم بادۂ خمخانۂ تقدیر سے

زاہدا ممکن نہین کیا بندۂ آمرزگار
آپ کا دوزخ مین گھر ہو گا مری تکفیر سے

ہو وسیلہ ننگِ جذبِ عشق کامل ہی ہو
چھوڑ دون تمکو ملو گر سرمۂ تسخیر سے

ہے تعجب صفحۂ روئے مخطط دیکھکر
متن خالی اور پر ہے حاشیہ تحریر سے

چھوٹتا دم بھر نہین ہم خطِ شوق سے
عشق نے باندھا مجھے سر رشتۂ تحریر سے

مہر ہو یا ظلم ہو وہ ایک ہین دو تو نہین
ہو گیا ثابت یہ انکی ہم رخیِ تصویر سے

پھر گئین آنکھین عدو کی میری قربانی کے وقت
دیکھتا ہے انکو گویا دیدۂ نخچیر سے

روح پروانہ تھی وہ جو گل تر لینے کے بعد
ہلکا ہلکا سا دھواں نکلا لب گلگیر سے

گرمیِ صحبت سے ہو آپس میں کیسے صابر نفاق
آگ پر چھٹ کر جدا ہوتا ہے پانی شیر سے

عشق کی تحریک نہ میرے لئے منظور رہی
چھیڑ ہوتے ہی سے یہ آتشِ طور رہی

ورقِ تپِ غم سے نہ کیوں عاشقِ رنجور رہی
رنگِ رخ آپ کا جب خوف سے کافور رہی

جب حنا بند ترے پنجہ پر نور رہی
آن پہ ہم باندھتے برگِ شجرِ طور رہی

طالبِ نور ہیں ہم اے صاعقۂ طور رہی
شکر ہے تیری طرح گر کے نہ مشہور رہی

برف ہوں جمکے جو تاثیرِ دمِ سرد سے اشک
دستِ مژگان میں مرے سبحۂ بلور رہی

انہی ہمرازی یہ دیکھے جو مرے ضبط کے ڈھنگ
دل میں خجلت زدہ کم ظرفی منصور رہی

تمکنت دیکھ کہ آوازہ ہیں گوشِ صبا
پر قدم مد نظر سے نہ کہیں دور رہی

کتنی پرپیچ ہوئے یہ دل کے دھوئیں بعد وصال
تا قیامت مسی مالیدہ لبِ گور رہی

لاغری میں بھی رہی تنگ نہ ہم دیوانے
ساحتِ حشر نشانِ قدمِ مور رہی

اشک ایسے ہی رہے چشم سے جیسے نکلے
بے تراشے ہی یہ آویزۂ بلور رہی

وائے قسمت وہ ہیں دو جو مری گور کو تنگ
اور وہی ہیں کے مرے سینے میں ناسور رہی

شبِ مے خواری میں ساقی یہ جھپا ہو تجھے
دستِ رنگین میں اگر ساغرِ بلور رہی

ہے لفتوری ترا عالمِ برزخ ہم کو
کہ نہ صحت ہی رہی اور نہ رنجور رہی

دل کو سمجھاتے ہیں صابر ترا اس مطلع سے

خلق مین اپنی مذلت تا جو مذکور رہی

ہا کسی اوج پہ ہر دل کیونکہ نہ مسرور رہے — کہ بہت مرتبۂ فہم سے ہم دور رہے
کہتے ہین مجھسے یہ آداب کا دستور رہے — چار انگل مرے چہرے سے نظر دور رہے
وہ گرانبارِ وفا ہون کہ مسی بن جائے — زینتِ لعلِ لبِ اُن کو مرا مذکور رہے
وحشتِ تشنج سے لب پر بھی مغان کی لاؤن — شب جو تارون کی طرح ٹوٹتے انگور رہے
مثلِ غربال رہا خلق کی روزی کا خیال — گو مرے سینے مین ناسور ہی ناسور رہے
ہالہ حرف مین اک روشنیِٔ طبع مجھے — بیٹھون جس جائے وہین گردِ مرے نور رہے
ذکرِ ضعف اپنا رہا یون لبِ شیرین پہ ترے — جس طرح تنگ مین شکر کے نہان مور رہے
منکشف مہر بنا داغِ سیہ تو مجھکو — جسم جتنا کہ چھٹے اُتنے ہی مین نور رہے
کام دم دے کے نکالون مگر اُس خود بین سے — پیشِ آئینہ جو دم لینے کا مقدور رہے
عمر بھر عشق نے اُس قد کے رکھا سولی پر — ہم مگر ثمرۂ حقگوئے منصور رہے
ابر بن جائے اگر کوزۂ خمار کا دور — آب کی جا پہ برستی مئے انگور رہے
زیست مین مر کے حسینون پہ بھلا کیا گیا لطف — کلمۂ یادِ زبان زیبِ لبِ گور رہے
ہون وہ ہوشیار کہ غفلت ہو نظاری کی اگر — مانعِ خواب صدائے قدمِ مور رہے
قرۃ العین کہے دخترِ رز کو زاہد — رخ پہ گر چشم کی جا دانۂ انگور رہے
آپ کے حسن مین ہے سنگدلی کی تاثیر — کہ جو بے بادہ کشی نشہ مین یون چور رہے
ہون وہ مایوس کہ دانون مین دمِ بادہ کشی — بن کے ہیرے کی کنی غنچۂ انگور رہے

تجلی کو نسبت سے چھپاؤنگا وہ کہتے ہین ہنسکے
پردہ بن کر مرے آگے ترا مذکور رہے

نور خورشید سے ذرات ہوا باندھ کے تار
روزن خانہ سے لاتے شجرِ طور رہے

ہم وہ داغ ہین کہ عنقا کی طرح آ صابر
عمر بھر نام کے پردون ہی مین مستور رہے

ہوئی یہ بات ثابت مجھکو دورِ چرخ حضرت سے
ہوا ہی اوج گردش کو جدا ہو کر مرے سر سے

بہے آنکھون سے اشکِ آتشین اپنے جو اکثر سے
اٹھے مثلِ فغان ہم سر کے بل گھبرا کے بستر سے

یہ تھی خود رفتگی نظارۂ خورشید پیکر سے
نگاہین ہو گئین باہر ہمارے دیدۂ تر سے

نظر پھرتی ہی یون بوسگہ انکے رخ پر سے
کہ جیسے آدمی آتا ہی گھر مین تھکے باہر سے

لگا کر تیغ میرے فرق پر کہنے لگا قاتل
یہ وہ پھل ہی دہن کو چھوڑ کر کھائین جسے سر سے

تری تحریر مین لازم تھا کچھ پوشیدگی رہتی
لفافہ خط کا ہوتا پردۂ چشم کبوتر سے

ہماری آنکھ مین ہین اشک چکر مارتے ہر دم
اسے تشبیہ دو پیمانۂ گرداب کوثر سے

نہ آوُن گا مین طفلانِ حسین کی میٹھی باتون مین
دہانِ شوق ہوگا کرکرا اس خام شکر سے

کہان عشق تا ہو حسن مین یا رب کہ یون گھبرا یا گھبرا یا
ہزارون کوس شور آگے بڑھا جاتا ہی محشر سے

دمِ گریہ نہین اشکون مین یہ نوکِ فقرہ اپنی
نشانِ تشنہ پہونچی ہی دلِ گوہر مین نشتر سے

ترے چاہ ذقن مین تیرتے اُسکے سہارے سے
کمند و گر مانگ لیتے ہم حبابِ آبِ کوثر سے

مری توبہ سے قسمت اُن کی اُلٹی ہی عجب کیا ہی
خم و ساغرون کی صورت خاک پر بیٹھین مغان سر سے

مثالِ وحی مضمون جبرئیلِ عقل لاتا ہی
ہمین جو کچھ کہ ملتا ہی وہ ملتا ہی فلک پر سے

چڑھا جو سر ہمارے اسکا منھ کالا ہوا صابر
یہ ہمنے ڈھنگ سیکھا ہی چراغِ بزمِ دلبر سے

سیہ روئی ہی بڑھ جانا ہماری دیدۂ تر سے
اُڑادی اُس نے دو اُنکو نہین سُرخی جو ہی انکے لب سے

یہ جوش اُٹھا ہی ساقی تیرے عکسِ روئے انور سے
کہ مے مانندِ نورِ آفتاب اُبلی ہی ساغر سے

لی ہی اسنے لذت سرکشی کی تیرے خنجر سے
جو زندہ ہون تو سرکشی کا طالب ہون مین سر سے

ملائے قیس کا نقشہ جو میرے جسمِ لاغر سے
و دلے تصویرِ عکسی مردمانِ چشمِ دلبر سے

رہی ہم گھر کے باہر اور نہ نکلے گھر کے اندر سے
مثالِ نورِ روئے یار ہم باہر رہی گھر سے

ہوا ہی کیا ہمین صابر جو یون بیٹھے ہین مضطر سے
کبھی دنیا سے محشر مین کبھی دنیا مین محشر سے

نہ بیگانے اپنے خلعے طبعِ ستمگر سے
کہ عینِ وقت پر منھ دھار نے موڑا ہی خنجر سے

ہمین کھینا تھا لطفِ اذیت اپنے قاتل سے
تو سر پر زخم کھا کر منھ چھپایا خون کی چادر سے

ترشحِ فِ سکندروشنی کی ذات مین ہم نے
حبابِ آسا رہی بحرِ جہان مین بے حسد سے

روش بستر کی سیکھی ہی ہماری ناتوانی نے
کوئی اگر اُٹھاتا ہی تو ہم اُٹھتے ہین بستر سے

سکھا کر عشق نے مجھکو عجب شوقِ عنان کی
پسینا بنکے نکلا آبِ گوہر جسمِ لاغر سے

یہ تن اسکا منور ہی کہ مثلِ عکسِ آئینہ
پس پردہ بھی وہ باہر کھڑا ہی پردۂ در سے

مری مٹی نے بربادی سے رتبہ روح کا پایا
کہ پہونچی آسمان پر اُڑکے وہ بیٹھ زمین پر سے

یہ آہستہ خرامی ہی کہ ہم ہمراہ دنیا کے
قیامت مین گئے جسدم نکالا آپنے گھر سے

غبارِ شیشۂ ساعت ہی اپنی قید و آزادی
رہی گھر مین اگرچہ ہر گھڑی باہر گئے گھر سے

مثالِ طوق ڈالینگے گلوئے ناتوانی مین
اگر حلقہ بنائینگے ہم اپنی گردشِ سر سے

دلِ مجروح نے ہوکر مکدر راہ پیدا کی
کہ چشمِ زخم کو نسبت ہے نقشِ پائے دلبر سے

فقیرانہ ہم اُس مین چھوڑ کر دنیا کو بیٹھینگے
اگر گوشہ ملے ہم کو ترے ابروئے خنجر سے

خدا جانے نزاکت سدرہ ہے یا حیا مانع
نظر اُن کی نہین بڑھتی شگافِ پردۂ در سے

قیامت روشنی ہوگی زمانے مین چراغون کی
بکے گا گر نکل کر تیل خاکِ دشتِ محشر سے

تعجب ہے وہ خود رفتہ ہے اپنے حسن پر صابر
صدا تک جسکے پاؤن کی کبھی نکلی نہین گھر سے

* * *

جس طرف دیکھون نظر آتا ہے تو ہی تو مجھے
مثلِ شعلہ رُخ ترا آیا نظر ہر سو مجھے

گر ہو کچھ بھی اختیار اپنے پہ اے بدخو مجھے
مین نہ دون اپنے عوض مانگو جو مجھسے تو مجھے

کیون لپیٹا اس قدر اپنے مین اے آنسو مجھے
آب مین رکھیگا مثلِ بوئے گل کیا تو مجھے

شکل اپنی دیکھ کر روتا ہون کیا کیا قیس کو
آئینہ مین مردمانِ دیدۂ آہو مجھے

ناتوانی سے قیامِ قصرِ تن دشوار ہے
تم لگا دو مثلِ در غیرون کی دو بازو مجھے

کلک کو قفلِ زبان بندی ہے اُس خط کا جواب
کیا لکھون سوجھین جو اک فقرہ کے سو پہلو مجھے

مثلِ شعلہ ایکدم مین کچھ سے کچھ ہوتا ہون مین
سمجھا ہے نازک خیالون نے تمھاری خو مجھے

ماہِ نو ہے ناخنِ مردہ سے بدتر اے فلک
کیا خوش آئے بے جبینِ یار کے ابرو مجھے

دونون لفظون کے تمھارے بوسہ لیتا ایکبار
دو دہن ملتے جو مثلِ افعیِ دو رو مجھے

خوابِ فرشِ بوریا ہے سنگِ بنیادِ دوستی
آتے ہین چین جبین اپنے نظر پہلو مجھے

میری وحشت ہو گئی ہے مظہر حیرت اسے
اپنی آرائش کے لیے چشم رم آہو مجھے

آپ کے خنجر نے کی آئینہ داری دوق جگر
انتہا کی شکل دکھلا دی تہ زانو مجھے

خوگر سوزش شمع ہوں نہیں اور شعلے سے نسبت آب سے
ہے چراغ خانہ امید تیری خو مجھے

دوستوں پر میری تو نے ہوا افشا راز وحشت کے
کیا کسی مہوش کی وہ سمجھی دہن کی بو مجھے

دوستی کی فکر ہے مجھ سے ہوئی وحشت اسے
کیا عجب اپنا اثر اس کے ہے جادو مجھے

ناتوانی کے سبب نسبت ملی اس نے ضعیف
کہتے ہیں نقاش اپنے مو قلم کا مو مجھے

دل گرفتہ ہوں رکھے آئینہ خود بینوں نے شوق
ہے رنگ غنچہ لازم سر تہ زانو مجھے

لاکھ معشوقان معنی کی دکھاتا ہے شبیہ
صہبا ہر آئینہ ہوا اپنی فکر کا زانو مجھے

ہوا غمی کا شکر بجا یہ صبر نے مجھے
تیری کمر کی طرح کیا تار زند نے مجھے

گر حسن اتحاد دیا کچھ نظر نے مجھے
نرگس کی طرح چشم ملی ہے جا بسر نے مجھے

ہے سیر بوستان جہان عمر بھر نے مجھے
اپنے سے آگہی ہے تمہاری خبر نے مجھے

دی ان بلندیوں کی خرد نے خبر مجھے
کیا خود جو آسمان ہو حد نظر مجھے

مثل سحاب تا نہ ہوا آداب عشق ترک
اللہ نے دیا پئے رفتار سفر مجھے

حرف گداز آتش غم شمع میں بھی ہوں
سمجھے وہ تار گریہ شمع سحر مجھے

معشوقہ مراد عجب ڈھنگ سے ملی
اس نے عدو کو قتل کیا جان کر مجھے

ہر جا [illegible] بہشت اکثر سب بھرے
سمجھا ہے اس چمن میں دنیا خود رو شجر مجھے

یہ دردِ عشق ہم سے گیا ہی نہ جائے گا
تو اپنے جی کا روگ سمجھ چارہ گر مجھے

بُرقع بھی اُن کا شیشۂ تصویر بن گیا
آتا ہی صاف وُہ رُخِ روشن نظر مجھے

ہی مجھ پہ احتمال تمھین صدق و کذب کا
سمجھا ہی تمنے معنیِ لفظِ خبر مجھے

ہر دل عزیز ہون جو مین جان ہون تو آپ
سینے مین رکھیے مثلِ شررِ سنگ در مجھے

گہ دل کا مول توڑتے ہین گہ مری اُمید
کیا جانین کیا بنائینگے وہ توڑ کر مجھے

اُس نے دبائی تھی لبِ شیرین مین اپنی زلف
ہر عقدہ ہو گیا گرہِ نیشکر مجھے

شہرہ مرا جہان مین ہی فکرِ بلند سے
کب مثلِ تیر اوڑاتے ہین اور دکنی پر مجھے

صابر یہ جی مین ہی غزل ایسی سناؤن مین
دین جسکی داد دل سے سب اہلِ ہنر مجھے

لکھا تھا پھر دکھائے خدا تیرا گھر مجھے
بتو جی تو دیکھو بھیجدیا اک گہر مجھے

شیرین زبان ہون لکھتے ہین شعر مین شکر مجھے
سمجھا شکر لبون نے مگر نیشکر مجھے

شوقِ دعا ہوا ہی عجب راہبر مجھے
پایا ہی اپنے دل مین ہمیشہ اثر مجھے

ہی ذہن کی رسائی سے اُس پر نظر مجھے
ہمرہ خیال کا ہی تمھاری کمر مجھے

تو سچ ہی یہ دیکھ تو اے فتنہ گر مجھے
اللہ نے دیا تری آنکھون مین گھر مجھے

خالق نے دونون کانون مین پردے بنا کر
پوشیدہ رکھتی تھی جو تمھاری خبر مجھے

گو تیجہ گلاب کشتی کی طرح ہون خشک
گھٹتے ہین پر سرشکِ نہان حلق تر مجھے

باریکئے خرد سے جو معنی کے جوہر مین
مکروہ جانتے ہین وہ مثلِ سحر مجھے

بھولے گا جو وہان تجھے دلاؤنگا یاد مین
مثلِ ہما ہم دل مین لکھوائی نامہ بر مجھے

مین ہون وہ فنی ہنر جو لگون قدردان کے
لے کر کہین سے قرض وہ جاکے مگر مجھے

کیون جھڑ مصرِ فنا سے مٹا مثلِ نقشِ پا
کن محنتون سے لائے تھے وہ راہ پر مجھے

جا نیدہ وان حسینون کہ مرون آج دو تو
جی سخت کر کے چھوڑ دو اللہ پر مجھے

گرمی مرنجی پنا ہوئی سردی مرا قیام
کیا موم کا بنایا خدا نے بشر مجھے

گرداب کی طرح سے ہے گردش مین میری عمر
ہے باعثِ قیام جہان مین سفر مجھے

قاتل کی آرزو کی بحالی ہوئی ہے بسکہ
رکھنا ہوا محال ہتھیلی پہ سر مجھے

دیوانگی مین بھی ہوئی دنیا نہ مجھسے ترک
آنا جہان مین روز مثالِ سحر مجھے

مین وہ بلا ہون دردمنون اور نہ چھپ سکون
دل مین رکھو جو رازِ عدو جانکر مجھے

گردون کو شوقِ ناصیہ سائی کی باندھ دون
گر دے رگین کچھ اپنی ترا سنگِ در مجھے

جنگِ عدو مین یار کے بوسہ کا لطف ہے
ہر دم وہ منھ پہ رکھتا ہے مثلِ سپر مجھے

صابر اُچھل اُچھل کے فلک مین مثالِ دود
ٹکرانا گھر کی چھت سے مُدام اپنا سر مجھے

آشفتہ ہو گی طبع فغانِ ہزار سے
کچھ گُل اگر جھڑے مری شمعِ مزار سے

درہم بنے وہ فیضِ دلِ داغدار سے
ذرّے کوئی چُنے جو ہمارے غبار سے

رنگت اُڑی حنا کی جو دستِ نگار سے
نکلی وہ چیز دیدۂ خونابہ بار سے

اتنا خجل ہوئے ہین گُل روئے یار سے
چھپتے ہین خشک [illegible] روزنہ [illegible]

پنہان ہو روئے زرد خزان کا مزار ہے
شہرت ہی اگر ملے رخِ نقشِ بہار سے
اخفا طلب ہوں شوقِ غمِ خوشگوار سے
آئے صدا نہ اپنی شکستِ خمار سے
تیر نہین ہے زخمِ کفِ پا یہ چارہ جو
سرمہ دیا ہے آنکھ مین انگشتِ خار سے
ہم آتشی ازار ہین لگتے ہی غم کی آگ
باہر ہوئے ہین دل کے شرر اختیار سے
عیون کو کچھ گلا نہ رہا مجھ سے بعدِ مرگ
منہ اُنکے سی دیے رگِ سنگِ مزار سے
کچھ مفلسی کا غم نہین رو لینگے دو گھڑی
رو لینگے موتی ہم مژۂ اشکبار سے
یہ کس ستم شعار کی حسرت ہوئی ہے خاک
آلودہ ہو گئے پاؤن چھٹے کیون غبار سے
اُترا جو نشہ جھانج مین مجھ سے خفا ہوئے
یہ چاہیے تھا آپ کو لڑتے خمار سے
وہ تفتہ جان ہون غیر کے تیور جلین اگر
کاجل ہو تیرہ دودِ چراغِ مزار سے
تھے دلون کو ہو نہ سیہ باطنون سے رنج
سایہ جلے نہ آتشِ نخلِ چنار سے
اللہ رے ضعف عمر گذشتہ ہو چکا
ہم رہ گئے نکلتے نکلتے مزار سے
مطرب جو راگ ہو وہی دیپک کی ہو صدا
گر مین وہان بجے مری آہون کی تار سے
ہر آن حالِ شیخ کو ہو جائیگی جلا
صحبت ہوئی جو ہم سے کسی غمگسار سے
زندہ دلی نے آتشِ غم کو دیا قیام
بوئے کباب آتی ہے میرے غبار سے
دنیا مین رکھ لیا مجھے ضعفِ عشق نے
گھبرا رہی تھی جان تنِ خاکی کے بار سے
اتنا ہون نحس بخت کہ سرکہ ہوا اس مین مے
بنوا دو جام گر مرے سنگِ مزار سے

نظارہ صفا کے لئے بن گئے وہ چشم
سینے پہ کچھ نشان تھے انکے جو ہار سے
ہم کشتی دخانی بنے اشک و آہ سے
رفتار مین قیام ہے دود و بخار سے
کھسری ہوئی ہے ضعف سے اتنی کہ مرگ کو
تا حشر مشغلہ ہے مری جان زار سے
گلخن سبھی کو گرم روی نے بنا دیا
چھلنے پڑے تھے زخم کف پا مین خار سے
زینت تو طریق سے اس صید کو ملی
چمکا جو تیرے خنجر زہر آبدار سے
اتنا ہے خوف اپنی صدائے قدم سے وان
کھایا ہے سرمہ خاک سر رہ گزار سے
پوچھون گا مر کے وہان کہ عدو لکھ کے
حرفون کو خشک کرتے ہین پر غبار سے
میکش وہ ہون کہ حشر مین نکلیگی
بوئے شراب میرے دہان مزار سے

صابر مرے کلام پہ عرفی برا ہو داد
بولے زبان شعلہ شمع مزار سے

سر جدا کیجے تن آزار سے
نہ ملائے شکل وہ مجھ زار سے
تیغ جوہر شیشہ مے پیدا رہے
آبلہ لیکر دہان مار سے
ہین بری افتادگان آزار سے
سایہ کٹ سکتا نہین تلوار سے
وضع کے پابند ہو پھر آؤ گے
جاؤ گے پھر کر کہان اقرار سے
دیکھ لینگے صورت حال وفا
آئینہ لیکر صفائے یار سے
ہوگئی دونی تمنائے وصال
دو دلا تم نے کیا انکار سے
ہین ستم سہنے مین دم لیتا نہین
عمر اپنی بڑھ گئی آزار سے

عشق میں ہم ممتحن ہو جائیں گے
کر ملے چھوٹے یونہیں دو چار سے

اس طرف ہوں میں جدھر اس کا ہے رخ
میں نے سیکھا عکس روئے یار سے

ہے سیہ روئی سے خوش افتادگی
کب سفیدی سایہ لے دیوار سے

ق
ایک دن میں نے کہا تھا دو مراد
کیا تمنا ہے یہ پوچھا پیار سے

عرض کی سونا تو ہنس کر یہ کہا
چاہیے سونا تو لو بازار سے

ق
یوں مزار شیخ پر چادر چڑھے
منعچو اخلاص سے اور پیار سے

تار کچھ موجِ مے احمر سے لو
گل چراغِ خانۂ خمار سے

* * *

اس مہر سے فراق بھی ہے اور وصال بھی
اک روز میں کمال بھی ہے اور زوال بھی

گستاخیوں کا لطف و حیا سدِ راہِ شوق
نازک بھی ہے وہ شوخ بھی ہے خوش جمال بھی

وہ بے نقاب ہے مرے آگے نقاب میں
شیخ حجابِ یار ہے میرا خیال بھی

دل آپ کا بہیج گیا پر یہ خوف ہے
بیٹھی تو پھر اٹھے گی نہ گردِ ملال بھی

حرمت بجا ہے مے کی پہ زاہد مری طرح
بن جائے جان پر تو ہے بیشک حلال بھی

کیا اُن کی خامشی کا گلہ وقتِ عرضِ حال
بیتاب ہے لبوں پہ ہمارے سوال بھی

منہ کیا دکھائے وہ مرے لاشہ پر آ کے
کرتا ہے پاس خاطرِ نازک ملال بھی

یہ ضبطِ شوق کا ہے تقاضا کہ وصل میں
آتا نہیں حجاب سے لب پہ سوال بھی

بولے نہ اُن سے ہم دمِ اثباتِ شوق
اس بات میں جواب بھی تھا اور سوال بھی

کیا پوچھتے ہو صابرِ خستہ جگر کا حال
مدت ہوئی کہ اُس کا ہوا انتقال بھی

یہ آئینہ پہ نظر اے پری لقا ٹھری
کہ خود پسند و خود آرا و خود نما ٹھری

مجھے خوشی کا سبب آہِ شعلہ زا ٹھری
کہ خوف سے نہ مرے گھر کوئی بلا ٹھری

کبھی نظر ٹھری اُس پہ دلربا ٹھری
صفائی رُخ پہ نہ ٹھری کوئی بلا ٹھری

ہجومِ خط سے نہ رُخ پر ترے صفا ٹھری
ہوا بندھی تھی یہ وہ دن نہ دلربا ٹھری

یہ خوف ہے نہ کرے شوق وہاں بھی پردہ دری
کہ خواب میں ہی ملاقات بے لقا ٹھری

یہ کوٹ کوٹ کے شوخی بھری ہے آ ظالم
کہ ایک دم نہ تری آنکھ میں حیا ٹھری

دکھائی آنکھ تو محفل میں ہم نہ بول سکے
دہن کا قفل تری چشمِ سُرمہ سا ٹھری

نہ دشمنوں سے تمھیں دشمنی نہ دوست کے دوست
تمھیں بتاؤ یہ دل میں تمھارے کیا ٹھری

شبِ سیاہ میں کیا اُس تلک پہونچتے
ضیائے عارضِ روشن جو رہنما ٹھری

ملے ہیں زیرِ قدم عاشقوں کے دل اُسے
کہ رفتہ رفتہ وہ رفتار فتنہ زا ٹھری

ہزار رنگ کی اُس نے مصیبتیں جھیلیں
ہمارے جسم میں کیوں جانِ مبتلا ٹھری

بہانہ جوئے اہلِ جفا ہوئی صابر
چھپایا اُس نے جو خجلت سے منھ حیا ٹھری

نہ مجھ سے بات ہوئی اور مطلب آشنا ٹھری
بتاؤں کیا کہ ہر اک پوچھتا ہے کیا ٹھری

پھرے جو ہم تو زمانے کو زرق پھرتا پایا
ہمارے بخت کی گردش بھی آسیا ٹھہری

نظر کو میری طرح لطف زخم داری ہے
کہ تیرے خارِ مژہ پر برہنہ پا ٹھہری

زمین نکل گئی پاؤں تلے سے دیکھتے ہی
ہماری خاک نہ دشمن کے زیرِ پا ٹھہری

بچھے تھے کیا دلِ اعدا کے خار رستے میں
کہ جان راہِ فنا میں نہ ایک جا ٹھہری

درِ قبول پہ تھا منتظر اثر لیکن
ہجوم سے نہ لبوں پر مرے دعا ٹھہری

صفائی ہوتے ہی دل میں ترے غبار رہا
اس آئینہ پہ نہ ہرگز کبھی جلا ٹھہری

اِسے ہی مد نظر کیا اجل کا استقبال
لبوں پہ رہتی ہے کیوں جان جو چلا ٹھہری

ہمیں یہ رنگ کی زردی ہے باعثِ زینت
لڑی بھی اشک کی تسبیح کہربا ٹھہری

نہیں تھی سہل کچھ اس مضطرب کی تسکین
کہ ایک دم نہ جہاں میں کہیں صبا ٹھہری

ترا عتاب ہے موت اور تری عنایت زیست
وہی مرض مرا ٹھہرا وہی دوا ٹھہری

تمہارا سیکھتی ہے ہاتھوں سے نکل جانا
جما کے رنگ نہ ہاتھوں میں یہ حنا ٹھہری

تری دعا سے بچے ہم لکھا تھا مرنا ق
یہ بات زہر مرے حق میں قاصدا ٹھہری

مگر رقیب تھا کاتب کہ رنج دلوایا
دعا پہ سہو سے نقطہ دیا دغا ٹھہری

ملے ہیں ہم سے یہ اس شوخ پر کہ پھر نہ ملیں
ہمارے صبر کی **صبا** یہی جزا ٹھہری

فلق دل کو سوا ہے یار کی صورت دکھانے سے
بھڑکتی ہے زیادہ آگ الفت کی چھپانے سے

ہم ایسے زندہ دل تھے تن ہوا خاک اس پہ بھی
نکلتے پارۂ دل ہیں ہماری خاک چھانے سے

نہ تھا میں شکل دکھلانے کے قابل رہ گیا پڑ کے
چھپایا ضعف نے مثل صبا مجھکو زمانے سے

بجز اسکی محبت اپنی ہی برباد کی تو نے
نہ آیا خاک تیری ہاتھ میری خاک اوڑانے سے

دکھائے لاکھ نقشے ہم کو تیری ایک صورت نے
ہوا یہ فائدہ مرآتِ دل کے ٹوٹ جانے سے

یہ بے سامانی بھی ہمکو بعدِ مردن بھی ساماں ہے
نہیں کم دھوپ کچھ مرقد پہ زیرِ شامیانے سے

رہا فرقت میں رونا وصل میں ہے گریۂ شادی
بہانے ہیں تمھیں تو اشک صاحب ہر زمانے سے

چرخ نے ظلم سے لوٹی ہے مکینِ دہلی
ہو رقم خطِ شکستہ سے بیانِ دہلی

لامکاں ہو گئے لوٹے سے مکانِ دہلی
بڑھ گئی عرشِ معلی سے بھی شانِ دہلی

خلد بھی انکی گلی عرشِ بریں بام اُنکا
دعوی دارانِ خدائے تھے بتانِ دہلی

طالعِ خفتہ کو ہوتا ہے فسانہ اُنکے
جبکہ کرتے ہیں فغاں غمزدگانِ دہلی

جس طرف دیکھئے اللہ نظر آتا ہے
بڑھ گئی اور بھی بربادی سے شانِ دہلی

نہ رکھا چرخ نے روزی کا وسیلہ کوئی
کیا فرشتوں کو بسائے گا میانِ دہلی

اس کا سایہ تھا سعادت کا کبھی سر آ
تھا ہما سے بھی جدا زاغِ کمانِ دہلی

لوٹ سے اور بھی بازار ہوا گرم اسکا
صاف ہے صورتِ آئینہ دکانِ دہلی

مردے تو مردے ہیں زندوں میں نہیں دم باقی
عدم آباد میں بستے ہیں کسانِ دہلی

انکے اٹھنے سے یہاں مجھکو جا نہ رہی
ہند میں ظلِ الٰہی سے تھے شہانِ دہلی

وہ گزراں ہوئے سب اور یہ کشاکش ہے
تھی بگر تیر و کماں پیر و جوانِ دہلی

موج زن اشکِ مسلسل ہین گلی کوچون مین
پا بہ زنجیر ہوئے سرو روانِ دہلی

لوٹ سی حقِ نمک اس کا ہے سب پر ثابت
کس دہن مین نہ گئی نعمتِ خوانِ دہلی

وہ ہوئے سن سے سفید اور یہ غم کی علت
ایک عالم مین ہین سب پیر و جوانِ دہلی

رنگِ گلزار ہے زخمون سے تن اک عالم کا
بن گئی موسمِ گل فصلِ خزانِ دہلی

دل عالم مین مقام ان کا نظر آتا ہے
راز داران خدائی ہین بتانِ دہلی

اہلِ دہلی کی سیہ بختی کا غم ہے صابر
کہ سیہ پوش ہین سب حرفِ بیانِ دہلی

ہوئے لاغر تو ہم خلقِ خدا کے کار مین آئے
کہ نشتر بال اُس سفاک کی تلوار مین آئے

وہ گھر بنواتے ہین یا رب مرا دانی بھی لحد ہی ہو
ہماری قبر بھی دیوار کے آثار مین آئے

مزہ لوٹے کا بے بوسہ لئے حاصل ہوا ہم کو
نظر جب ہونٹ اُس آئینہ رخسار مین آئے

ہوا گر تو کبھی جھانکے تو مثلِ دیدۂ عاشق
ابھی اک نور چشمِ روزنِ دیوار مین آئے

بنا دی چشمِ جانان گر خدا بیمار رکھتا ہے
کہ لذت تندرستی کی ہمین آزار مین آئے

بناؤ خاک سے میری چراغِ خانۂ جانان
کہ بعد از مرگ مٹی بھی اُسی کے کار مین آئے

لیا بوسہ تو کس انداز سے وہ تند خو بولا
لگا یا بیٹھو ذرا صابر تمھین اور پیار مین آئے

ہرگز نہ پیچ و تاب گئے زلفِ یار کے
آخر رہا یہ سانپ مری جان مار کے

رکھتا ہے ٹھوکرون مین زمانہ ہمین مدام
گویا کہ ہم ہین سنگ کسی رہ گزار کے

کس تشنگی مین مجھکو پلایا ہے آب تیغ
انداز ہین تری جھڑکی مین بھی پیار کے

دل تشنہ ہین لاکھ آبلۂ لبریز خون دام
سیکھے ہین طور دل نے ہمارے آزار کے

بلبل برنگ نکہت گل ہو اور پرون
ہون نقش پا جو موج نسیم بہار کے

بجلی بنے وہ حسن حجاب رقیب کو
نکلے تھے کچھ شرر مرے سنگ مزار کے

گھر دل مین کر کے غیر ملا خوب خاک مین
ممنون ہوئی ہم آپ کے دل کے غبار کے

ہون کیون نہ چشم مست سخنگو کو شیفتہ
گویا یہ دو ہین جام مئے خوشگوار کے

غصہ مین اپنی جامے سے باہر ہوئی پری
مقصد بر آئینگے دل امیدوار کے

صابر پرائی جان ہے قبضے مین غیر کے
طالب ہون خاک زندگی مستعار کے

ہجر مین چھوٹ گیا خون جگر کھانے سے
زندگی ہو گئی گویا مری مر جانے سے

یہ ہوئی خوش مری کعبے کے وہ بچھڑ انسے
کہ مرے لینے کو بت آئے ہین بتخانے سے

زندہ وہ ہون کہ مری خاک سے خم بنتے ہین
پاؤن مر کر بھی نکلتا نہین میخانے سے

سب کو تو نے مے دیدار پلائی ساقی
ایک محروم ہمین جاتے ہین پیمانے سے

مجھ سے دیوانیکو سمجھاتے ہو ناصح مجھکو
اسکو سمجھاؤ سمجھ جائے جو سمجھانے سے

قبر مین اور بڑھی حسرت دنیا افسوس
ہم سمجھتے تھے کہ چھٹ جائینگے مر جانے سے

شعلہ خو کہنے سے یہ لڑتے ہو الله الله
لطف صحبت نہین ہر بات پہ جھنجھلانے سے

راز ہین سب لب گویا کے [illegible]
ہم تو باتون مین کہے جاتے ہین چھپانے سے

فصل کیا پھر نہین آنے کی جنون کی صابر
آپ کر دن کو چلے شہر مین ویرانے سے

دل کو زخمون کا بڑا دو گھنڈ آنے سے
تازگی ہوگئی اس غنچے کو مرجھانے سے

خاک اوڑتی ہے رقیبون کے یہان آنے سے
اس لئے تم کو ہے رغبت مرے رسوانے سے

بات ظالم کی نہین ظلم سے خالی کوئی
رات بھی کٹتی ہے تو تیغ کے افسانے سے

کوئی تو چاہیے مونس شب تنہائی مین
خوش ہوا مین بہت اے گریہ ترے آنے سے

کھو دیا رشک کا بھی لطف تلون نے ترے
کہ تجھے ربط نہ اپنے سے نہ بیگانے سے

کوئی دنیا مین نہین اسکا اٹھانیوالا
ناز بیدل ہے تمھارا مرے مرجانے سے

غم گیا درد گیا نالہ گیا آہ گئی
ٹل گئی لاکھ بلا ایک ترے آنے سے

گل وہ جلکر بھی ہوئی اور یہ فقط جا کے بجھا
انتہا شمع کی بہتر ہوئی پروانے سے

قیس کو خلعت وحشت جو دیا حضرت عشق
ایسا کیا کام ہوا آپ کا دیوانے سے

ق

سینہ چاکون سے ہو تہدید سیہ کارون کو
بل نکلتے ہین سدا گیسوؤنکے شانے سے

اوک سے ہم کو پلائے تو مدام آ کے قسم
تا یقین شیخ کو آئے یہ قسم کھانے سے

پاؤن ٹوٹین جو گئے ہون کبھی خم کی طرف
ہاتھ جل جائین لگائے ہون جو پیمانے سے

دل وہ دے نیم تبسم پہ تو دے دو صابر
ہاتھ آتا نہین پھر پاؤن کو پھیلانے سے

پھیر ہو در پہ جو آتے ہو مرے آن کھڑے
انہین باتون سے تو ہوتے ہین مرے کان کھڑے

کیا زبان چلتی ہے وقتِ سخن اللہ اللہ
منہ کو ہم تکتے ہین اُس شوخ کو حیران کھڑی

ہے سنین گے کہین نا بھی کہ ہوتی ہے سحر
درِ میخانہ پہ پہلے ہی ہوئے آن کھڑی

مینے کب رُو کی کیا رازِ محبت افشا
آپ کے گھر مین یونہی ہوتے ہین طوفان کھڑی

اپنی آرائشین کرتے ہین وہ گھر مین بیٹھے
اور ہم دوری سے ہوتے ہین قربان کھڑی

کون ہے بزمِ تصور مین جو بیٹھے بیٹھے
تم یکایک ہوئے گھبرا کے مری جان کھڑی

لے گیا دل کوئی نظرون مین اُڑا کر شاید
کہ سرِ راہ ہے صابر مین ہراسان کھڑی

جو کبھی اُنکی نگہ کردہ کبھی مینے بھی
آ بنی مجھ پہ تو پھر کی نہ کبھی مینے بھی

تہمت اک روز نئی دل سے گھڑی مینے بھی
نہ دیا چین اُسے ایک گھڑی مینے بھی

شام سے جا کے مرے وان کہین وہ مہمان
آج سوچی ہے یہ ترکیب نئی مینے بھی

مین جو اُٹھا تو رقیبون کو بھی جمنے نہ دیا
اک ایسی ہی وہان جا کے جڑی مینے بھی

بھر دئے کان رقیبون کی طرف سے اُسکے
موتیون کی سی پروئی وہ لڑی مینے بھی

سچ ہے کچھ جھوٹ نہین تم نے بنا ہی اُلفت
ہو سکی مجھ سے جہان تک وہ سہی مینے بھی

ربطِ اغیار کے چرچے کی قسم کیون کھائی
آئی عالم کی زبان پر تو سُنی مینے بھی

شیخ صاحب کی کرامات کے قائل ہین مُرید
دُختِ رز کا اُنہین سمجھا ہے ولی مینے بھی

بوسہ خالِ لبِ شیرین کا تمہارے پایا
کھائی جی کھول کے یہ تل شکری مینے بھی

کی بہت ردّ و بدل اُسنے جو صابر مجھ سے

تشنہ بھی کوئی تم سے ہوا کامیاب ہی
یا مثلِ گوہر اپنے ہی چہرے پہ آب ہی

یہ گرمِ خونِ عاشقِ بے صبر و تاب ہی
وہ آبِ تیغ صورتِ اشکِ کباب ہی

دریا مین کس کا عکسِ رخِ پُر عتاب ہی
لبریز جو شہاب سے جامِ حباب ہی

تجھکو چھپا سکے کسی پردی کو تاب ہی
کوتاہیِ نظر تری رخ کی نقاب ہی

کس گلبدن کے عکس سے یہ کامیاب ہی
آج آبِ آئینہ مین جو بوئے گلاب ہی

زاہد تجھے کرامتِ رندان دکھاؤن چل
کہتے ہین اُن کی بزم مین چلتی شراب ہی

مٹ جاؤن گا کشاکشِ غم سے اگر چھپا
مانندِ موج جسم مرا پیچ و تاب ہی

جو امر ہی سو اُس مین ہر اکطرح کی لپیٹ
کافر کی بات بات مین رنگِ حجاب ہی

کرتے ہین دست بوسی زاہد تمام رند
ہاتھون مین چھنکنے سے جو بوئے شراب ہی

نشتر ما گیا ہی میرے جامِ حال سے
لب پر جو آپ کے نہین آتا جواب ہی

دوزخ کا کیا خطر ہمین شرمِ گنہ سی شیخ
مانندِ اشک جسم تمام اپنا آب ہی

اے شہسوار حلقۂ خط سے ہوا ثبوت
یہ حسن و ناز آپ کا پا در رکاب ہی

ڈوبا ہون بحرِ اشکِ ندامت مین روزِ حشر
ہر موج جسمِ زار سراپا حباب ہی

جاتا نہین کبھی سرِ سودائے کشتی
ساقی یہ سر مرا خمِ صہبائے ناب ہی

مسجد مین دردِ عشقِ بتان کا کرونگا ذکر
کہتے ہین زاہدون کی دعا مستجاب ہی

رشکِ رقیب و حسرتِ وصل و غمِ فراق
اک میری جانِ زار پہ کیا کیا عذاب ہی

ہر گام پر ہی لغزشِ مستانہ کا ہجوم
کچھ نشۂ شباب کچھ بہت خواب ہی

صابر سنادی وہ بھی تو اب نظم شعر مین
لکھا جو تونے اپنی غزل کا جواب ہی

اُس خالِ رخ پہ غش دلِ حسرت مآب ہی
سچ ہی کہ ہوشیار کو نکتہ کتاب ہی

لب تیرا رشکِ برگِ گُل اے بے حجاب ہی
کیونکر یہ سخت مُنھ سے نکلتا جواب ہی

کچھ دل کو مشقِ صبر ہی کچھ اضطراب ہی
یہ تمکنت مین کوہ روانی مین آب ہی

خجلت سے تیرے رخ کے یہ گُل آب آب ہی
گلشن مین ہر مقام پہ نہرِ گلاب ہی

دل عشقِ زلف مین ہمہ تن پیچ و تاب ہی
گہ بوئے مشک ہی کبھی دودِ کباب ہی

کیا بیکسی برستی ہی صحرائے نجد مین
دُودِ چراغِ مرقدِ مجنون سحاب ہی

یوں سوزِ غم سے آبرو ریزی ہی مری
آتش پہ جس طرح سے ٹپکتا کباب ہی

آنکھوں کو صاد کیونکہ نہ ہوں ابروؤں کے پاس
شرحِ کتابِ رخ مین یہ بیت انتخاب ہی

وا اسطرح ہو وہ لبِ نازک کہ اُس پہ آج
بارِ مسی ہی پان ہی بوئے شراب ہی

وہ لامِ زلف اور الفِ قد دکھا گئے
یعنی پیامِ وصل کا یہ لاجواب ہی

غصّے مین کیون نہ آپ کی نیچی رہی نگاہ
یہ نازکی مین اُس پہ ہجومِ عتاب ہی

مُنھ پر ترے اُٹھتی نہین حرفِ شوق کو
گویا مری زبان تہ ترے رخ کی نقاب ہی

گو کہ عدو مین ہی ترے جلوے سے روشنی
عارض ترا چراغِ رہِ ناصواب ہی

کس رندِ مے پرست کے مرقد پہ رویگا
اُٹھا سیاہ پوش جو ہو کر سحاب ہی

قربِ کریم سے ہو تہیدست کو نہ فیض
معکوس دستِ موج میں جامِ حباب ہی

وہ رند ہوں کہ مرگ کو برسوں گزر گئی
اب تک بھی میری خاک میں بوئے شراب ہی

نظارہ بازِ بحرِ جمال بتاں ہیں ہم
آنکھوں میں دم ہمارا مثالِ حباب ہی

پیشانی خط کی کب شکن آلود تھی مگر
اے نامہ بر یہ اسکا نشانِ عتاب ہی

اک خُم بنایا خاک سے اسکی کلال نے
زاہد کی بعدِ مرگ بھی مٹی خراب ہی

کہتے ہیں منہ یہ دیکھ کے آنسو رواں ہی
صابرؔ کچھ اندنوں ترے چہرے پہ آب ہی

ہی وصل پہ قسمت کی برائی نہیں جاتی
یاں ضعف سے لذت بھی اٹھائی نہیں جاتی

نظروں کی طرح ہم سے ملے رہتے ہو ہر دم
پر چشم کے مانند جدائی نہیں جاتی

یہ جنگ کے ہی نام سے پرہیز کہ قاصد
یاں صلح پہ بھی طرح لڑائی نہیں جاتی

آزردہ ہو کیوں تم مرے مرنے کی دعا سے
مانگے سے مرے موت کچھ آئی نہیں جاتی

ہر ایک سے اپنی یہ طبیعت نہیں ملتی
ملتی ہی تو کم بخت چھڑائی نہیں جاتی

اک شغل ہوا ہی کفِ افسوس کا ملنا
ہر وقت کی یہ ہاتھ گھسائی نہیں جاتی

بگڑے پہ ہوا کرتی ہی آپس میں شکایت
یاں بات کسی پر تو بنائی نہیں جاتی

وحشت ہی کہ تو اور نہ ہو حسن پہ مغرور
تصویر تری تجھکو دکھائی نہیں جاتی

کیا تنگ ہوا ہوں میں تری تنگدلی سی
اس میں کبھی دشمن کی برائی نہیں جاتی

وہ آتے تو ہم آپ سے باہر ہیں خوشی میں
محرومی تقدیر مٹائی نہیں جاتی

لو آب کے دریا ہون تری تیغ مین لیکن
آگ اس سے مرے دل کی بجھائی نہین جاتی
کندہ ہو ترے دل پہ ہر اک بات ہماری
کہنے سے برائی کے بھلائی نہین جاتی
کیون غیر ہی شاکی تری دزدیدہ نظر کا
اس سے ہی تو کبھی آنکھ چرائی نہین جاتی

کیا اپنا تڑپنا مجھے بھاتا ہے یہ صابر
یاد اسکی مرے دل سے بھلائی نہین جاتی

تیری شوخی کا جو ذکر اے بتِ کافر ہو جائے
حرف جو لب پہ مرے آئے وہ مضطر ہو جائے
کیون مین محو کہ نہ جائے طلبِ وصل مین دل
اس کو جس جائے یہ سامان میسر ہو جائے
ہو عجب بخت رہی نشہ نہ اسمین جو مرا
سرِ شوریدہ سبوئے مے احمر ہو جائے
مجھکو فریاد نہین حدِ نظر محشر مین
ورنہ یہ میری زبان آپ کا خنجر ہو جائے
شور سے میکدہ زاہد نے اٹھایا سر پر
مجھکو ڈر ہے نہ کوئی رند بھی سر ہو جائے
ہون وہ مشتاق جو نامہ کبھی اسکو لکھون
رنگ چہرے کا مرے اڑکے کبوتر ہو جائے
زخم مین شوریدہ دماغون کے جو آئے
ہر نمک آپ کی یہ ماہیِ خنجر ہو جائے
نامہ کس وقت مین لایا ہے تو اے قاصد یار
یا خدا تو کسی امت کا پیمبر ہو جائے

اس زمین مین غزل اک اور بھی کہہ تو صابر
شاید اس سے بھی سر انجام وہ بہتر ہو جائے

دمِ نظارہ اگر ابرِ مژہ تر ہو جائے
منھ پہ اک آبِ روان کی مری چادر ہو جائے
گر تصور تری رفتار کا دلبر ہو جائے
پردۂ چشم مرا دامنِ محشر ہو جائے

تو وہ ظالم ہے انگھوٹھی کا جو نگ ہو تیرا
تو وہ فیروزہ بھی مُردہ ہے نگا فر ہو جائے

خوفِ عصیان سے ہے دم خشک عجب کیا کہ مرا
قطرہ قطرہ عرقِ شرم کا گوہر ہو جائے

دل میں ایمان کے ارمان بڑھے جاتے ہیں
مجھکو غم ہے کوئی سینے سے نہ باہر ہو جائے

اس کے سبزے پہ جو ہو خون کی تحریر مرے
صورتِ قوسِ قزح ابروئے خنجر ہو جائے

شعلہ رو تو نہ بنا مجھکو جلا کر شعلہ
حسن اور عشق کا رتبہ نہ برابر ہو جائے

ایسی پڑتی ہے تری آنکھ تو نہی مستی میں
جس طرح مے سے لبالب کوئی ساغر ہو جائے

رات دن شیخ کو ہے مے کی خرابی کا خیال
آب خورہ نہ کہیں اس کا خُمِ سر ہو جائے

غم کی کثرت سے بھی ڈر ہے کہ پریشانی کو
جمع ہو ہو کے نہ دشمن کا یہ لشکر ہو جائے

کچھ نہ پوچھ گل یہ کھلائے کبھی ہے نشترِ چمن
گر رگِ ابرِ بہاری تنِ لاغر ہو جائے

جس گل اندام کو دل دیکھتا ہے کہتا ہے
کہ اسی پھول سے خوشبو مرا بستر ہو جائے

رخ سے آگے نہیں گیسو کو وہ بڑھنے دیتے
ہے یہ ایمان کہ شب و روز برابر ہو جائے

باندھ دوں گر دلِ مضطر کو تو محبت دست
ٹکڑے ٹکڑے یہ ابھی دامنِ محشر ہو جائے

داغِ تن بعدِ فنا بھی مجھے زینت دینگے
کیا عجب ہے جو کفن میرا مشجر ہو جائے

یہ سمجھکر وہ جلاتا ہے مجھے اے صابر
کہ کسی طرح سے گھر میرا منور ہو جائے

نظر حرفِ رخصت و سخن کچھ اور کہتی ہے
مری گستاخی کا شکوہ نہیں کچھ اور کہتی ہے

کہیں الفِ رجا بھینسے ایک سے ابھی کہ
کہ بیٹھا سا لیے جھڑکی نہیں کچھ اور کہتی ہے

ہم اپنے تارِ انفاس پر نشتر اسکو دکھلا دیتے
کہ ہم سے مہرِ محشر کی کرن کچھ اور کہتی ہے

سیہ رنگت تھی لیلی کی یہ تم بھی آئینہ دیکھو
سمجھ کر رخ پہ زلفِ پرشکن کچھ اور کہتی ہے

نہیں ہے بزمِ عالم شادمانی کا مقام اے دل
یہ سیلِ گریۂ شمعِ لگن کچھ اور کہتی ہے

نہ نکلی راہ کوئی وصلِ شیریں کی تو اب سمجھو
تری خارا شگافی کوہکن کچھ اور کہتی ہے

لبِ جاں بخش کو اپنے مسیحائی کی رخصت دو
ہماری آج جانِ پر محن کچھ اور کہتی ہے

ڈرو اللہ سے کچھ تو ستم اتنے نہیں لازم
ہمیں خلق اے بتانِ سیمتن کچھ اور کہتی ہے

ہماری آرزوئے دل تمہیں کچھ اور سمجھی تھی
مگر دیکھا جو یہ آوارہ پن کچھ اور کہتی ہے

دو تمہیں دکھانے سے لگا اک تیر بھر اس کی
کہ چشمِ زخم اے ناوک فگن کچھ اور کہتی ہے

لبِ عیسیٰ یہ حرفِ قم باذنی محو ہے صابر
ہماری بلبلِ فکرِ سخن کچھ اور کہتی ہے

اٹھا دیتے یہ زلفِ پرشکن کچھ اور کہتی ہے
اور اگر منھ پہ ترے گلبدن کچھ اور کہتی ہے

ہموں دشمن کی محرومی کو کیا اپنا بھی تو غم ہے
کہ تیری خود پسندی سیمتن کچھ اور کہتی ہے

اسیری کس طرح جسے دامِ بلا سمجھیں نہ پروانے
کہ زلفِ دودِ شمعِ انجمن کچھ اور کہتی ہے

بہارِ لالہ زارِ دشت سے بد ہوں کیا مائل
کہ یہ بوئے گلِ صبحِ وطن کچھ اور کہتی ہے

لگا دو آج تم اکسیر سیاہی اپنی زلفوں کی
کہ میری داغِ سوزاں کی جلن کچھ اور کہتی ہے

محبت ایک شے ہے پر ہیں جلوے مختلف انکے
کہ دل کچھ اور کہتا ہے دہن کچھ اور کہتی ہے

زباں گر کچھ کہے پر بات دل کی چھپ نہیں سکتی
کہ یہ تن کی صفائی سیمتن کچھ اور کہتی ہے

تمہاری زلف کا الجھن مین اک اک بال برہم ہے
یہ ہم سے ایک منھ ہو کر سخن کچھ اور کہتی ہے

یہ کب ضرب ہر کرتی تھی نالے نامرادانہ
زبانِ تیشہ تجھ سے کوہ کن کچھ اور کہتی ہے

شبِ تارِ لحد روشن کرینگے دفن ہو کر ہم
کہ وضعِ نورِ مہتاب کفن کچھ اور کہتی ہے

ہمین اس واعظِ ناکس کی باتون نے ڈرایا تھا
تری رحمت مگر اے ذو المنن کچھ اور کہتی ہے

رگِ جان ہے رگِ گل ہے رگِ ابرِ بہاری ہے
تری زنار طفلِ برہمن کچھ اور کہتی ہے

بلا سے گالیان ہی دو یہ کچھ منھ سے کہی جاؤ
لبون پر آپ کی شانِ سخن کچھ اور کہتی ہے

ازل سے پہلے تجھے دعوی نہ کیا کیا روحِ انسان کو
یلا ہے اب جو خاکی پیرہن کچھ اور کہتی ہے

یہ سمجھے تھے کہ مر کر قبر مین آرام پائینگے
تری محشر خرامی گلبدن کچھ اور کہتی ہے

مجھے ڈر ہے کہین تیرہ نہ ہو آئینۂ گلشن
کہ آہ بلبلانِ تفتہ تن کچھ اور کہتی ہے

پریشان خاطری باعث ہے وصلِ یار ہونے کا
تری سحر مین بوے یاسمن کچھ اور کہتی ہے

بنھا پروانے لختِ دل سے تو یاقوت کا زیور
عروسِ گریۂ شمعِ لگن کچھ اور کہتی ہے

چراغِ صبح ہو بے نور پر پیری مین بھی صابر
ہماری تابشِ داغِ کہن کچھ اور کہتی ہے

خرابی مین بھی تمکین اپنی دامنگیر پھرتی ہے
کہین جاتی نہین کچھ اسطرح تقدیر پھرتی ہے

بنایا شعلۂ جوالہ مجھکو طبعِ روشن نے
کہ گردش مین مرے ہمراہ مری تنویر پھرتی ہے

ہوئے سب اہلِ محفل اپنے طور پر راضی
کہ ہر بیمار پہ کے ظالم تری تقریر پھرتی ہے

مری آہ ٹکرا کر فلک سے ہم پہ گرتی ہے
یہ پھرتی ہے تو شکلِ برگشتہ بھی تیر پھرتی ہے

دکھایا تھا شال برق جلوہ اک نظر تو نے
مری پیش نظر اب تک وہی تصویر پھرتی ہی

خدا جانے چمن میں کون سے وحشی کی آمد ہی
لئے موج نسیم صبح جو زنجیر پھرتی ہی

دکھاتی ہی تمھیں بے پردہ یہ وصف سراپا میں
کہ اپنی طبع ہر جانب دم تحریر پھرتی ہی

ترے گھر کی زمین کچھ آسمان سے کم نہیں ہمکو
کہ نظروں میں ہمیشہ ای بت بے پیر پھرتی ہی

جلائے کسطرح دانستہ کوئی جان کو اپنی
ہماری آہ سوزان سے الگ تاثیر پھرتی ہی

نہیں کرتا تاسف دشت وحشت میں کوئی مجھپر
پہ نالان ہر قدم پر پاؤن کی زنجیر پھرتی ہی

ہوئیں باتیں ہزاروں پر نہ ٹھیری بات مطلب کی
زبان پر آپ کی کیا مضطرب تقریر پھرتی ہی

میں انکو چھیڑکر آزردہ کیون کرتا پر ای ہمدم
یہی ہوتا ہی جب انسان کی تقدیر پھرتی ہی

ترا دیوانہ یہ لاغر ہوا زندان کی ایذا سے
کوئی پھرتے اُسے دیکھے کہے زنجیر پھرتی ہی

رقم کرتے ہیں حال ناتوانی ہم جو نامہ میں
بدقت کلک کاغذ پر دم تحریر پھرتی ہی

تمھارے وصل پر ہی ہو بھی گو یار قیب اپنا
نہیں آتی زبان پر ذہن میں تدبیر پھرتی ہی

زبان ہم ناتوانوں کی دعا پر ہل نہیں سکتی
عبث آزردہ آزردہ سی کچھ تاثیر پھرتی ہی

وہ پھرتے دیکھکر کہتے ہیں اپنے محو حیرت کو
خدا کی شان تو دیکھو کہ یون تصویر پھرتی ہی

لکھوں کے نامہ کیونکر ہی عجب حسرت کی طغیانی
کہ ہر فقرے پہ صابر آنکی تحریر پھرتی ہی

منھ ہی کیا ہم کو تری زلف معنبر باندھے
اپنے ہم قول کے ہیں ای بت کافر باندھے

دل سوزان کو ہی وہ زلف معنبر باندھے
ورنہ ممکن ہی کوئی بال میں اخگر باندھے

ہجر مین گریہ ہی یون تابعِ فرمان ہیرے
ہاتھ جسطرح کھڑے رہتے ہین نوکر باندھے

شوقِ بوسہ ہے سُنین سخت کلامی کیونکر
بھوک مین کیونکہ شکم سے کوئی پتھر باندھے

نجد کو آتے ہین اطفال کہو مجنون سے
لام تجھ بھی ہے پہ شیطان کا لشکر باندھے

ہم اسیرِ ازلی لطفِ چمن کیا جانین
آنکھ کھولی تھی کہ صیاد نے شہپر باندھے

باندھ لاؤن ابھی اغیار کے گھر سے تمکو
تار رونے کا جو میری مژۂ تر باندھے

موردِ لطف کیا اُسکی نزاکت نے مجھے
گر کمر ہو تو مرے قتل پہ کس کر باندھے

حُسن پیدا نہوا تھا کہ بلا تھا مجھے عشق
درد کی تھی نہ بنا جب سے ہون مین سر باندھے

خلشِ نشترِ مژگان ہو نہ دل کو معلوم
دھار اُس کی جو شعبدہ کوئی پڑھکر باندھے

پھول کی طرح سے کمھلاؤگے نازک ہو بہت
کیا تصور مین بھی عاشقِ مضطر باندھے

شعلۂ آہِ شرر زا ترے سرگشتہ کے
صفتِ شعلۂ جوالہ ہین چکر باندھے

گوہرِ اشک ہوے زیبِ رخِ زرد یہان
یار نے سونے کے کنگن مین جو گوہر باندھے

ہین دمِ ذبح توجی بھر کے نظارہ کر لون
یارب آنکھون پہ نہ پٹی وہ ستمگر باندھے

روح یون اِس تنِ خاکی کو لئے پھرتی ہے
بوجھ جسطرح مسافر ہو کمر پر باندھے

طالبِ درد ہون فصّاد عجب کیا دمِ فصد
کہ مرا تارِ رگِ جان بہ نشتر باندھے

ہین وہ میکش ہون سبو سے جو تو خم سے ساقی
رشتۂ موجِ مئے ناب سے ساغر باندھے

سوئے مژگان نہین چشمانِ سیہ کے نزدیک
ہین مرے قتل پہ دو مست یہ خنجر باندھے

تو بھی وہ مہر اگر اُس پہ رکھے ناز سے پاؤن
تو فلک چادرِ مہتاب کو سر پر باندھے

کون کرتا ہی مصیبت مین رفاقت میری
بے پر و بال اُڑی جاتی ہی رنگت میری

خاک مین ملگئی دیکھے کوئی صورت میری
مردم چشم عدم ہی شب فرقت میری

خود فروشی کی تمنا مین رہون ساری عمر
دے تجھے کوئی خریدار جو قیمت میری

پھرتا ہون وادی آوارگی مین سرگردان
اک بگولا ہی مگر گردش قسمت میری

یہ کسی دل مین نہ جمکی کبھی ای مہر لقا
راکھ کی طرح ہی بے ذرہ کدورت میری

شام سے صبح ہوئی ہی مجھے گھڑیان گنتے
ہی مگر سلسلۂ ساعت شب فرقت میری

کوئی ہم وزن بلندی مین نہین ہی میرا
کس سے تولے مجھے میزان عدالت میری

پوری بندش ہو تو کھلتی ہی کبھی یہ اُس پر
قفل ہی کلمۂ بندش کا حقیقت میری

مین کبھی صحبت انسان سے رمیدہ نہ ہوا
آہوئے دشت تعلق ہوئی وحشت میری

جو مری شکل ہی وہ دیکھتا ہون آنکھون سے
آئینہ فرط سیاہی سے ہی قسمت میری

تنگی دل بھی عجب غنچۂ ناشگفتہ ہی
پاسبان گنبد بے در کی ہی حسرت میری

آب زر سے ہو کبھی جامۂ ناپاک نہ پاک
کھوئے کیا تیرگی عیب کو دولت میری

پہلے استاد تھے احسان و نصیر و ممنون ق
ہوئی احسان سے پر اصلاح طبیعت میری

پھر ہوا حضرت صہبائی کی اصلاح کا فیض
طبع باریک ہوئی اُنکی بدولت میری

اور ہم بزم رہے مومن و ذوق و غالب
اُستادون ہی سے ہر دم رہی صحبت میری

ہند کا فضل و ہنر ذات پہ تھا جنکی تمام
مانتے تھے وہی اشخاص فضیلت میری

منعقد ہوتی تھی جب شہر مین بزم انشاد
کرتے تھے اہل سخن وقعت و عزت میری

باہر اگر نہین مشہور ہوا ہین کچھہ آج
شکر ہی اپنی ہی فضلی سے ہی شہرت میری

جی مین ہی اور غزل اُن کو سُناؤن صابر
جو سمجھتے ہین طبیعت کی نزاکت میری

دگرتا کی طرح ہوگی رسالت میری
ہمسر سین کا آرہ سے لئے حسرت میری

خود پرستی سے بچائے تجھے نفرت میری
مرا خیال ہی جو بناوے تجھے صورت میری

جوش مین ہی ورمِ گریہ جو حرارت میری
انجرے نکلے اُڑی جاتی ہی طاقت میری

تیری صورت مین وہ نکلے تو ہو دوئی حسرت
گر نکلتی ہو کسی شکل سے حسرت میری

اُن سے شرمندہ کیا مشقِ صفائے دل نے
جھک گئی آنکھ نظر آئی جو حسرت میری

وہی کہتا ہی کہ مین شعبدہ باندون مین نہین
جس سے کہتا ہون نکالو کوئی صورت میری

ناتوانی نے پسِ مرگ بھی اُٹھنے نہ دیا
حشر مین مثلِ جنازہ گئی تربت میری

ہون وہ افسردہ جو خورشید قیامت مین ہون
شبنمستان متصور ہو تمازت میری

لبِ نازک سے نہین بارِ سخن اُٹھ سکتا
غیر پر رکھکے وہ کرتے ہین شکایت میری

اجنبیت بھی عجب شی ہی کہ اِس نفرت پر
ہوگئی محفلِ جانان مین زیارت میری

کسی موسم مین خزان اپنے گلستان مین نہین
روز کمبخت مری رہتی ہی ہمت میری

مرگ کے شوق مین گویا ہی اخبہ کا اثر
کھیلتی رہتی ہی سر پر مرے شامت میری

ہوگی فانوس تری شمعِ رخِ روشن کی
تجھپہ گر چھائے رہیگی یونہی وحشت میری

بانون لکھتا نہین کوئی متبرک شی پر
کبھی اصلاح پہ آئی نہ طبیعت میری

نہ سمائے گی جو گھر مین تو نکل جائے گی
بڑھتی جاتی ہے شب و روز مصیبت میری

آشنائی کی اُڑے خاک نہ کیون کر صابر
ہوگئی دل سے ہوا اُن کے محبت میری

مین کیا کہون جو یار نے لاف وفا کئے
بنتی نہین سوائے درست و بجا کئے

سنگین دلون کے ہاتھ سے اکثر لُٹا کئے
یون ہی ہماری عقل پہ پتھر پڑا کئے

بے مہربانیون نے تری کر دیا دلیل
آتا نہین قرار مجھے بے خطا کئے

باندھے تھے تیرے ہاتھ لگا کر حنا کبھی
ہاتھ اپنے عمر بھر ترے آگے بندھا کئے

خفت نے ہمکو آج دیا شغلِ بوسۂ گل
مدت تلک ہم اُن کی ہنسی مین اُڑا کئے

وہ دوست ہو کے آئے نہ تم دشمنی سے باز
تقدیر سے ہم اپنی ہوئے یا جدا کئے

گر ناز انہین بتون پہ برہمن کو ہو تو ہان
بندہ نے ایسے سیکڑون پیدا خدا کئے

ہمنامیِ رقیب نے دھوکا دیا اُنھین
برسون ہین جواب وہ خط کا لکھا کئے

ارمان بھی اپنے دل مین بڑے اعتدال کے
پیدا کچھ اَور ہوتے گئے کچھ مٹا کئے

کیون ہم خط اُڑاؤ نہ ہو کر جوان تم
طفلی مین نامے ڈور مین بندھکر اُڑا کئے

اِن پردہ داریون پہ یہ آوارگی ہے ولے
نظرون مین تم ہماری ہمیشہ پھرا کئے

اب کیا منائین وہ کہ ہین خود ہی ندام
ہم آپ ہی خفا ہوئے آپہی منا کئے

صابر سوال کوئی کرے گو اس کی تنگ
پر چاہئے کہ ہم رہین بے التجا کئے

حیا بوجھ اے فتنہ گر ہو گئی
کہ نیچی تمھاری نظر ہو گئی
غمِ ہجر مین چشم تر ہو گئی
شب غم کو دھویا سحر ہو گئی
وہ ہون شایقِ قتل کاٹا جو سر
گری خون کی جو بوند سر ہو گئی
ہوا پردۂ گوشِ قاصد سے رنج
کہ پوشیدہ اُن کی خبر ہو گئی
مجھے غم کے کھانے سے نفرت نہ تھی
خدا جانے کس کی نظر ہو گئی
جہان مین گئی رفتہ رفتہ خبر
مری گوشہ گیری سفر ہو گئی
جدھر وہ اُڑاتی ہے اُڑتا ہون مین
صبا ناتوانی کو پر ہو گئی
پھرے گی نہ اُن سے طبیعت مری
جدھر ہو گئی یہ اُدھر ہو گئی
طبیعت کے ملنے پہ ٹھیرا ہے وصل
طبیعت دُعا کا اثر ہو گئی
تماشا ہے اک دم مین یہ لاکھ رنگ
مری طاقت اُن کی کمر ہو گئی
پھرے ساری دنیا مین اک وقت ہم
کہ وحشت مثالِ سحر ہو گئی

نہ تھا اُن سے صابر لڑائی کا دھیان
فقط باتون باتون مین شر ہو گئی

یہ چرچا محبت کا کیون کو بکو ہی
الٰہی مرا کیسا باکا لہو ہے
یہ گل ایک ہین پر جدا رنگ و بو ہی
تمیز ان مین مشکل بہت شکل بو ہی
مری رونقون سے جو گھٹتا عدو ہی
مگر آبِ خنجر مری آبرو ہی
مرا سر جھکا تیری آنکھین بھر آئین
کہ صحبت یہان مثلِ جام و سبو ہی

ہے پردے مین ہی طعن صانع یہ میرے
مجھے پھر نہ کہنا کہ تو زشت رو ہے
بیان سوزِ دل کا وہ آگے جو کرتی
زبان شمع کی سے بے دہان و گلو ہے
کرون شرحِ نظارہ کیا مثلِ نرگس
فقط چشم پر منحصر گفتگو ہے
اُٹھینگے مزے زندگانی کے اب تو
زبان پر تری حرفِ لا تقنطو ہے
وصال آپکا آپ ہی مر کے ہوگا
مجھے زیست مین مرگ کی آرزو ہے
اِدھر بھی کوئی قطرہ ای آبِ حسرت
مجھے دل کی مدِ نظر شست و شو ہے
دلا وہان سے مشکل تھی مطلب برآئی
ملا جب نہ کوئی تو ناچار تو ہے
ترا پشت و سینہ ہی یکسان صفا مین
تو آئینہ پیکر زجاجِ دو رو ہے

کرے بے وساطت فغان کیا وہ صابر
کہ سب جسم نے کا گلو ہی گلو ہے

بہتر ہے اگر ابرِ مژہ اپنا نہ برسے
دو آنسوؤن مین آب گزر جائیگا سر سے
آلودہ ہوئے اشک مرے دودِ جگر سے
کیا نفع کی امید ہو [illegible] گہر سے
دیکھا تو کدورت ہی ٹپکتی ہے نظر سے
جب آئے گئے خاک مین ملکر ترے گھر سے
آن وہ انہون کو جیا ہون جو ہین لعبتگر سے
لکھو یون گرہ اس بال کی دندان گہر سے
محروم تھے وہ اپنی وجاہت کی خبر سے
آئینہ دکھاتا نہ اگر اپنی نظر سے
گو دل کو رکھا ہاتھ مین مثلِ گلِ بازی
پر چوٹ سوا کچھ نہ ملا آپکے گھر سے
آنکھون مین بھرون اُس صنمِ مہر لقا کے
ہاتھ آئے اگر پنبہ سفیدیِ سحر سے

لب آپ کے شیرین ہین اور ہین تلخین بھی
اُترا من و سلوی مجھے اللہ کے گھر سے

بو عشق کی ہین اُس گلِ رعنا کو سنگھادون
گر عطر کھچے میرے گلِ زخمِ جگر سے

رو روہی کے لئے دیتے ہین زر داہلِ دل کو
کچھ اور تو ضد بھی نہین زر کو بزر سے

سر کٹ گیا پر اشک گلو سے رہے جاری
لیتا ہون مزہ شیخ نمط گریہ کا سر سے

بے دیکھے کسی جانے رکھا پاؤن نہ ہمنے
ہرگز قدم آگے نہ بڑھا حدِ نظر سے

ہم جنس سے ہو تارکِ الفت کہ یہ گردون
تارِ رشتہ کے مانند نہ بل دے تجھے سر سے

ہین اور مراد کر وہان شانِ خدا ہی
کچھ آج نیا رنگ ٹپکتا ہی خنجر سے

قطعہ

بے مانگے مجھے دولتِ دیدار ملیگی
ٹکراؤن مین کس واسطے سر کو ترے در سے

آنا ہی ہر وقت ترا وعدہ دیدار
باندھے ہوئے دامانِ قیامت کو کمر سے

قطعہ

خط مین مرے لکھا ہی کہ طالب ہے خبر کا
اس بات مین گو رنج بڑھے رشکِ قمر سے

تو کہنا یہ قاصد کہ وہ ہی خیر کا طالب
اِک نقطہ سوا خیر مین ہوتا ہی خبر سے

اِس ظلم پہ دم حضرتِ صابر نے نہ مارا
افسوس کہ شکر کرتے ہو تم ایسے قہر سے

گاہے گاہے کی ملاقات ہی بھی نہ سہی
اور کیا اس کے سوا بات ہی یہ بھی نہ سہی

منھ دکھاتے ہو تم اک سال مین شبِ عید
یہ بھی گر باج اوقات ہی یہ بھی نہ سہی

خط کا لکھنا بھی گرانی ہی تو وہ بھی نہ لکھو
دور کی حرف و حکایات ہی یہ بھی نہ سہی

نظرِ لطف کبھی حال پہ کرتے ہو مرے
اس مین گر قصدِ مساوات ہی یہ بھی نہ سہی

وہ گئے دن کہ بلاتے تھے مری الفت تم
خالی باتوں کی مدارات ہی

اور کیا دیتے ہو دشنام سوا تم مجھکو
یہی تحفہ یہی سوغات ہے یہ بھی وا

کبھی خواب میں آجاتے تھے سو جب سے گئے کھٹک
دن تو کھویا فقط ایک رات ہی

آہ کرتا ہوں کبھی تنگ ستم سے ہو کر
گر جفا کی یہ مکافات ہے یہ بھی نہ

نہ رہے روز کی صحبت کے مزے تجھ سے ہم
باقی ایما و اشارات ہے یہ بھی نہ سہی

چھوڑ دی آپ نے نجیب بندہ نوازی صاحب
ایک ظاہر کی عنایات ہے یہ بھی نہ سہی

اور تو کیا ہے فقط ایک خوشی سے ملنا
یہی صابر کی کرامات ہے یہ بھی نہ سہی

نمود اس کو ہیں اُن کے نقشِ پا کی
اشارت ہو گئی چشم رہنما کی

تجھے دیکھا جو اے نو خط دم مشق
کھلی ہیں دونوں آنکھیں حرف ہا کی

جھکالی آنکھ دیکر مجھکو دشنام
کہ شوخی میں رہے رنگت حیا کی

نہ رکھا ہاتھ میں دل اُسنے میرا
اُسے دہشت سی ہے دزدِ حنا کی

مجھے بھاتے ہیں کچھ اپنے ہی انداز
بنا ہوں میں نظر اُس خود نما کی

درِ امید پر ہٹنا ہی مشکل
جو یہ گردش ہے بخت نارسا کی

ملی خنجر سے شوقِ قتل کی داد
یہ آتش آبِ آہن سے بجھا کی

تجھے صورت پرستی کیونکہ زاہد
جو صورت ہے وہ صورت ہے خدا کی

کبھی برسات میں اُڑتی نہیں خاک
ہماری خاک رونے سے اُڑا کی

لکھوں گا اک شہ خوبان کو نامہ
قلم ہو شہپر بال ہما کی
جبین ماہ نور وشن نہ ہوگی
یہ ہی محراب اُن کے نقش پا کی
ہوا بے حس گئی تو بھی نہ شوخی
تری تصویر آنکھوں میں پھرا کی
تری تصویر کو یا ضد ہے یا ناز
کہ کھینچی جسقدر اُتنی کھنچا کی

ملا کیا بے ادب صابر سا کوئی
شکن غماز ہے تیری قبا کی

جو مدح لکھتے ہیں ہم اُن کی بیدہانی کی
تو فکر ہوتی ہے الفاظ بے معانی کی
مجھے تلاش نہیں قوت بیانی کی
کہ شرح ہے مری صورت غم نہانی کی
جلایا تن کو جو آتش نے تفتہ جانی کی
تو ہم نے روح سے بے جسم زندگانی کی
بچھے ہی جاتے ہیں ہم بات بات پر گویا
تمھارے زیر قدم ہمنے زندگانی کی
ترا وہ رنگ ہو جس رنگ میں ملا ہیں تجھے
یہ طرز کس نے سکھائی ہے تجھکو پانی کی
اُلجھ اُلجھ کے نگاہیں بھٹکتیں پیچ گری ہیں
کچھ اس طرح سے بندھی ہے ہوا جوانی کی
وہ ہوگی سوکھ کے انگشتری عقیق تری
جو دل میں خون ہوئی ہے طلب نشانی کی
مثال مردہ عدم میں رکھا نحیفی نے
ہمیں نے عالم برزخ میں زندگانی کی
نہ بات کی کوئی ایسی کہ جس سے آنکھ پھرے
تری نگاہ کی ہمنے نگاہبانی کی
کبھی وہ جائے گی ایسے کہ پھر نہ آئیگی
مدام جھوٹ قسم کھاتے ہو جوانی کی
دبانا لاش کو میری اسی میں بعد فنا
امید خاک ہوئی ہے جو زندگانی کی

ہم اُن کو کھینچینگے تصویر کی طرح برسین
جو موئے سر نے مثالِ قلم روانی کی

وہ آب شورِ ندامت پئینگے میرے بعد
جو رنج پہ ہی نکھینچی تری جوانی کی

زمینِ شعر کا اب بندوبست ہو صاحب
گئی ہوس نہ کبھی مملکت ستانی کی

توانائی ہے یہ مجھ ناتوان کی
اُٹھائین آفتین سر پر جہان کی

خوشامد تیغ ہی مجھ خستہ جان کی
صفائی کی رقیب بدگمان کی

بہت کام آئی غمازی عدو کی
یہان کہتا ہی وان کی وان یہان کی

بہت ہین خار اشکِ غیر دل مین
نہین کچھ فکر ہمکو آشیان کی

کیا تیرِ الم نے دل کو غربال
بہت ہم چھانتے تھے خاک وان کی

رہے ہر مذہب و ملت سے ہم یار
وہین چھوڑی سُنی ہم نے جہان کی

نہ ہو سیدھا کبھی چرخِ مقوس
فقط خم سے درستی ہی کمان کی

نزاکت نے چھڑائے غیر اُن سے
اُٹھا سکتے نہ بدنامی جہان کی

موئے ہم واہ ای نازک دماغی
صدائے پائے مورِ ناتوان کی

ترے دل کی کدورت سے کرین شکوے
رقیبون نے ہمیشہ خاک چھانکی

ترقی چاہتا ہی خر تون کی
محبت ہی سیاست پاسبان کی

بچا کوئی نہ جب اُن کے ستم سے
پشیمانی ہی فکرِ امتحان کی

ہوا ابی شہادت مین تکلف
کہ قاتل تیغ لوٹے زرفشان کی

مری آنکھین ہوئین یا سرمہ سے روشن
کھرل تھی پیک کے سنگ آستان کی

بنے کچھ کام شاید چاندنی مین
قبا اُن کو پنھاؤن گا کتان کی

وغالب تنگ کرے گی تم صبا پر
ستم ہو ناتمامی امتحان کی

دام سے اپنے کسی روز نہ باہر نکلے
چار دیوارِ عناصر کے ہم اندر نکلے

حاسدون کا نہ سخن میرے برابر نکلے
کانِ آہن سے نہ آہن کے سوا زر نکلے

ہے نہین نام نکلنے کا وہ کیونکر نکلے
ڈھونڈھو دنیا مین تو ہرگز نہ مرا گھر نکلے

دشتِ خفت مین بھی اپنا ہی وہی بارِ قفا
بیٹھکر توسنِ ذرات ہمہ ابر نکلے

نہین منظور وسیلہ کی سبب مجھے شادانی
دو وجب ابر مری کشت سے بچکر نکلے

اِس طرح گھر سے نکلتا ہے بتِ سیمین تن
جسطرح کیسۂ ممسک سے کبھی زر نکلے

نہ سہی وصل نکلنا بھی تو اِک لذت ہے
آپ کی بزم سے مطلب مرا کیونکر نکلے

اِس کو ای گرمیِ تن آب بنا اور آئینہ
حلق مین آنسے اور آنکھون سے وہ خنجر نکلے

غیر کو دل کی کدورت کرے تصویرِ گِلی
جسم سے خاک اگر صورتِ اخگر نکلے

سخت وضعون کو نہ تعلیم سے نرمی نصیحت
لاکھ آتش سے نہ بے آب ہمسے زر نکلے

ہوتی ہے فیض گدازش سے صفائی حاصل
جلتے آئینے مین سب اصل مین جوہر نکلے

شررِ سنگ مقدر نے بنایا ہمکو
موت آتی ہے قدم گھر سے جو باہر نکلے

شکل غصہ کی ہے کچھ اور محبت کی کچھ اور
آپ بھی صورتِ ناہید دو پیکر نکلے

شیشہ نہ جائیگی عکس تو ڑ نہ تو جام شراب
لفظ کو توڑ کہ تا آب رزسے شرر نکلے

خود گمی تشنہ ہین عصیان کی محافظ بھی ہوئی
دونون پلّے مری میزان کے ہان برابر نکلے

نامہ سرمہ کے قلم سے ہین لکھونگا کہ وہان
نہ صدائے پر پرواز کبوتر نکلے

باتین شیرین لبِ شیرین کی ادائین شیرین
کیا عجب دل کا غبار آپکا شکر نکلے

گلشن دہر ادب گاہ ہے مقام اے صابر
پانون سے پہلے درختون کا یہان سر نکلے

نادم ہون حسنِ موے کمر کے وہ لاف سے
بالا پڑے انھین جو کسی موشگاف سے

دہشت ہی خامۂ دو زبان کے خلاف سے
لکھونگا خط انھین قلمِ بے شگاف سے

بحرِ جہان مین عقدہ یہ گرداب سے کھُلا
مخلوقِ بے جسد کا ہے اظہار ناف سے

دیوانہ جانتا ہی کہون جس سے حال مین
پوشیدہ رازِ عشق ہوا انکشاف سے

مطلوب کو بھی ہوتی ہی طالب کی جستجو
پریان مرے خیال مین آتی ہین قاف سے

جتنا سیہ ہو حسن ہی گیسوئے یار کا
قیمت گھٹے نہ جنس کی میلے غلاف سے

ہے مذہبون سے مشربِ رندان مجھے پسند
ایمان مین پڑے ہین خلل اختلاف سے

دشنام سے بری ہین ہمی بے گناہیان
جاہل کو آشنا نہ کیا لام و کاف سے

خود رفتہ ہو ہی جائیگے ہین رند اور شیخ
کعبہ کو چھوڑ نکلے جو تم اعتکاف سے

اپنا سخن دکھاتا ہی اوج اپنی فکر کا
سطحون کیون جہان مین ہین لاف و گزاف سے

زاہد ہمین ہین کعبہ کہ مانند گرد باد
فرصت ہوئی نہ عمر بھر اپنے طواف سے

بھی جراحتِ سر و پا سے قبائے تن
جیسے کہ پیرہن کو ہی زینت سجاف سے

نورِ نظر ہی پردون مین جسطرح چشم کے
یون نور چھپکے نکلا تمھارے لحاف سے

بحث کیا تمھین کہو کہ کرین ہم عبس کا کیا
مانے اگر خدا کو نہ وہ انحراف سے

اُس مین نمک ملا کے ملاحت بڑہاؤن مین
ہون آپ گر اُس آئینہ روئے صاف سے

ہین ہم فقیر مملکتِ دل کے بادشاہ
ے ضبط کا ہی فکر نہ مطلب معاف سے

کیا دشمنون کی طرح لپٹتے ہین رات بھر
اپنا وصال بھی نہین کچھ کم مصاف سے

تھا دن ہمارے گھر مین زمانے مین رات تھی
سوتے مین منھ جو کھل گیا اُنکا لحاف سے

ہی کوششِ ثواب عذابِ الیم شیخ
حضرت اسیر ہو گئے تم اعتکاف سے

کیونکر نہ ہو نفاق عناصر کا ہی اثر
انسان کی سرشت ہوئی اختلاف سے

لڑتی ہی آنکھ آپ کی ایک ایک سے مدام
اِس صاد کو نکالا ہی لفظ مصاف سے

صابر کہین بلند مضامین کے شعر آپ
جو سادہ گو ہین شعر کہین صاف صاف سے

چمن مین فکر سکونت ہی مرغِ جان کے لئے
بنا ہی خسِ تنِ کاہیدہ آشیان کے لئے

وہ سرخی اور سے لایا لبِ بتان کے لئے
ہلا جو پیرہنِ سبز برگِ پان کے لئے

وہ لے کے آئے تھے تیغِ ستم جہان کے لئے
مجھے ہلاک کیا اپنے امتحان کے لئے

الٰہی سینہ شگاف اپنا تیغِ عشق سے ہو
نہ دے وہ چاک جو بے سود ہین کتان کے لئے

الہما مین خون کے آنسو لہو تو سوکھ گیا
رہے عقیق کے نگ چشمِ خون فشان کے لئے

قطعہ بند

خدا نے حضرتِ زاہد کو وان مقیم کیا
نگاہبان تھا لازم دہقان کے لئے
جب آئے ہاتھ سے خالی چلے بھی خالی ہاتھ
نہ لائے یان کچھ لئے چلے نہ وان کے لئے
اٹھا لیا اُسے سر پر ہمارے نالون نے
کہ اوجِ مدِ نظر تھا ترے مکان کے لئے
وہ آنکھ مین مجھے رکھتا ہی عکسِ در کی طرح
بنا مین تارِ نظر چشمِ پاسبان کے لئے
یہ ہرزہ گوئی ہی دیکھو نہ شرم کو چھوڑو
پھرو نہ قول سے تم میرے امتحان کے لئے
یہ زد پڑی کہ ہوئی توٹ توٹ کر خاشاک
گری جو برق مرے خار آشیان کے لئے
فقط ہی واقعہ گوئی پہ ناز بے صرفہ
کہ زورِ طبع بھی لازم ہی نکتہ دان کے لئے

جو ہی کمال تو صابر کچھ آگے بڑھکے سناؤ
زبان فخر نہین صاحبِ زبان کے لئے

ہزار آہ کرون گیسوئے بتان کے لئے
یہی زکوٰۃ ہی اِس سورۂ دخان کے لئے
نہین ہی فیض کریمون کی عز و شان کے لئے
ملا نہ آبِ رواں جوئے کہکشان کے لئے
جو گل زمین کو ملی ہی ہمین مکان کے لئے
وہ رشک سے ہی گلِ داغِ دل جہان کے لئے
جلا زبان کو ہمنے جو دی بیان کے لئے
جلا پلٹ کے اجل تنگئی زبان کے لئے
حروف آکے سماعت مین تھم نہ سکتے تھے
تو لوحِ دل انھین خالق نے دی نشان کے لئے
ہوئی وہ عمرِ ابد یہ اڑائی زیست کی خاک
کہ رستے بند ہوئے مرگِ ناگہان کے لئے
مجھے سپہر بنایا جہان گردش کا
بقدرِ ظرف بجائی کچھ آسمان کے لئے
عدم کی فکر کرین عالمِ وجود مین کیا
حیات پردۂ غفلت ہوئی جہان کے لئے

نہیں نہ داد ملی مثلِ نالۂ زنجیر
کچھ ایسے لفظ گھڑے ہیں مری فغان کے لئے

یہ بے نشانی ہماری ہی خوب ای پرکار
جو تیری طرح ہو گردش فقط نشان کے لئے

تمھاری خو کا بھی اُس مین ملا دیا کچھ ڈھنگ
کیا ستم کو ہیولا جب آسمان کے لئے

دمِ قتال نہ گھٹتے ہون تنگ ای قاتل
جبین کشادہ ہو صحرائے امتحان کے لئے

گناہِ عشق سے لازم نہ قتل تھا لیکن
سزا ملی ہی مجھے عبرتِ جہان کے لئے

فلک نے ایک کیا ہی مرا لہو پانی
ذخیرہ چاہئے تھا چشمِ خون فشان کے لئے

دہنِ تشنہ قوما کا ہو گیا مصداق
نہ آب صاف ہے عکسِ آسمان کے لئے

سلونا ہو دہنِ زخمِ ناصیہ سائی
منگاؤ سنگِ نمک اپنے آستان کے لئے

جڑون گا زاہد و واعظ کو دونون پہلو
کہ سخت چاہئین بازو درِ مغان کے لئے

فلک نے تیرِ ستم ہم پہ بے وسیلہ لگائے
ملی تھی اسکو یہ پشتِ دوتا کمان کے لئے

یہ حسن لیا ہی کوئی مر کے پھر نہیں مرتا
تبھون پہ مرنے لگے عمرِ جاودان کے لئے

مثالِ شمع کہان سرکشی کی یان فرصت
کہ سر یہ آگ ہی موجود استخوان کے لئے

دہن حریص کا پُر ہو یہ آسیا کی طرح
تمام جسم سے موجود ہی فغان کے لئے

ہماری سعی کرے یار کا بیان صابر
جو لب نہ نام کے محتاج ہون بیان کے لئے

وصل یا تو ہے کب ای ماہ لقا ہوتا ہی
حرف آتا ہی زبان پر تو جدا ہوتا ہی

اُٹھ کے گردش کا اثر ای کفِ پا ہوتا ہی
خیمۂ آبلہ معکوس بپا ہوتا ہی

دونا گریہ سے نظارہ کا مزا ہوتا ہے
آب بھی آئینۂ عکس نما ہوتا ہے

وصل سے شکوۂ معشوق سوا ہوتا ہے
روز ملنے پہ نہ ملنے کا گلا ہوتا ہے

کم نگاہی کا حسینوں کو مزا ہوتا ہے
پردہ شاید کوئی آنکھوں میں سوا ہوتا ہے

وصل کا لطف تجاہل سے سوا ہوتا ہے
روز ملتا ہے وہ اور روز نیا ہوتا ہے

رنج بھی دیکھے وہ سفاک خفا ہوتا ہے
کہ مجھے رنج رقیبوں سے سوا ہوتا ہے

اضطراب اوج گرائی سے سوا ہوتا ہے
آہنِ برق ہر آہن سے کڑا ہوتا ہے

شعلۂ عشق ہے وہ نور کہ جس کا اے دل
دود بھی عارضِ یوسف کی ضیا ہوتا ہے

قاصد آتا ہے تو ہو جاتے ہیں ہم شادیِ مرگ
مژدۂ وصل رقیبوں کی دعا ہوتا ہے

ہے صفائی کی بنا دردِ مثالِ کاغذ
خوب وہ ہوتا ہے جو خوب گھٹا ہوتا ہے

وصل کا ذکر زباں پہ نہیں لا سکتے ہم
ایک اک بار ترا ہوش رُبا ہوتا ہے

اوج و پستی ہے مری حدِ نظر میں یکساں
آسماں خاک سے ہر سمت ملا ہوتا ہے

لائے ہی کیونکہ نہیں خود ہی وہ مانع ساقی
کلمۂ نفی کہیں جس کو وہ لا ہوتا ہے

خاکِ مقتل میں کریں دعوے بے جرمی ہم
ظلم تو یہ ہے کہ وہ تیر خطا ہوتا ہے

دور اپنے سے ہوں کس طرح ہو درماں میرا
دم مرا ہجر میں اپنے سے خفا ہوتا ہے

آنکھ اٹھ سکتی نہیں انکی رقیبوں پہ ہے
سچ ہے یہ روز کا آزار برا ہوتا ہے

پردہ اٹھ جائے گا جو انکے مرے بیچ میں ہے
دم مرا درد کی کثرت سے ہوا ہوتا ہے

زندگی آئے کی مجھ سے یہ مرے بہر نماز
سے کہنے میں موت کا دروازہ کھلا ہوتا ہے

غنچہ جو فصل خزان مین نہین کھلتا شاید
وہ تمھارا گرہ بند قبا ہوتا ہے

آپکی زلف نے شانہ کو کیا اپنا سا
کہین سودا کہ یہ ہر چاک جدا ہوتا ہے

شیخ انصاف سے کہدے کرین کیا توبہ
جو بُری ہین انھین چیزون مین مزا ہوتا ہے

کیا ملین دل سے ترے ابروے پیوستہ کہ خود
ایک رخ اُنکا ملا ایک جدا ہوتا ہے

تیری پابوسی مین پائی ہے کچھ ایسی لذت
منھ کرو نگار ترے پاؤن کے کھلا ہوتا ہے

پردہ برہنگی عشق خطِ سبز ہوا
اثرِ زہر سے تجھے سبز قبا ہوتا ہے

زخم کھاتے ہین پہ مرتے نہین صابر سچ ہے
آدمی روز جو کھائے وہ غذا ہوتا ہے

غرورِ حسن بلا سے ہے اُن پہ چھائے ہوئے
نظر سے بد نظرون کی تو ہے بچائے ہوئے

ہزار دل کو نقاہت رہی دبائے ہوئے
وہ اب بھی سر پہ ہے سو آفتین اُٹھائے ہوئے

رہِ طلب مین سبے کھوج ہم مٹائے ہوئے
چلے ہین یار کے گھر مین قدم اُٹھائے ہوئے

ہوا بلند پریشانیون کا جب رتبہ
وہ جمع کرتے ہین تنکے سے مرے اُڑائے ہوئے

ہین نہ کیونکہ وہ ہر رنگ مین مجھے پورا
ہزار رنگ کی ہین تہمتین لگائے ہوئے

کبھی گرائینگی یہ مہربانیان تیری
کہ ہے جہان زبان پر ہمین چڑھائے ہوئے

ہوئے مزاج کی آہستگی سے وہ پابند
کہ عاشقون کی نگاہون مین ہین سمائے ہوئے

کرینگے سیر ہمین ملکِ بے مثالی کی
قدم کو حدِ ترقی سے ہین بڑھائے ہوئے

تمھارا بوسہ بھی گر دین عدو کو ہم دشنام
کہین یہ لفظ تمھارے لبون پہ آئے ہوئے

وہ پہلے طور تمھارے نہین ہمارے ساتھ
سمجھ لیا ہے نہ تھا بو مین اپنے آئے ہوئے

گھسے ہین جبکے یہ دل مین اُسے ہلاک کیا
یہ سبزہ رنگ ہین کس زہر کے بجھائے ہوئے

بنا مین رند اُنھین جسقدر بگڑتے ہین
عجب خمیر سے ہین شیخ جی بنائے ہوئے

کیا ہمی پاک یہ بے شرمیون نے عصیان کی
کہ جیسے آئے ہین کوثر سے ہم نہائے ہوئے

ترے تناسب اعضا کی ہے زبان پہ یہ بات
یہ چور ہین کسی اُستاد کے سکھلائے ہوئے

کہان سکھنگی ہین بے تعلقی یارب
کہ دل کو دونون جہان سے ہین ہم اٹھائے ہوئے

بتون کو خوبی خلقت پہ اعتماد نہین
ہم انکو پاتے ہین غصہ سے منھ بنائے ہوئے

کبھی نہ فکر کی پستی کتاب بینی سے
کہ ہے فضیلت علمی گلا دبائے ہوئے

اندھیری رات مین بے روشنی نکلتے ہین
یہ جانتے ہین کہ لاکھون ہین دل جلائے ہوئے

پتے سے نام کے پہچانتی ہے خلق ہمین
ہم اپنی ذات کو حرفون مین ہین چھپائے ہوئے

ہمیشہ کیونکہ نہ روشن رہے وہ شمع جمال
ہم اُس پہ رہتے ہین ہر وقت لو لگائے ہوئے

وہ منھ چھپا کے نہ بیٹھین کہ نام اُچھلے گا
کہان تلک مین رہون بات کو دبائے ہوئے

مجال ہے کہ عدو ہم سے یون ملائین زبان
قسم خدا کی یہ اُنکے ہین منھ لگائے ہوئے

مزے اُٹھاتے ہین شکوون کے ہم تصور مین
وہ گویا سامنے بیٹھے ہین سر جھکائے ہوئے

ہوا ہی صبر یہ صابر کو ناامیدی سے
کہ جیسے ہو کوئی اپنی مراد پائے ہوئے

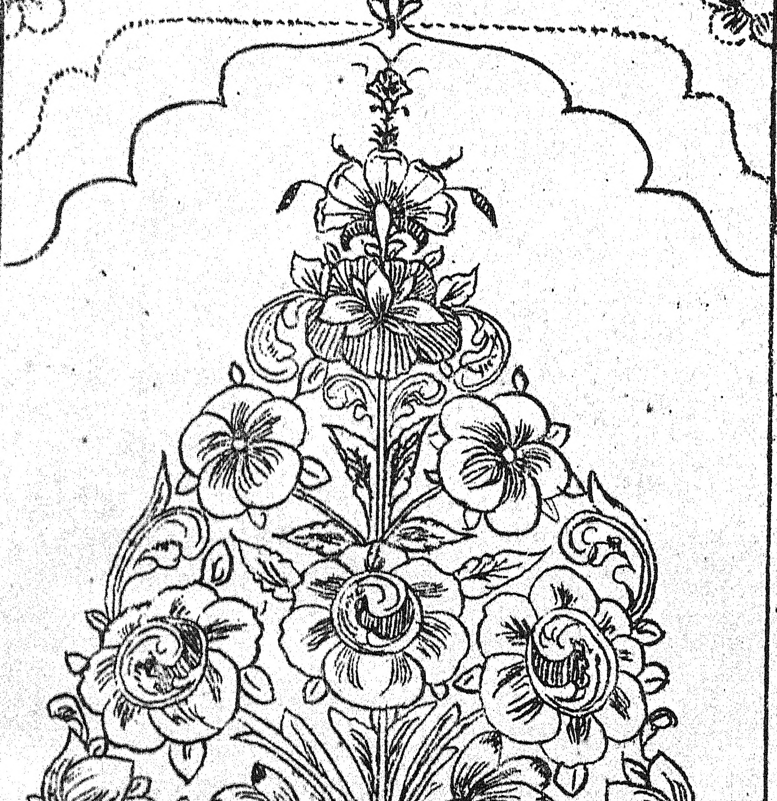

اشعار متفرقات

واہ ای مرگ محبت تن مرا سب خاک تھا مثل صبح حشر ہے سینہ کا ظاہر چاک تھا
احسان کا مزہ نہ رہے گا سمجھ رکھو ولہ انصاف گر کہین مری فریاد رس ہوا
میرے لاشے کو نہ کچھ او بت بے پیر اٹھا ولہ دے چکی خون کی چادر تری شمشیر اٹھا
تجھ سے چشم سخن گو کا اشارہ نہین جو بے حیائی کا نہ برقع اسے بے پیر اٹھا
نکلا جو مین گھر سے تو یون ہی کا د نکالا ولہ نامے کے بہانے سے مرا نامہ لکھا لا
لوٹ لی دزدیدہ نظرون نے متاع صبر لے ولہ دل مین ای ظالم ترا ارمان کیونکر رہ گیا
ہو گیا سب غرق سامان بحر عالم مین مرا صورت گرداب اک قسمت کا چکر رہ گیا
کیا بنایا تھا اِسے صابر ہماری خاک سے چلتے چلتے بزم ساقی مین جو ساغر رہ گیا
میرے مرقد کو بھی آمادۂ غربت رکھا ولہ کہ زمین مین مجھے اک سال امانت رکھا
دام گیسو مین پھنسا کرتے ہین قسمت والے ولہ مین سمجھتا ہون مرے دام مین صیاد آیا
ہاتھ دشمن نے گریبان کفن پر رکھے تیرا دیوانہ جو سوئے عدم آباد ہوا
دیر کو چھوڑ کے کعبہ کو چلے ہین صابر منہ لگایا نہ بتون نے تو خدا یاد آیا
دھوان خط کو کہا تھا اُس کی شوخی دیکھنا صابر ولہ کہ اُس نے پی کے حقہ میرے بھی منہ پر دھوان چھوڑا
اُسے ہم نے لاکھ لکھے بصد اختصار کاغذ ولہ پہ گئے تو کم سے کم بھی ہوئے دس ہزار کاغذ
میری جانب سے عدو کی لاگ مین پڑتا ہے کون ولہ شعلہ خو سچ ہے پرائی آگ مین پڑتا ہے کون
فلک نے زنگ مرے اضطراب کے بدلے ولہ مدام آگ پہ پہلو کباب کے بدلے

خوش نظارہ سے ہم دوچار آنکھیں ہوگئیں ولہ چار ہم تم ہوگئے جب چار آنکھیں ہوگئیں
کل بزم مین جو ہم تجھے پر فن لئے گئے ولہ کیا کیا دلون مین رشک سے دشمن لئے گئے
لب ہلانے کی بھی غصہ مین نہین تاب مجھے ولہ بد زبان لیتا ہی گلے کے تلے داب مجھے
قلم کی طرح نہ اظہار دل بیان پہ ہو ولہ جو تیرے دل مین ہو وہ ہی ہماری زبان پہ ہو
مر کے حال عدم رقم نہ ہوا ولہ سر قلم ہو کے بھی قلم نہ ہوا
وہ زلف عقدۂ مشکل ہے مشکفام نہین ولہ کہ لکھتے مشک کے املا مین حرف لام نہین
فلک پہ بیٹھے ہین کیا ڈالین سر مین خاک نہین ولہ یہ گھر کی خاک اڑائی کہ گھر مین خاک نہین

قطعات

کوئی سنی ہو کوئی شیعہ ہو نفس امارہ کے ہین دونون مرید
کوئی اللہ کا نہین طالب کوئی انمین نہین رشید و سعید
چاہیے اپنے نفس کی اصلاح ایک ہو جاتا ہی قریب و بعید
بجے تالی اک ہاتھ سے کسطرح ولہ نکلتی نہین انمین الفت کی بات
کوئی لاکھ اپنی طرف سے مرے وہان ہین وہی ڈھاک کے تین پات
ہم سے لڑ کے نہ کچھ ملا تم کو ولہ عمدگی مٹ گئی کثیف ہوئے
تارِ زر اور جنتری کی طرح جسقدر تم کھنچے خفیف ہوئے
صبا شوخ بے فکر کو جا کے تو ولہ سنا بیتابین میرے ابیات کو
بہت دن ہوئے تم کو یہ دن لگے ترستے ہین حرف و حکایات کو

ئے تم نہ گھر مین بھی اور آدمی — گئے ایک دو مرتبہ رات کو
سنا پھر کہ شوق کبوتر ہوا — تعجب ہوا سنکے اِس بات کو

کبوتر اُڑانے مین پایا یہ لطف
کہ تم نے اُڑایا ملاقات کو

صفر کا آخری ہی چارشنبہ گھر سے سب نکلے — ولہ — لیا کرتے ہین چھلے یہ بھی اک رسم شہانہ ہم
شہ خوبان ہو تم بھی ایک چھلا ہاتھ کا پانے — نشانی گر ہمین بھیجو تو یہ اچھا بہانہ ہم

آخری چارشنبہ کو سب لوگ — ولہ — روندکر سبزہ عید کرتے ہین
ہم جو عاشق مزاج ہین تو آج — سبزہ رنگون کی دید کرتے ہین

دوشالہ کو شب اوڑھکر سوئے تھے — ولہ — کہ ہی ہمین گرمی سوا روئی سے
لگی خوب سردی تو اوڑھا لحاف — عجب لطف ہمکو ملا روئی سے
کہا روئی شئی کاٹنے کی نہ تھی — تعجب ہی جاڑا اکٹا روئی سے

رباعیات

زینت ہی خدا کے گھر سے حاصل ہوتی — ملتی نہین کوئی خلق مین کے موتی
کانونسے سکینہ کے ٹپکتا نہین خون — پائے ہین یہ لعل جب سے کھوئے موتی

جو کہتے ہین کیون حسین کو ہو روتے — ولہ — سمجھو نہ کسی کو تم خدا کے ہوتے
یہ چاہتے ہین کہ نام اُنکا مٹ جائے — واللہ کہ شمر کے ہین وہ بھی پوتے

ہی ذکر حسن حسین یان شام و پگاہ — ولہ — لیوے نہ کوئی نام یزید گمراہ

شیطان کا کیا ذکر مقابل انکے
لاحول ولا قوة الا باللہ

اکبر اللہ کے ولی ہین بیشک
جی کھول کے قتل ہونگے ناری سارے
ولہ
عاجز ان سے یہ لشکری ہین بیشک
لشکر کی صفین بندھی کھڑی ہین بیشک

ہین بربستہ پا جو عابد بن شبیر
گریان تو ہے چشم آبلہ سے کف پا
ولہ
آزادی بھی اسکے قید غم سے ہے گیر
ہر گام پہ ساتھ نعرہ زن ہے زنجیر

دل کو دلون مین ہے رسائی پیدا
آبادی ہین باعث سرور دل بھی
ولہ
ہے اسکی برائی مین بھلائی پیدا
بربادی ہوئی تو ہے صفائی پیدا

غافل ہے کہو کرے نہ ایسا بدکام
ناکردہ گناہ روسیاہی افسوس
ولہ
جنبل ہے کہ حلال چیز اسپر ہو حرام
زوجہ اور والدہ ہے اسکی ہمنام

روزہ زاہد کے حق مین بہتر ہوگا
عمر انکی بہت بڑھیگی اور رزق ہی کم
ولہ
جو حکم خدا ہے فرق کیونکر ہوگا
روزے رکھے رکھے گے وہ برابر ہوگا

ہوتی ہین جو غیر بدگمانسے باتین
ایسی تو کلام نے گرانی کی ہے
ولہ
ساری باہر ہین وہ بیانسے باتین
کرتے ہو دلی دلی زبانسے باتین

اچھا ہی رکھا جو تم نے دلبر روزہ
جانے پہ نہ جان کھا سکوگے میری
ولہ
ہر کار مین ہے مفید و بہتر روزہ
آئے ہین یہان جو آپ رکھکر روزہ

معدوم دہن جو آپ کا ہے دیکھو
بوسہ کی طلب ہے وہ مزہ کا آزار
ولہ
موجود وہ خود بخود ہوا ہے دیکھو
منہ آپ کا آپ آگیا ہے دیکھو

اچھا تو ہے زینتیں بناؤ اپنی
ڈرتا ہوں کہ ہو گئی نہ خود بینی
وله
بن بن کے سجاوٹیں دکھاؤ اپنی
نظروں میں کہیں سما نہ جاؤ اپنی

ہے تمکو محبت آزمائی میری
منھ مجھکو لگا کے بے حلاوت ہو
وله
آئے کی پسند جان فشانی میری
کیوں کرتے ہو تلخ زندگانی میری

نوکر سے ہو لاکھ خیر خواہی تیری
پوشاک ہزار ہو گی سیم و زر کی
وله
فرزند ہی چاہینگے بھلائی تیری
پر جزو بدن کبھی نہ ہوگی تیری

وہ طور رہے نہ ہمسے لڑکر لٹکے
جو خاک کہ عشق میں اڑی تھی آخر
وله
انداز بگڑ گئے ہیں اکثر ان کے
اڑنے لگی وہی خاک منھ پر انکے

پیری میں جو حرص کی ہوئی ہے کثرت
ہے ہجوِ شباب یہ خضابی ڈاڑھی
وله
کہتا ہے یہ بار بار شوقِ زینت
یہ پشتِ دوتا ہے موجِ بحرِ حسرت

رہتا ہے جو مجھسے اجنبی سا پیہم
پہچانے وہ کیا کہ وحشتوں نے میری
وله
انصاف یہ ہے نہیں کچھ اسکی تقصیر
تھمتی نہیں حسِ مشترک میں تصویر

بولے عباس سر کٹانا ہو گا
لشکر کا علم اٹھا کے سوتے ہو کہ
وله
بیگانہ رہے گا نے یگانا ہو گا
لشکر کا الم ہمیں اٹھانا ہو گا

مشتاق جو ہیں راہِ سفر کے اصغر
اس سن میں بنی ہے رہِ خدا کا داب
وله
پاؤں سے نہ پابند نہ سر کے اصغر
ہاتھوں پہ چلے اپنے پدر کے اصغر

سجاد کا دل ہے برقِ مضطر بنیا
وله
ہیں معتکف حریمِ ماتم گھر میں

ہے قطع نظر جو اس جہان سے منظور   آنسو [illegible] تیغ چشم تر ہین

وله

بوسے عباس آب پایا ہمنے   ہر تیر سے مشک کو چھیدا پایا ہمنے
گھر مین کیا خالی ہاتھ لیکر جائین   ہاتھون سے اپنے ہاتھ اٹھایا ہمنے

وله

ہین آل نبی کی نوحہ خوانی مین ہون   شبنم کی طرح اشک فشانی مین ہون
پانی ہے جو آبرو تو اشک غم شاہ   ہین دل کی طرح مدام پانی مین ہون

وله

بے پاؤن سے لگے تم ای خودآرا چلنے   ہے فال [illegible] شگون و استخارہ چلنے
گھر مین بیٹھے یہ ہرزہ گردی ٹھہری   ہر چند یہی تھی لگا تمھارا چلنے

وله

ہے میری زبان سے سخن مین میدان   ہے میرا بیان انجمن مین میدان
اتنی تقریر مین ہے وسعت گویا   ہے مثل قلم مرے دہن مین میدان

تمام شد رباعیات

قطعات

قطعہ تاریخ وفات برادر صاحب مرزا فیاض الدین بہادر مرحوم رئیس شاہزادگان بنارس و خسر فرزند مصنف

سلطان [illegible] سخا و معدن جود   در جان [illegible] از مرگ بسفت
عقل سال وفات آن ذی قدر   فخر شہزادگان [illegible] بند بگفت

دیگر برائے لوح مزار

لحد میرزا فیاض الدین

قطعۂ تاریخ پیدائش مولوی محمد عبد السلام ابن مولوی محمد فیض القدیر صاحب مختار برادر مصنف

یافت مولود خجستہ مولوی فیض القدیر	بے نقاب آمد بیرون معشوقِ امید شگفت
ہست آن فرزند مہر آسمان علم و فضل	عقل تاریخ ولادت نیّر اعظم بگفت

۱۲۴۱ھ

تاریخ وفاتِ ملکۂ علکی جناب نواب جہان سلطان بیگم صاحبہ مرحومہ و مغفورہ زوجۂ مصنف

سلطانِ جہان جہان بود	زینت دہِ دودمانِ شاہی
چون رختِ حیات زین جہان بست	در جادۂ خلد گشت راہی
آن مہر چو شد ببرجِ خاکی	شد تیرہ زمانہ تا بماہی
تاریخ وفات گفت صابر	ویرانئ خانہ شد آہی

۱۳۴۳

قطعۂ تاریخ انتقال حاجی مولوی فیض القدیر مختار سرکار رئیسہ شاہزادگان بنارس

فیضِ قدیر بے ریا عالمِ دینِ مصطفی	نیک صفات و خوش مزاج حلم شعار و خوش سیر
حاجی خانۂ خدا زائر روضۂ رسول	معدن زہد و اتقا بود بہ نیکی مشتہر
واقفِ علمِ ظاہری کاشفِ سرِّ باطنی	حیف درین زمانہ بست رختِ حیات برکمر
صابرِ بے شکیب گفت سال وفات او کہ شد	علم عمل ہنر کمال فضل ادب بریدہ سر

۱۲۹۶ھ

قطعہ

ہوا ایک کافرنغ مین روسیاہ — مجھے خوف آیا تفکر کے وقت
مگر اُس کی تاریخ کی فکر تھی — خرد نے کہا قبر مین مرتے وقت
نکال اسکا ایمان تاریخ سے — رقم کر روشن ایمان گیا مرتے وقت

قطعہ تاریخ وفات شاہ غلام فرید صاحب مرحوم و مغفور

علام فرید و فرید زمان — پس از حج مکہ بشد ناپدید
فرید است اسمش ز تاریخ فوت — کہ پیوستہ با رحمت حق فرید
۱۲۶۷

قطعات تاریخ وفات شیخ ابراہیم ذوق دہلوی

سخن کا ذایقہ جاتا رہا دنیا سے ای صاحب — کہ ذوقِ خوش بیان کے مرنیکا ہے حود سخن عجم
مگر عشرہ محرم کا بنا ہے جسم ہر انسان — حواس ظاہری و باطنی کا ہے عجب عالم
کہان ایسے سخنور ہوتے ہین پیدا زمانہ مین — زیادہ سحر سے جنکا سخن اعجاز سے کچھ کم
فصاحت وہ کہ جسپر جان صدقے ہو فصاحت کی — بلاغت وہ کہ جسکا خود فصاحت بھرتی ہو دم
سر بربادی فن نے سخن مین دخل جب پایا — لباس حرف سے معنی نے پہنا جامۂ ماتم
۱۲۷۱

قطعۂ تاریخ بربادی دہلی

جو تھا دار الخلافہ شہر دہلی — فلک نے اُس کو ویران کر دیا ہے
نہین کچھ اس کی آبادی کی صورت — اگر آباد پھر ہووے خدا ہے
وہ تھا گویا چراغِ عالم افروز — سموم ظلم سے گل ہو گیا ہے
نہی یادش بخیر اپنا وطن تھا — ہمین ملکِ سلیمان سے سوا ہے

رضا سے حق پہ ہم شاکر ہیں ہر دم
نہ شکوہ ہے کسی سے نے گلا ہے
ہوا وہ جو مقدر میں لکھا تھا
وہ ہوگا اور جو جو کچھ لکھا ہے
نہ صابر بیقراری ہمکو زیبا
نہ یارا ضبط کا باقی رہا ہے
کھٹا جب دل تو یہ از راہ تاریخ
کہا کیا ظلم دلی پر ہوا ہے

قطعۂ تاریخ طبع کتاب کان تاریخ مصنفہ ناظر رام پرشاد صاحب طالب

طاہر نازک خیال و شاعر نازک دماغ
کرد تصنیف رسالہ بے مثال و بے نظیر
گفت ہاتف سال او صابر بگو با طرز نو
گفتمش مدح رسالہ گفت ہاتف دل پذیر

تاریخ

باجی لیتا تھا اک محب سے
تھا شیشۂ ننگ و نام ٹوٹا
وہ چھوٹا تو ہمنے یہ لکھے سال
صد شکر حرام زادہ چھوٹا

قصیدہ در نعت سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

نہ حاسدوں کو ملے لذت حلال و حرام
کہ صورت دہن بے زبان ہے حلقۂ دام
مدام خانہ بدوشوں کو ہے سفر میں قیام
کہ قایم آب رواں پر حباب کے ہیں خیام
تو انگری بھی ہے ظالم کی اک بناء ستم
نہ پھیرے قتل سے منعم زرنشاں ہوتے حسام
شجاع سے ہوں پئے پرورش پناہ طلب
کہ وا ہیں طفل کی ہیکل میں ناخن ضرغام
تکلفات ہیں آزار تفتہ جانوں کو
کہ شکل سیم برص سے ہے شمع کا اندام

سخن کا مرتبہ کرتی ہے خامشی زائل
کھلین نہ تیغ کے جوہر جو ہو نہ بے نیام

نہ قدر رتبہ عالی ہو پست فطرت کو
کہ خاک کو نہین ہوتا کبھی ہوا پہ قیام

نظر ہو عیب جو بے جوہر پہ حاسد کو
تہی ہے نورِ بصارت سے چشمِ حاسد مدام

دو چند مرتبہ چاہے تو اپنی جنس سے مل
کہ ہوویں ایک سے دو حرف باتفاق

جو قدر چاہے تو آرائش سخن سے رغبت رکھ
گھٹائے نرخ جو ہو محو حرف سکہ دام

بلند طبع سے موذی نہ ہو سکے سرکش
چھپے سہیل کے پرتو سے زیرِ خاک ہوام

دنی سے فائدہ ہو سربلند سے تکلیف
ہوا ہے پایۂ فلک سے ہزار نسبت تام

یہی جی مین ہے کہ لکھون پھر غزل جنون انگیز
سیاہی گیسوئے لیلیٰ سے شب ہے یکسر دام

مطلع غزل

بغیر دیکھے ہین عاشق ہون تیرا ای خود کام
کہ ہین شبیہ خیالی بھی کھینچتے رسام

جہان مین مری افتادگی کے چرچے ہین
شکستہ پائی سے چلنے لگا ہے اپنا نام

سنی نہ مرہم بینائے می کی پھر قلقل
ہوا ہے قفلِ دہانِ سخن کو بادۂ جام

طلب ہے مجکو نئے زہرہ جبین کو دیکھا آج
ترے لبون پہ جو رقعہ ہے نامہ پیغام

خبر نہین کہ ہون وحشی مین کن نگاہون کا
کہ داغِ دل ہین مرے صورتِ گلِ بادام

اگرچہ بوسہ کی لذت دو چند کی لیکن
ترے لبون کا مزہ مفت اٹھا گئے دشنام

یہی ہے کثرتِ ارمان تو دیکھنا قاصد
وہان ہجوم سے از خود پہنچ گئے پیغام

بھرا ہے خاتمِ زرین نگینۂ الماس
لباسِ زر مین کب ہے تنِ سیم اندام

ہمیں رقابتِ دشمن ہو گیا گو اُس بُت کو
دلیریوں نے ہماری سکھا دیے دشنام
کرینگے چشمِ سیہ سے سیاہ مستی ہم
پیئینگے ہی زرِ نرگس کا ہم بنا کر جام

شکایتِ فلکِ کینہ کار ہیں صابر
یہ جی میں ہے کہ کریں چند شعر ہم ارقام

نہیں ہے بختِ کوری کا یہ چرخِ مینا فام
کہ ان کا سینہ کا رشتہ ہیں ان کے لقمۂ خام
نخل ہے یہیں شرار سے ہر اک بن شگفتہ
نکلتے ہیں صورتِ مجمر تمام تن کے مسام
مجالِ عرضِ مطالب نہیں مثالِ بطیع
یہیں سے آتا ہی باہر الجھ کے کلام
کیا نہ دخترِ رنگِ گشتِ گلشنِ تحسین
دیے ہزار گلِ تخمِ خنجرِ الزام
بنا ہے مردہ یہ اسکو مثالِ فیروزہ
ارے جو خانۂ زین میں کوئی غمِ نیام

فلک کا شکوہ فقط نارسائی ہے تو صابر
ضرور کیا ہے یہ بے سود حرفِ ناکام

تو اسکی مدح طرازی کا ذوق حاصل کر
کہ شخصِ نطق کو ہے تاجِ فخر تیرا کلام
وہی ہے باعثِ ایجادِ خلق اُسی کے سبب
ملی ہے دولتِ ایمان و شوکتِ اسلام
محمدِ عربی اُسکا نام نامی ہے
حبیبِ خالقِ جن و بشر شفیعِ انام
شفیعِ عیب کیوں نہ ہو وہ عین اوصاف
خدا کی حمد سے مشتق ہوا ہے اُس کا نام

ادب سے عرض یہ ساری حضورِ عالی میں
کیا ہے مطلعِ تازہ غلام نے ارقام

مطلع

ہزار طور پہ موسیٰ کریں خدا سے کلام
پہ ممکنات سے تیرا بڑا ہوا ہے مقام

پیمبری کا تری ہے وہ رتبۂ عالی
کہ ناز کرتا ہے تقدیر پر خدا کا کلام

ترا جماعتِ عالم کو اقتدا ہے فرض
نبی تمام ترے مقتدی ہیں تو ہے امام

تو ہم زبانِ خدا کا ہے اے رسولِ خدا
تری زبان میں بھیجا خدا نے اپنا کلام

اگر ہو مدِ نظر انقطاعِ کفر تجھے
تو نکلے کان سے شمشیر بنکے آہنِ خاک

قطعہ

ازل میں خالقِ ہژدہ ہزار عالم نے
کیا جو آپکو حضرتِ شفیعِ روزِ قیام

لگا کے بابِ شفاعت پہ قفلِ ابجد کا
رقم جناب کے اُس پہ کئے حروفِ نام

وہ حکمِ محکمِ حضرت ہے روزِ جنگِ بدر
کیا کھجور کی شاخوں نے کار مثلِ حسام

ہوا جو حکم کہ پتھر سے ایک نکلے مرغ
تو نکلی رگِ سنگِ خیال رشتۂ دام

جو چاہے قسمِ جمادات کی تو سر سبزی
ابھی نگینِ زبرجد بنے یہ سنگِ رخام

یہ جی میں ہے کہ وہ مطلع بہ آب و تاب لکھوں
سبب سے جسکے ہوں آسان مشکلات تمام

وہ بحرِ نظمِ دو عالم ہے تو شفیعِ انام
عروضِ مصدر ہے تو مشہور ہے زمانہ تمام

ضیائے راہ ہے تیرا اتّبعِ سنّت
بنائے رشد و ہدایت کلامِ وحی نظام

قطعہ

بندھی تھی شکل نہ کوئی قیامِ عالم کی
دیے جو حفظ نے تیرے ثبات کے احکام

زمین کو آپ نے سر پر اٹھا لیا فوراً
ہوا نے دوش پر اپنے لیا فلک کو تمام

چلی جو کفر پہ تیغِ جہاد حضرت کی
جسد کو روح نے خالی کیا مثالِ نیام

وہ کہتے تھے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ
جو ہوتے عہدِ رسالت میں پتھر سے مجبور و رام

بتوں کو تھی ہوئی روسیاہی عالم میں
کہ ایک آدھ کا رکھا گیا ہے کالی نام

تمام زیر ہوئے کافرانِ تیرہ درون
کیا ہے نیزۂ حضرت نے عرفِ جابر کا کام

یہ جی میں ہے کہ نیا مطلع اک رقم کیجے
حصول جس کی ہو ان برکت سے وجہ کلام

یہ آرزو ہے ترے وصف میں ہو عمر تمام
زبان سے لے جو عوض سر کے صورتِ اقلام

نہ تیرگی ضلالت کا نام تک چھوڑا
کہ چھا رہی تھی وہ عالم میں مثلِ ظلمتِ شام

ترے طریقِ شریعت کے چلنے والوں کا
اک آفتابِ ہدایت ہے نقشِ پا ہر گام

قطعہ

ہوا جو سایہ نہ ظاہر سبب یہی اس کا
کہ سائے چلتے ہیں ہمرہ سیاہ فام تمام

خدا کا نور ہے تو نور تیرگی ضد ہے
نہ تیرگی کا تھا پیشِ نور پائے قیام

قطعہ

تمہارے عہدِ ظفر مہد میں شفیعِ امم
خدا کے حکم سے جبدم ہوئی شراب حرام

خم تھی ہوا مغزِ سر پریشانی
بنا ہے دیدۂ عبرت نشانِ میکدہ جام

یہ اجتناب ہوا بادہ سے زمانہ کو
کہیں بہ آہ کے معنے یہی لفظِ مدام

قطعہ

نگاہبان جو تمہارا ہے شحنۂ انصاف
جہاں میں اس قدر امن و اماں سے ہیں دد و دام

جو کھینچے ایک جگہ نقشۂ شغال و اسد
کبھی خیال میں آ جائے مصورِ اوہام

یقین ہو کہ نصیب اشغال سے دم عصر
لکھے نہ صفحہ کاغذ پہ نقشہ اصر عام

وہ تیری آل ہے امت کو واجب التعظیم
کہ ہم کو انکی محبت ہے فرض عین مدام

زیادہ کیا کہے پر اس غلام کے دل میں
وہی مقام ہے انکا بھی ہے جو تیرا مقام

رہے بلند تا نسل کا سلسلہ میرے
کہیں جو اپنا سمجھے وہ غلام ابن غلام

سو ہیں رتبہ میں جو بعد انبیا سب سے
وہ ہیں چہار جو تیرے صحابہ عظام

ہوا انھیں سے مدام انتظام حکم خدا
ہوا انھیں کو مزین وسادۂ اسلام

ملی نہ ان کی ہی قربت کسی کو عالم میں
کہ علم ایزد غفار میں ہیں انکے مقام

دعا یہ مانگتا ہے دست بستہ یا حضرت
یہ ہے جو آپکا صحابہ غلام ابن غلام

مدام دین سے ہے آپکا نصیب مجھے
رہے نصیب ہمیشہ شرافت اسلام

یہ التجا ہے کہ اٹھوں جہاں سے با ایمان
الوہیت پہ خدا کی رہے یقین مدام

بخیر ہو مرا انجام اس طرح حضرت
لبوں پہ جان ہو اور ہو زبان پہ انکا نام

ترے سبب سے خدا نے دی ہے مجھے اولاد
رہے وہ دونوں جہاں میں بعزت و اکرام

ملیں تمام زمانہ کی خوبیاں ان کو
رہیں مدام جہاں میں براحت و آرام

دعا ختم میں کرتا ہوں اس قصیدہ کو
الٰہی ہوویں دعائیں مری قبول تمام

الٰہی دین محمد کو تو ترقی دے
ذلیل دونوں جہاں میں ہوں دشمن اسلام

مدام دین محمد کو رکھیو تو قائم
یہ زار روس پہ پھر سے ستا امید ناکام

الٰہی یا تو یہ ہو اس جہاں سے غارت
مٹا دے اسکا ابھی صفحہ جہاں سے نام

رہے تو دین محمد مین اسکو داخل کر
مع سپاہ و رعیت ہو داخل اسلام

سلام

وصف امام قرب ہی مجھکو امام کا
سنکر سلام جائیگا مطلع سلام کا

خشک اسقدر دہن ہے شہ تشنہ کام کا
الجھا زبان ہے کانٹونمین تالوئین کلام کا

اکبر کی تیغ نے نہ رکھی جان جسم مین
فوج شقی کا نقشہ ہے خالی نیام کا

ہے یہ گلیم ظل خدا پردہ حرم
جلنے مین یہ دھوان نہین شمع خیام کا

یہ فوج شام سے کہا حر نے یقین ہے
عنصر پہ تمھارے رنگ چڑھے لفظ شام کا

ہین پنجہ گلاب کشتی بزم غم مین سم
اشکو لئے حلق تر ہے سدا ہر غلام کا

شہ نے کہا اٹھا کے یہ اکبر کی لاش کو
ڈالا ہے رنگ تمنے سقر مین قیام کا

ہے اک ادائے فرض خدا تشنگی شاہ
ہر ساعت ایک ماہ ہے ان کو صیام کا

کانٹون مین جسطرح ہو کوئی خشک برگ گل
یہ رنگ ہے زبان شہ تشنہ کام کا

چین جبین ہے قتل شہ دین سے ظلم کی
یہ جوہرون سے پر نہین ابرو حسام کا

حیرت سے دیکھنے لگی عابد کو راہ شام
چشم زمین نشان بنا گام گام کا

ہر تیغ کی زبان ہے خشک اتنی آب پر
کھا گلا کٹا جو تشنہ کام کا

قطعہ

قاسم کا سینہ پہنچا جو ازرق شقی تک
اٹھا نگا در اس سے نہ ابن امام کا

ظہور الف ہوا تو لگی کہنے یہ اجل
ظالم ہی الف ہے تیر سے اختتام کا

قطعہ

آتش سے تشنگی کی ہوا ہی عجب عجب
احوال اہلبیت شہ تشنہ کام کا
خیمے ہوئے ہیں آبلہ سینۂ زمین
یاقوت تن بیان ہوا خاص علم کا

شاہی ہو دو جہان کی جو صاف کہہ چکے
سو پشت سے غلام امام انام کا

وله ایضا

سلامی جب ملا ہی شمر نے شمشیر گردن سے
چلے راہِ خدا میں حضرت شبیر گردن سے

صفائے گردن شہ آئینہ تھی نور حیدر کی
دکھائی ظالموں کو تیغ کی تصویر گردن سے

کہا زینب نے نصرتی ساتھ ہیں بھی شاہ والا
لپٹ جاتی جو وقت قتل شہ شمشیر گردن سے

شہادت شاہ دین کی نور تھا رے دو شفاعت کا
لہو کے ساتھ جاری ہو گئی تقریر گردن سے

بجھاتا آب ہو کر خنجر کین تشنگی شہ کی
دکھاتی پیاس کی آتش اگر تاثیر گردن سے

بھتیجے بھانجے بیٹے دیے گردن بھی کٹوائی
کیا سرور نے ملک صبر کو تسخیر گردن سے

لطیف ایسا تھا جسم شہ کہ جب کھچ جاتے تیغا
نظر آتی تھی سب کو پہلے وہ تقدیر گردن سے

نہ ٹھہرا الغرض شہ پر پیکان و سینہ میں
کچھ ایسی لاشۂ بے سر نے کی تقریر گردن سے

یہ تلخی تشنگی سے تھی ہاں حلق اصغر میں
کہ نکلی آب پیکان پھٹ کے مثل شیر گردن سے

ثمر کو شاخ سے ہو کر جدا ملتے نہیں دیکھا
ملا ہی بعد چہلم کے سر شبیر گردن سے

شفق میں بیخ ماہ نو نظر آیا محرم کا
جو نکلی خون شہ میں بھیگ کر شمشیر گردن سے

قلم گردن ہوئی راہ خدا میں کیا تعجب ہے
جو شہ چاہیں تو ذکر ظلم ہو تحریر گردن سے

مبتلا ہو اسی آزار میں وہ بھی یہ بھی
سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی
آمد سوے تو قدسی پے درمان طلبی

مخمس بر سلام خود

زبان تھی جو مثل خامہ تحریر گردن سے
شفاعت کی نہ ہو سکتی کوئی تدبیر گردن سے
یہ عقدہ حل نہ ہوتا جز دم شمشیر گردن سے
سلامی جب ملائی شمر نے شمشیر گردن سے
چلے راہ خدا میں حضرت شبیر گردن سے

لطافت معدن حیا تھی جسم حضرت کی
نہ مثل رنگ پاں لب پر جمی رنگت حنا کی
زبان حال سے مظلومیت نے بھی شفاعت کی
صفائے گردن شہ آئینہ تھی نور قدرت کی
دکھا دی ظالموں کو ظلم کی تصویر گردن سے

بہت لاشے پڑے ہیں دشت میں اولاد زہرا کے
ستارے سے ہیں بکھرے خاک پر عقد ثریا کے
اور اہلبیت سب ہیں ننگے سر پہلو میں اعدا کے
کہا زینب نے بھی ساتھ میں بھی شاہ والا کے
لپٹ جاتی جو وقت قتل یہ ہمشیر گردن سے

کہاں طاقت سفر میں مثل خنجر ہو رواں اتنا
کٹے گی اس سے راہ شام کسکو ہے گماں اتنا
نہ اٹھے خاک پر نقش قدم ہے ناتواں اتنا
حرم کہتے تھے اس بیمار پر بار گراں اتنا
بہت بھاری ہے طوق عابد دلگیر گردن سے

یوہی تشنہ گلو منظور حضرت کو شہادت تھی
وگرنہ آب و آتش منحرف ہوں یہ بھی طاقت تھی
جو دل فولاد کا ہوتا تو ہو جاتا وہ بھی پانی
بجھاتا آب ہو کر خنجر کیں تشنگی شہ کی

دکھاتی پیاس کی آتش اگر تاثیر گردن سے

بجھا سکتا نہ تھا کوئی چراغ زیست خنجر کا
خدا کو بخشنا تھا آپکے نانا کی امت کا
کیا اک اور پیدا شاہد عادل شہیدونکا
شہادت شاہدین کی نور تھا روز شفاعتکا
لہو کے ساتھ جاری ہو گئی تنویر گردن سے

زباں سے اُف نہ کی برچھی پسر نے سینے پر کھائی
ہوا یوں دونوں ہاتھوں کو کٹا کر سامنے بھائی
اُٹھا لی مرضی حق سے جو آفت جان پر آئی
بھتیجے بھانجے بیٹے نے گردن بھی کٹوائی
کیا سرور نے ملک صبر کو تسخیر گردن سے

پڑا تھا جسم حضرت خاک پر سر فوج دشمن میں
ستان عرش کا تھا جلوہ گر ویرانۂ بن میں
زباں حال تھیں گویا کہیں چھپتی تھیں گر دمیں
پھرا نعش شہ پر ساربانِ روسیہ زمیں
کچھ ایسی لاشہ بیسر نے کی تقریر گردن سے

غضب ہے کشتہ احمد کے پیاری کا پیارا ہو
خدا جانے کہ اس آغاز کا انجام کیا ہو
ڈرا وہ حال اُسکا بھی نہ تیر انداز کا سا ہو
گرا سطح مٹی پر کہ جیسے کوئی شکستہ ہو
کچھ ایسا سہم کر اصغر کے نکلا تیر گردن سے

گلستان نبوت کا دہن تھا غنچہ گویا
ہمیشہ نیزۂ ظالم پہ پھر قرآن پڑھتا تھا
کھلا بعد شہادت معجزہ یہ بھی امامت کا
ثمر کو شاخ سے ہوکر جدا ملتے نہیں دیکھا
ملا ہے بعد چہلم کے سر شبیر گردن سے

حسین ابن علی اک فخر ہے اولاد آدم کا
محرم قتل سے اُسکے ہوا ہے شہر ماتم کا

پئے اسعت وہ ابروئے اشارت ہوا گر غم کا
شفق مین سرخ ماہِ نو نظر آیا محرم کا
جو نکلی خون شہ مین بھبک کر شمشیر گردن سے

شفاعت کا ہمین آلِ محمدؐ سے ترقب ہے
نہ مانی گر کوئی اسکو تو مذہب کا تعصب ہے
تعجب کیا امامت کو نبوت سے تناسب ہے
قلم گردن ہوئی راہ خدا مین کیا تعجب ہے
جو شہ چاہین تو ذکر ظلم ہو تحریر گردن سے

شہادت کے ہلال تیغ کی تصویر تھی جبین
لبین برزرو ہم تک پیاس کی تقریر تھی جبین
شفاعت کی سراسر پُر اثر تقریر تھی جبین
محمدؐ کے لبون کے عکس کی تصویر جبین تھی
ملایا خنجر کین ہائے اُس تصویر گردن سے

یہ گرمی تپ کی ہی آنسو سکھائے چشم پرنم نے
نہ پائی راہ مین جنبش کی طاقت ضعف سے دم نے
نہین عالم مین ایسا ناتوان دیکھا نہ عالم نے
گھلایا ہی یہ جسم عابدِ بیمار کو غم نے
بنا ہی طوق اُتر کر بلیون کی زنجیر گردن سے

خدا کی راہ مین یہ حضرت نے حاصل نیکنامی کی
کہ شخص نیکنامی نے بھی خواہش کی غلامی کی
اگرچہ کر رہی تھی زور گرمی تشنہ کامی کی
چڑھا جب شمر سینہ پر تو یہ معجز بطاحی کی
زبان کے کام سب لینے لگے پہ تیر گردن سے

یہ مشکل ہی کتنا کر ایسا کوئی جان بلب نکلے
کسی بیداد سے اُسکے نہ راحت کی طلب نکلے
نہ اُس سختی مین منہ سے کلمہ رنج و تعب نکلے
دعا بخشش امت کے اُس مین جن غضب نکلے
صدا کٹنے مین جو نکلی تہ شمشیر گردن سے

ستم ہی ظالموں نے ظلم بھی پہنچا دیا حد کو   کہ لاوارث کیا ہی اپنی پیغمبر کی مسند کو
امید عفو کے سینہ پہ مارا اپنے خنجر رد کو   جلایا جسنے صبا بر خیمہ آل محمد کو
جلے دوزخ میں مثل شمع وہ بے پیر گردن سے

مخمس بر غزل حافظ رح

کی تیری ہی جو بدنے کیا کیا نہ تاراج کاری   دی کیسی کیسی لذت کی کیسی کیسی خواری
اتنی جفا پسندی اتنی ستم شعاری   چون در جہان خوبی امروز کامگاری
شاید کہ عاشقان را گاہی زلف برآری

انصاف کر کہ اٹھے کس کس طرح کا صدما   اک دل ہزار حسرت اک جان سو تمنا
اور تو کسی طرح کا دیتا نہیں سہارا   با عاشقان بیدل تا چند ناز و عشوا
بر بیدلان مسکین تا کے جفا و خواری

آخر ہوئی تمھاری بزم غلط بیانی   سم ہو گئی امید صہبائے شادمانی
کیونکر کٹے گی قید زندان زندگانی   تا چند ہمچو چشمت در عین ناتوانی
تا چند ہمچو زلفت در تاب بیقراری

دم درد و رشک سے ہی اپنا لبوں پہ ہر دم   کرتا ہی دل کے ٹکڑے ذرات دشنۂ غم
بزم حواس خمسہ سب ہو گئی ہی برہم   از بادۂ وصالت گر جرعۂ ننوشم
تا زندہ ام نہ ورزم آئین ہوشیاری

تو نے دو رنگیاں کیں مجھسے جو شش نا امید   مایوس ہو کے بیٹھا کی میں نے ترک امید

تو نے یکایک کی غیب سے جو تائید
در ہجر ماندہ بودم با وصلِ یار رسانید
از دوستان وصلت بوئے امیدواری

جو کچھ کیا ہے تو نے باطن میں یا کہ ظاہر
ہم کیا کہیں تُو اپنی باتوں سے خود ہے ماہر
ہم بیکسوں کا کیا بس ہیں دست بستہ حاضر
مانند ہم و عاجز تو خواجہ ہو قادر
گر میکشی بزورم ور میکشی بزاری

اتنی ہوس نہ کر تو دعوائے عشق میں کِد
ظاہر میں ہے یہ اچھا باطن میں ہے یہ بہت
دل کیا کہ رفتہ رفتہ کھینچیگی جان برزد
دُکّانِ عاشقی را بسیار مایہ باید
دلہائے ہمچو آذر چشمان رود باری

صابر ہمارا کتنا سنتا جو یار حافظ
آنکھوں سے ہم بہاتے سو بار یکار حافظ
کہتے کہ دیکھ آکر ای گُل بہارِ حافظ
آخر ترحمے کن بر حالِ زار حافظ
تا چند نا امیدی تا چند خاکساری

مخمس

نہوں گے طالبِ نقد و فنا ہم
نہ پھیلا ئینگے دستِ التجا ہم
بچے ابکی جو اسے نا آشنا ہم
نہ پھر رکھینگے تیری رہ میں پا ہم
بہت گزرے ہیں آخر لیے کیا ہم

مٹے گا نقشِ ہستی دیکھئے کب
کہ فوت اپنا ہوا جاتا ہے مطلب
نہیں بنتا نہیں بنتا کوئی ڈھب
کھنچے گی کب وہ تیغ [illegible]

کھڑے ہین دیر سے سر کو جھکا ہم

ہوا گر نیم بوسے کا طلبگار   وہ گل میرے گلے کا ہو گیا ہار
بنا رنجش سے جب اپنا بنا کار   نہ جانا یہ کہ کہتے ہین کسے پیار
رہین بے لطفیان ہین یہان تو با ہم

ہوا یہ حال اُس چشمِ غلط سے   کہ آنکھون کو ہوئی نسبت ہے نقطے سے
اور ابتو مشکلین ہین ہر نمط سے   بنے کیا دیکھین زلف و خال و خط سے
ہوئے ہین کتنے یہ کافر فرا ہم

نہ پڑھتا غیر ہی لاحول ہے کچھ   رقیبون کا گیا جی کھول ہے کچھ
طبیبون کا نہ بیڈھب قول ہے کچھ   مرض ہی عشق کا بیڈول ہے کچھ
بہت کرتے ہین اپنی سی دوا ہم

نہ زر ہے مشتری ہون مہ جبین کے   نہ رکھا ضعف نے لائق کہین کے
نہ دنیا کے رہے ہم اور نہ دین کے   کہین پیوند ہون یا رب زمین کے
پھرین گے اُنسے یون کب تک جدا ہم

کٹین گے یاس مین اب عمر کے دن   کہ پیری مین ملا معشوق کمسن
نہ ہمدرد اور نہ ہے کوئی مُعاون   ہوس تھی عشق کی ہمکو ولیکن
بہت نادم ہوئے دل کو لگا ہم

کٹاتا کون اپنا اسطرح سر   جگر پہ کون کھاتا تیغ و خنجر

نکالی راہ ہمنے جان دیکر　　کب آ گئے کوئی مرتا تھا کسی پہ
جہان مین رکھگئے نام وفا ہم
وہ صابر ایسا دانا ہوکے چوکا　　مزا الفت کا اُسکو کچھ نہ اُٹھا
سمجھکر چاہیئے تھا کام کرنا　　ہُوا جسکے لیے اُسکو نہ دیکھا
نہ سمجھے میر کا کچھ مدعا ہم

مخمس

کام آئی نہ دگی ہماری　　اوقات تلف ہوئی ہماری
کیا آپ نے قدر کی ہماری　　پوچھی نہ خبر کبھی ہماری
لی خوب خبر اجی ہماری
لڑنے کو نہ تم بہانے ڈھونڈھو　　الزام نہ بات بات پر دو
صاحب نہ مزاج کو بگاڑو　　ہم لائق بندگی نہین تو
بس خیر ہے بندگی ہماری
کر آنسوون کو نہ کم تو ہرگز　　رکھ دل پہ نہ گرد غم تو ہرگز
حقین نہ ہوا اپنے ستم تو ہرگز　　اے دیدۂ تر نہ تھم تو ہرگز
ہے اسمین ہی بہتری ہماری
اب ہم سے طبیب تو اُٹھا ہات　　بخشینگی نہ فائدہ دوا یات
بگڑے گی تری بنی ہوئی بات　　ہم جان چکے کہ جان کے سات

جاے گی یہ جان گئی ہماری

الفت سے نکالا کام تو نے   بیدام لیا غلام تو نے
مارا ہمین خوشخرام تو نے   چلنے کا لیا جو نام تو نے
بس جان ابھی چلی ہماری

گر بزم عدو مین تم نہ رہتے   عالم کی برائیان نہ سہتے
کہتے ہین تو ہین یہ اشک بہتے   بگڑو ہو بھلی بھی بات کہتے
قسمت ہی بری بنی ہماری

آتی ہے اجل تو آئے ہمدم   ٹالین گے اُسے بھی دیکھ ہمدم
اپنا تو ہے وہان اٹک رہا دم   اُس زلف کے سلسلہ مین ہین ہم
ہے عمر بہت بڑی ہماری

کی تمنے کبھی نہ رازداری   باتین کہدین عدو سے ساری
شکوون مین تمام شب گذاری   کیونکر نہ کٹے زبان تمہاری
ہان اور کرو بدی ہماری

جب خس پیچ ہوا تھا کچھ گرہ سے   ٹھیرا تھا وصال کج کلہ سے
اغواے رقیب بدو سیہ سے   کہتے ہین پلٹ گیا وہ رہ سے
تقدیر الٹ گئی ہماری

تھا ننگ ہمین کسی پہ مرنا   دم دم مین یہ ٹھنڈی سانس بھرنا

اللہ کو تھا خراب کرنا — اب ہنستی ہین لوگ ہمپہ ورنا
مشہور تھی یہان ہنسی ہماری
پھر بزم طرب کا وہان ہے سامان — صابر بھی گئے ہین کل سے مہمان
اور ہمنے کیا ہے ترک ارمان — کیا کام کسی سے ہمکو احسان
ہم اور یہ بیکسی ہماری

واسوخت

اپنے مرنے کا حسینون پہ ہوا غم مجھکو — اپنا اپنے ہی سے منظور ہے ماتم مجھکو
روز روتے ہین مگر دیدہ پرنم مجھکو — دم الجھتا ہے مرا دیکھکے ہر دم مجھکو
لب گویائی مرے رنج مین خاموش ہوا
میرا سایہ مرے ماتم مین سیہ پوش ہوا
میری آنکھون نے مرے غم مین کیا ہے شیون — پتلیان پنجۂ مژگان سے ہوئین سینہ زن
ہے جگر میرا مرے داغ سے آتش ہمہ تن — معدنِ رنج مرا سینہ ہے ہان کانِ محن
دل مضطر جو زبان سے یہ بیان سنتا ہے
شعلۂ شمع کے مانند وہ سر دھنتا ہے
ضعف سے بار خم سر ہے مری تنکو وبال — رخ مرا زرد ہوا دیکھکے میرا احوال
لوح پیشانی پہ دیکھا جو رقم میرا مآل — میرا ابرو مرے غم مین ہے محرم کا ہلال
مرے غم سے ہوئی سوکھکے لاغر گردن
کہ بنی تیغ گریبان کی ہے جوہر گردن
ات ہر وقت رقابت سے جو بیٹھ اٹھتے تھے — تن پہ جو آئی بلا سامنے ہو جاتے تھے

راتین اُنکے سبب تھین ہم پہ کٹتے   باندھکر اُنکو حسینون کو منا لاتے تھے

ناتوان یہ [illegible] ضعف کے وہ بھی غم مین
کبھی جاتے ہین [illegible] سینہ پہ سر ماتم مین

ہو گیا ہے مرے غم مین مرا قامت بھی خم   پشت پر اپنی اُٹھائے ہین مرے سر پہ گرہ قدم
حلق ہین تار نفس سوکھ گئے مثل قلم   لاغری سے مرا یکسان ہے وجود اور عدم

دید اپنی نہین بہر صورت میسر مجھکو
نظر آتا نہین اپنا تن لاغر مجھکو

پانی پانی ہین مرے رنج مین میرے آنسو   آتی ہے دود دل سوختہ کے آہ مین بو
ہے صدا نالہ سوزان کی پریشان سب جا   ہاے بیتابی کے تھمنے کو نہ کوئی پہلو

تنگئ دل کو کہین ہائے فراغت نہ ملی
داغ فرقت کو جلن سے کبھی فرصت نہ ملی

صبر نے منھ نہ دکھایا ہوا ایسا غارت   تاب و طاقت کی پریشان ہوئی جمعیت
عقل گم ہو گئی اور ہوش نے چاہی رخصت   گئے عنقا کے نشیمن مین شکیب و جرأت

بصد افسوس تاسف یہ بیان کرتا ہے
زیست مین یون کوئی انسان نہین مرتا ہے

[illegible] غم سے ہوئی ماہیت   کہ مین پہچانتا مطلق نہین اپنی صورت
اجنبی وہ ہوئی طبع سے رہی بر صورت صحبت   غیر کیا مجھکو تو اپنے سے ہوئی غیریت

غم یہ ہے غیر نہ اپنے سے بدل جائے مجھے
نہ کسی اور کے دھوکے میں اجل آئے مجھے
نہیں معلوم کہ ہر وقت ہے کیوں سر پھرتا　　اسکو ملتا نہیں شاید کہ ٹھکانا میرا
منتشر اس لیے ہیں میرے حواس خمسا　　عدم آباد سے بھی دور میں نکل پہنچا
پاؤں میرے مجھے اسطرح پھرا دیتے ہیں
دوش پر جیسے جنازہ کو اٹھا لیتے ہیں
الغرض مینے کو پرسا مجھے آیا دم سرد　　بولا کیوں اپنے الم میں ہے ترا چہرہ زرد
اپنے مرنے پہ کسی کے نہ ہوا دل میں درد　　دامن صبر کو یوں ہاتھ سے دیتے بھلا مرد
آئینہ دیکھ کہ احوال ہوا کیا تیرا
مجھکو ثابت نہیں ہوتا کہ ہوا کیا تیرا
دل سے اس گنج خیالی کو کرو اپنے دور　　فاتحہ کیا ہو نہ آپ کی کسطرح جیسے گور
نام ہر شہر میں ہے آپکا صابر مشہور　　یہی لازم ہے کہ ہر حال میں رہیے مسرور
زندہ ہیں آپ کو سمجھیگا نہ کوئی زنہار
کہیں زندہ کی نہیں قبر بجز شاہ مدار
سنکے یہ باتیں میں بیساختہ بولا کیا خوب　　کون سنتا ہے تری سرزنش بے اسلوب
کوئی طالب ہے ترا اور نہ کوئی مطلوب　　نہ ترا باعث رسوائی ہے کوئی محبوب
تجھکو اس درد کی اس مرگ کی کچھ قدر نہیں

کوئی معشوق ترا شائستۂ بدر نہین

ناگہان آئی دلاسے کو دعا کی تاثیر بولی اللہ یہ حالت ہوئی تیری تغیر
تو جو چاہے تو کرین زیست کی تیری تدبیر ناامیدی نے کہا کیجیے للہ نہ دیر
پھر تمنا نے کہا مرگ یہ بن آئی ہے
آپ یہ کام بنا دین تو مسیحائی ہے

الغرض ہو گئی تاثیر کمند گردن آیا ناچار تصور مین مرے وہ پرفن
بولا طاقت ہے تجھے غم کی نہ ہے تاب محن اللہ اللہ یہ کم حوصلگی یہ شیون
ایسی باتین کہ محبت سے جنھین ربط نہین
نام صابر ہے مگر صبر نہین ضبط نہین

مینے کس روز نہ کی دل سے اطاعت تیری پر کسی دن نہ گئی خوئی شکایت تیری
گرم ہر وقت رکھی محفل عشرت تیری نہوئی سیر نہ ہوئی سیر طبیعت تیری
جو کہا تو نے کبھی اُس سے نہ انکار کیا
بخدا تجھسے سوا مین نے تجھے پیار کیا

نہ کبھی حسن و نزاکت پہ مجھے ناز ہوا نہ ترے کار مین غمزہ مرا غماز ہوا
نہ کوئی میرا کرشمہ خلل انداز ہوا میرا عشوہ نہ کبھی مفسدہ پرداز ہوا
تو نے جی کھول کے جو چاہا وہ پایا مجھسے
میرے نزدیک کوئی غم نہ اُٹھایا مجھسے

عرض کی مینے کہ سب سچ ہے یہ اے غیرت حور نہ کیا تو نے کبھی میری اطاعت مین قصور

پاس خاطر مرا ہر حال مین رکھا منظور
تجھسے مین خوش رہا اور مجھسے رہا تو مسرور

سالہا سال یہی طور رہا آپس مین
تو مرے بس مین رہا اور مین تیرے بس مین

تیری ہر آن پہ سو جان سے مین مرتا تھا
تیری جس بات مین مرضی ہو وہی کرتا تھا
رات دن تیری محبت کا مین دم بھرتا تھا
خفگی سے مین تری دل مین بہت ڈرتا تھا

تیری مرضی سے کسی وقت مین باہر نہوا
پر ترے دل مین کسی طرح مرا گھر نہوا

کونسی عادت بد سے تجھے جانا مینے
کہ ترے ہاتھ سے آرام نہ پایا مینے
کیا کیا نہ سہا صدمہ پہ صدمہ مینے
دکھ اٹھایا ترے ہاتھونسے نہ کیا کیا مینے

مینے تو جان کو اور مال کو قربان کیا
تو نے اس بات پہ ہرگز نہ مرا دھیان کیا

تو کبھی لیتا تھا مجھسے اگر خوش ہوکر
اپنے جامے سے مین ہوتا تھا خوشی سے باہر
دونون ہاتھون سے مین لیتا تھا بلائین اکثر
دل مین کہتا تھا کہ معشوق ملا رشک قمر

تو نے ہر وقت مری ذات سے راحت پائی
اور مین نے تری ہاتونسے اذیت پائی

دیکھ تو مری ملاقات سے پہلے کیا تھا
کسنے الفت کی نگاہونسے تجھے دیکھا تھا
کس نے اس نازو نزاکت کو ترے پوچھا تھا
ذکر کب ساتھ حسینونکے ترا ہوتا تھا

میری چاہت کے سبب ایسے لگے پر تجھکو
دیکھنے آتے ہین مشتاق ترے گھر تجھکو

نئے انداز بناوٹ کا سکھایا تجھکو
بے سلیقہ تھا ہنرمند بنایا تجھکو
محض بے علم تھا کچھ علم پڑھایا تجھکو
نیک و بد بات کا انجام سمجھایا تجھکو
میرے باعث سے تو ہر کام مین ممتاز ہوا
اور یون کشور خوبی مین سرافراز ہوا

جبکہ ہر بات مین ایسا تجھے ہشیار کیا
اور بھی میرے طبیعت نے تجھے پیار کیا
تو ہو جس بات مین خوش مین وہی کار کیا
تو نے جو چاہا کبھی اس سے نہ انکار کیا
تیری چاہت مین گذرتے تھے شب و روز مجھے
دلکی ٹھنڈک تھا ترا حسن دل افروز مجھے

ہائے کس لطف سے اوقات بسر ہوتی تھی
شام تو عیش سے عشرت سے سحر ہوتی تھی
نیک و بد سے نہ زمانے کی خبر ہوتی تھی
کیسی الفت سے محبت سے گذر ہوتی تھی
دیکھکر مین تری صورت کو جیا کرتا تھا
بادۂ عیش ترے ساتھ پیا کرتا تھا

دو گھڑی کو بھی اگر سیر کو تو جاتا تھا
تو کسی جائے مین آرام نہین پاتا تھا
بن ترے گھر مین بہت جی مرا گھبراتا تھا
مین جب تاکہ تو خیر سے گھر آتا تھا
تھوڑی فرقت کا بھی غم مجھکو بڑا ہوتا تھا

گھڑیون اتنی سی جدائی کا گلا ہوتا تھا

دشمنون کو ترے اے دوست جو ٹوکتا تھا مین یہ کہتا تھا کہ مین ہون ترے بدلے بجا
دابتا ہاتھ کبھی پاؤن کبھی سر ہر بار اور دواؤن کے بدلنے کا نہ ہوتا تھا شمار
صدقے سیلے تری اوپر سے اترواتا تھا
گنڈے تعویذ ترے واسطے مین لاتا تھا

بخدا مین نے تو ہر طرح سے دلداری کی تو نے اے یار دغا بازی و مکاری کی
ایک بار اصل سے پردے مین بگڑی یاری کی دوست ظاہر رہا باطن مین آزاری کی
پاس اُس الفت دیرینہ کا اصلا نہ رہا
سامنے میرے کسی بات کا پردا نہ رہا

اُس سیہ رُو سے نئی جبکہ ملاقات ہوئی تو نئی میری بھی ہمراہ ہر اک بات ہوئی
محو سب ہو گئی وہ خاطر و مدارا مجھسی مجھکو جس بات کی جرأت تھی وہی دشمن سے ہوئی
الغرض دل مین بڑھی اتنی محبت اُسکی
بڑھ گئی میری حقیقت سے حقیقت اُسکی

مین نے ہر چند کہا تجھسے کہ آ جانے دے دیکھ یہ طور ہی ایمان لٹ جانے دے
نہین اس بات سے پانیکا مزا جانے دے کبھی منت سے کبھی لڑکے کہا جانے دے
تو رہے شاد مین ناشاد یہ ہونیکا نہین
مین شب و روز ترے رنجمین رونیکا نہین

تو مرے سامنے ہر وقت مکر جاتا تھا　　جھوٹی سچی تو مرے آگے قسم کھاتا تھا
اپنی حرکت سے مگر باز نہیں آتا تھا　　تیری قسموں کا میں ہرگز نہ یقین لاتا تھا
قسمیں تو ایسی کھاتا تھا کہ سچا جانے
پر جو کچھ مجھ پہ گذرتی تھی وہ تو کیا جانے
جان کر اس لیے دیتا تھا میں آنا کانی　　رعب کھونا تری دل سے تھی یہی نادانی
پر نہ اس بات کی تہہ تو نے کبھی پہچانی　　وہی کرتا رہا جو دل میں تھی تو نے ٹھانی
چربی آنکھوں میں تری جان جہاں چھائی تھی
گھر کے لوگوں سے چھپی بھید یہ دانائی تھی
قصہ کوتاہ کہوں یار ترا کیا حال　　جینا دشوار ہوا جان ہوئی مجھکو وبال
روز ہر طرح کا ہوتا مجھے تجھ سے ملال　　اور کسی طرح بھی تو نے نہ کیا اسکا خیال
میں تو ہر وقت اسی غم سے لہو روتا تھا
تو مرے حال سے ہرگز نہ خبر ہوتا تھا
کبھی گھٹ گھٹ کے جو دم میرا لبوں پر آتا　　تو میں کرتا تھا کسی بات کا تجھ سے شکوا
یاد ہوگا کہ تجھے آتا تھا کیا کیا غصّا　　گر میں اک روز تو دس روز تو ہوتا تھا خفا
اپنی تقصیر پہ اک روز تو قائل نہوا
میری دلجوئی پہ ہرگز کبھی مائل نہوا
جب یہ دیکھا کہ نہیں چھوڑتا تو اسکی جفا　　اور ہوا جاتا ہے ہر روز مرا حال تباہ

نہین ہوتا نہین ہوتا کسی صورت سے نباہ صاف منہہ پر کہو جو چاہی کرے واللہ
اب توقع نہین دلسوزی و غم سازی کی
منہہ پہ رکھدیجیے ہادی کی ہو یا غازی کی

آپ سے یہ تو سمجھتا کسی عنوان نہین روز غم کھانے کی اپنے مین رہی جان نہین
مین ہوا جاتا ہون اور اسکو ذرا دھیان نہین پھر گئی آنکھ اُٹھانے کا مرا مان نہین
آج آباد کہ برباد یہ گھر ہو جائے
قصہ مٹ جائے اِدھر ہو کہ اُدھر ہو جائے

دل مین یہ سوچکر اک دن یہ کیا مینے کلام کام جو کرتا ہے تو اُسکا نہین نیک انجام
زندگی ہو گئی مجکو تری باتون سے حرام غم سے ہو جائیگا اک روز مرا کام تمام
تجھپہ مین مرتا ہون تو اور یہ جی کھوتا ہے
تو سمجھ تو سہی ایسا بھی کہین ہوتا ہے

غصہ آیا تجھے یہ سنتے ہی اور نا انصاف ترے نزدیک مرا قول سراسر تھا خلاف
کیا اقرار محبت کا مرے منہہ پر صاف اور یقین تھا کہ مرے حق مین کہو لام او کاف
بولا تم کون ہو جو تھا ہمین مطلوب کیا
چلو یون ہی سہی جو ہمنے کیا خوب کیا

جبکہ یہ مین نے سنا منہہ سے تری صاف جواب ہو گیا برق کے مانند مرا دل بیتاب
اشک حسرت سے ہوئی آنکھ یکایک پرآب اللہ اللہ کیا مجھسے نہ کچھ تو نے حجاب

مجکو بھی آس کہ دل کو نہ مرے توڑے گا
میرے کہنے کے برابر ہی اُسے چھوڑے گا
برخلاف اسکے کیا تو نے تو میری بھی پاس   صاف مُنھ پر مرے اقرار کیا بے وسواس
سنکے یہ منھ سے ترے ٹوٹ گئی میری آس   رنگ فق ہو گیا ظاہر ہوا چہرے سے ہراس
دیکھ ہے دیکر لازم تھی نہ یہ بات تجھے
کچھ مرا چاہیے تھا پاس ملاقات تجھے
کہا دل تھام کے مین نے کہ مبارک ہو رقیب   یاد رکھنا کہ تجھے مین نہین ہونیکا نصیب
تو نہ سمجھا کہ بدل جائیگی ساری ترکیب   پھر بھٹکنے نہین دینے کا مجھے اپنے قریب
یہ نہ سمجھا کہ بنی بات بگڑ جائے گی
سالہا سال کی صحبت یہ اُجڑ جائےگی
تو نے پھر توڑ کے منھ پر یہ رکھا ٹکڑا سا   کہا چھوڑو گے تو نقصان مرا کیا ہوگا
جب یہ دیکھا کہ ذرا بھی نہ لگا دُکھا   خیر جو گذری اُسی جانتا ہے میرا خدا
گھر مین آرام سے وہ شب تجھے سوتے گذری
اور مجھے غم سے یہان جاگتے روتے گذری
یاد ہوگا کہ اقرار تھا آپس مین بہم   پاس تیرے کوئی ہوگا تو نہ ہونگے پھر ہم
اور تمنے بھی اسی بات پہ کھائی تھی قسم   حق مین اُلفت کے ہوئی وعدہ خلافی ہی ستم
جب ستم حد سے زیادہ ترا مجھپر گذرا

پھر جو کچھ جی مین مرے آئی وہ مین کر گذرا

تجکو لازم تھا کہ مجھ سے نہ برائی کرتا   اور رکاوٹ بھی ہوئی تھی تو رسائی کرتا
آکے منت سے سماجت سے صفائی کرتا   میرے ہر کار کی تو عہدہ برائی کرتا
تجکو لازم تھا کہ دشمن ہی سے منھ موڑتا تو
اور کسی طرح مرا ساتھ نہین چھوڑتا تو

تو نے باندھی جو ڈھٹائی پہ مری جان کمر   اپنے سینے پہ رکھا صبر کا مین نے پتھر
گو رہا درد جدائی سے نہایت مضطر   سہہ لیا مین نے جو صدمہ ہوا اسمین مجھ پہ
دل سلگتا رہا پر منھ سے نہ کی اُف مین نے
تجھ بیدرد کی اُلفت پہ کیا تُف مین نے

ایک مدت تلک اے یار رہا مین بیمار   تھا کبھی درد جگر گہ خفقان گاہ بخار
بن ترے دل کو کسی طرح نہ آتا تھا قرار   نکیا پر نکیا تیری طرف رُخ زنہار
دل بیتاب کو ہر شغل مین ڈالا مین نے
جسطرح مجھ سے ہوا دل کو سنبھالا مین نے

کسی دشمن سے وہ صدمہ نہین پایا مین نے   جو تری دوستی مین رنج اٹھایا مین نے
تری الفت مین عبث جی کو کھپایا مین نے   مفت تو عمر کو بیصرفہ گنوایا مین نے
اے بتِ حُسن تری طبع مین انصاف نہین
میرا حاکم ہے مگر قوم سے اشراف نہین

بند احمد کہ خالق نے دیا مجھکو سنبھال
پر ذرا آئینہ مین دیکھ تو اپنا احوال
کہ نہ وہ شکل نہ صورت ہے نہ وہ حسن و جمال
نہ وہ ہے رعب نہ وہ داب نہ وہ جاہ و جلال

اب ہے منھہ پہ وہ رونق ہے ببیا نہین
منھہ پہ خاک اوڑتی وہ باس ہی خاک نہین

کون ہے اور ترے ناز اٹھانے والا
حسن ہے کون رہا جی کا جلانے والا
نہ رہا گیسوؤنکا کوئی بنانے والا
پیار سے کون ہے سوتی ہو جگانے والا

کرتا اب کوئی مری طرح تمھین پیار نہین
جنس اچھی ہو مگر کوئی خریدار نہین

اب محبت سے نہین تمکو بلاتا کوئی
اب وہ الفت سے نہین پاس بٹھاتا کوئی
شوق سے ہے نہین غصہ مین مناتا کوئی
اب وہ سینہ پہ نہین تمکو لٹاتا کوئی

اب تمھین چاہیے تم آپ ہو خواہان اپنے
اپنے اوپر کرو قربان دل و جان اپنے

کہہ چکا حال جو کچھ تھا مجھے اپنا کہنا
تھا مقدر مین مرے تیری جفا کا سہنا
دل کو یون ہاتھہ سے کھو بیٹھنا بیدرد لٹانا
بے سبب چشم سے یون خون کا دریا بہنا

اب یہ جی مین ہے حکایت کرون تحریر تری
اور دکھاؤن تجھے بگڑی ہوئی تصویر تری

سراپای معشوق بیوفا کہ از ما منحرف شدہ بود

کہدو گو سر ہی ترا حجر ندامت کا حباب   موے سر سنبل خودرو ہین پڑے دلپہ حجاب
مثل آئینہ ہے سیم جبین ہو بے آب   بل سب ابرو دل کج فہم کے پیچ و تاب

نون ہین لفظ ندامت کے یہ پرخم ابرو

یا ہین محراب در خانۂ ماتم ابرو

مثل نرگس ہین ترے نرگس فتان بے نور   دو نو نظر سے ہین ہیچ ہی بازیبایان گور
ہر مژہ تیر ہے وہ تیر ہدف سے ہو جو دور   اُسمین سرمہ ہے سیاہی یہان ناسور

یون نظر غیر سیہ رو سے تری لڑتی ہے

جسطرح برق سیہ خیمہ پہ گر پڑتی ہے

کیون شکستکا الف ہے تری بینی خودبین   کچھ زلیخا کی یہ انگشت ہے [illegible]
منخفض و نمو مخطط صفت ماہ مبین   صدف گوش کو نیسان [illegible]

رخ پہ زلفون نے بکھر کر ہی یہ نادانی کی

کہ بنا گوش نہی صبح پریشانی کی

غنچہ فصل خزان ہی دہن تنگ ترا   وہ برنگ گل شاداب کسی رخ نہ کھلا
سین دندان کو ترے خط بد سے لکھا   صفت گوہر تف دار ہے کم اسکی بہا

خط نے پشت لب بیگون کو ترے ننگ کیا

جرم بدگوئی پہ خالق نے دہن تنگ کیا

کتنا بد ذائقہ ہے ترے زنخدان کا سیب   پہنچے چلکے سے جسے لاکھو طرحکا آسیب

تو جو تسکین کے لیے کھوئے وہ تسکین و شکیب   مگر تاثیر ہے اسکی اثر اسکا ہے فریب
کسی بیتاب کو اسنے جو نہ آرام دیا
دوسری بار خط سبز نے پھر خام کیا
دستہ عاج ہوئی یون تری سیمین گردن   بدنما جیسی کہ ہوجائے صراحی کہن
وہ برو دوش جو سیمین تھے ترے اے پرفن   خشک ہین جیسے خزان دیدہ کوئی شاخ سمن
بازو و مرفق و ساعد بھی ہر اک زار ہوا
بات رنجش سے اٹھانا تجھے دشوار ہوا
ہات تیرے جو وہ تصویر سے تھے اے دلدا   دستِ تصویر کے مانند ہوئے وہ بیکا
پنجے ہین بے حس و حرکت صفت برگ حنا   گیا قبضے سے ترے گوہر مقصود کہا
دست شفقت سر دشمن پہ نہین دھر سکتا
دستگیری تو کسی کی بھی نہین کر سکتا
یہ برو دوش کی نزدیک تری کینہ شعار   سینہ آئینہ ہے پر آئینہ پُر زنگا
سرنگون ہو گئے پستان کے تری دونو انار   ہے شکم مخمل بیخواب نہایت بیکا
پہلے تو غور سے تم اپنی کمر کو دیکھو
اور پھر تم مرے انداز نظر کو دیکھو
چشمۂ خجلت کا ہے گرداب تری ناف عزیز   اور عانہ ہے ترا سخت و کدورت آگین
قبۂ زر تھے پہلے یہ تری دونو سرین   ایسے پھولے کہ وہ بڑھکر ہوئے کوہ سمین

خامۂ شرم کو تحریر کی اب تاب نہین
صدف گوہر موجود مین بھی آب نہین

ابھی ساقون کی طرف غور سے دیکھا اونہین
موٹی موٹی ہین وہ شکل نہ نخل کہین ہے

تولا میزان خرد مین تو ہوئین سو سو من
میری بیزاری کی تصویر بنا تو ہمہ تن

بگڑا ای یار سراپاے نزاکت تیرا
سرو گلزار خزان دیدہ ہے قامت تیرا

سچ کہو دل مین پشیمان تو ہوتے ہوگے
کبھی تنہائی مین پیر لیے روتے ہوگے

اشک سے جامۂ نافہمی کو دہوتے ہوگے
تہہ شرم مین نخوت کو ڈبوتے ہوگے

کہتے ہوگے وہی پایا ہے جو بویا ہمنے
مفت مین ہاتھ سے اپنے اُسے کھویا ہمنے

سچ بتا دو مجھے اپنی قسم ای حور لقا
ایسے کمظرف سے کیا سوچ کے تو دلمین ملا

کونسی بات کی امید تھی اور کیا پایا
ہی وہ کس کام کا اور کونسے کام آویگا

کس توقع پہ ہوئی تجھکو محبت اُسکی
صورت اُسکی ہے نہ کچھ خوب نہ سیرت اُسکی

تیری اس حرکت بیہودہ سے ہم سمجھے تھے
سچ ہے یہ آدمی ناچار ہے دل سے اپنے

اب یہ سمجھے ہین سنے ہمنے جو اطوار ترے
روح عیسیٰ ہے مری جان فرشتے ویسے

میرے ہوتے وہ پسند آیا ہے بدخو تجھکو

حلوا خالق نے دیا پر نہ دیا رد تجھکو

اچھا یہ بھی سہی بھایا تھا تمھیں وہ بھی پیر یہ تو فرماؤ کہ بندے سے ہوئی کیا تقصیر
جسکی تعذیر میں تمنے مجھے دیکھا دلگیر ایسے کم ظرف کی خاطر سے رکھا مجھکو حقیر

حیف تمنے مری عزت کو نہ عزت سمجھا
اور نہ کچھ میری محبت کو محبت سمجھا

سمجھے اس بات کو ہم کھائی جب ایسی ٹھوکر یہ مثل سچ ہے بشر سیکھتا ہے کچھ کھو کر
بیٹھے آخر کو تری ہاتھ سے بیدل ہوکر ہم ہیں مجبور تو مختار ہے جا ہے جو کر

اب وہ الفت نہ محبت نہ وہ حیرانی ہے
تجھسے ملنے کی ندامت ہے پشیمانی ہے

دل یہ کہتا ہے کہ ایسوں سے نہ رکھئے کچھ کام زندگانی کا ہیے لوگ ہیں کھوتے آرام
چاہیے بھول کے انسان نہ لے انکا نام اپنے طالب کو یہی لوگ ہیں رکھتے ناکام

کیا ضرورت ہے کہو آگ ہمیشہ جلیے
انکے سائے سے بھی لازم ہے کہ بچکر چلیے

جی میں ٹھانی ہے کہ اب تجھ سے مکافات کروں اور معشوق سے میں تازہ ملاقات کروں
اور بے رنج و تردد بسر اوقات کروں جس سے جی تیرا جلے میں بھی وہی بات کروں

ابر سا دل پہ تو چھایا ہے رلاؤں تجھکو
برق کی طرح تو چمکا ہے گراؤں تجھکو

دلربا تجھسے ہو سو مرتبہ وہ مایۂ ناز حسن و خوبی میں سرافراز ادا میں ممتاز
تو بہت دل میں جلے دیکھکر اُسکے انداز ہون ترے سامنے ذرات بہم رازونیاز
اور وہ آگاہ نہو رسم دل آزاری سے
مجھ سے پیش آئے وفاداری و دلداری سے

سامری ہان ہو اگر چشم تری سحر طراز ہوئین لب اُسکے مسیحا کی طرح معجزہ ساز
سرو گلزار لطافت ہو گل گلشن ناز ہو تری روئے تحیر پہ وہ حسرت باز
چشم حیرت سے مین اُسکا رخ تابان دیکھون
اور خجلت سے تجھے سر بگریبان دیکھون

اب تری ضد سے کرونگا وہی انشاءاللہ لونگا اس بات کا مین تجھسے عوض خاطر خواہ
اور ملجائیگا کوئی نہ کوئی غیرت ماہ کیا اس مطلب رنگین سے خبر نہے آگاہ
از بنارس بزوم معبد عام ہست اینجا
ہر برہمن بچہ لچھمن و رام ہست اینجا

تو ہے گر جان تو اے جان جلاؤنگا تجھے تو مرا دل ہے تو ہر روز گھٹاؤنگا تجھے
تو جگر ہے تو مین اک داغ لگاؤنگا تجھے تو ہے گر چشم تو اے چشم رلاؤنگا تجھے
تو خوشی ہے تو خوشی سے بھی مجھے کام نہین
تو ہے آرام تو منظور یہ آرام نہین

بخدا میں بقسم کہتا ہون تجھسے اے یار کہ نہین مدنظر مجکو یہ باتین زنہار

تو نے چھوڑی نہ کسی طرح بھی اپنی ہٹ کا اور مجھکو نہ کسی طرح ہوئی اسکی سہار

تیری سختی نے مرا شیشۂ دل توڑ دیا

میں ہوا تنگ تو ناچار تجھے چھوڑ دیا

میں بھلا کیوں نہ کرنے لگا ایسی دوبارہ صحبت کہ پھر اسطرح مری جان پہ آئے آفت

میرا اللہ نہ دے مجھکو کسی کی الفت تجھکو یہ ڈھنگ مبارک رہیں اور [illegible]

تیری باعث سے میں الفت کا مزا جان گیا

کان پکڑا ترے ہاتوں سے تجھے مان گیا

میں صابر ہوں کرونگا کوئی معشوق نہ اور شاہ زادہ ہوں بدلنے کے نہیں میرے طور

تجھ سے چھوڑا تو لگا عاشق مری تقدیر ہے جو پھر اسی بات کی ہے فکر اسی بات پہ غور

تو ہی پھر مجھ سے ملے تجھ سے ملاقات رہے

ترا دیدار میسر مجھے دن رات رہے

تمت

تمام شد کلیات حضرت صابر مرحوم

قطعہ تاریخ انتقال حضرت مصنف مرحوم از نتیجہ طبع وقاد سلطان کشور بلاغت فرمان فرمائے مملکت فصاحت حضور مرزا قیصر بخت بہادر شاہزادہ گورگانی متخلص بفرخ فرزند ارجمند حضرت

یارب اثر گریۂ غم ہی تو طوفان مین
پانی کے عوض شور ہی بحر جہان مین

کیون پھر نہ حبابون کی کشتین بحر جہان مین
ہر موج ہی شمشیر کی شکل آب روان مین

گرداب مین اک کیفیت چشم اجل ہے
ہی خاصیت سیل فنا آب روان مین

تابوت کے مانند روان ہی کف دریا
رعشہ کا مرض موج کو ہی آب روان مین

پیراہن گل جیب سحر ہو گیا پھٹ کر
عاشور کا دن ہی شب غم باغ جہان مین

ماتم کا بنا نخل ہر اک سرو سرافراز
بو ہی گل مرقد کی گل روی بتان مین

بے آبی سے یون سوکھ گئے غنچہ و گل ہین
صائم کا دہن خشک ہو جیسے رمضان مین

ہی سبزۂ خوابیدہ کہ موی سر میت
کیفیت فرقت ہوئی گلزار جہان مین

ہے ہست ہوئی گل تر منتشر ایسی
جس طرح طبیعت ہو پریشان خفقان مین

جو پھول ہوئے فصل بہاری مین شگفتہ
پھولون مین ہی سب گئے ہوئے صرف خزان مین

تنگی کو فشار لحد تنگ ہوے جیسے
یون غنچون نے چھپایا ہی نہ گل کو دہان مین

اسپید ہو گیا غم مین تراک کی کسی
سبزہ بھی تو بھیگا نہ ہوا باغ جہان مین

رنگ چمن دہر دگرگون نہ ہو کیونکر   زنجیر ہوئی موج الم پائے خزان مین
تا رنگہِ دیدۂ گل کہتا ہے عالم   ہر نخل یہ سوکھا ہے گلستان جہان مین
ہر تختۂ گل تختۂ تابوت بنا ہے   کیا فوت ہوا موسم گل باغ جہان مین
خون ابر بہاران کا بہا تیغ الم سے   یہ عکس گل سرخ نہین آب روان مین
بجلی کی چمک روشنی چشم اجل ہے   نظارۂ بارش سے جلن ہوتی ہے جان مین
ہین ابر کی صورت مین بخارات دل گرم   پانی کے عوض موت برستی ہے جہان
دم ابر بہاران مین روانی کا نہین ہے   بیتابی دم نزع کی ہے برق جہان مین
یہ آبلے برسات کے سینے مین پڑے ہین   سمجھو نہ حبابون کی نمود آب روان مین
ہے رعد کی آواز صدا صور کی گویا   غش کھا کے مکانات گرے سارے جہان مین
انگور کی جان کھنچتی ہے بادہ نہین کھنچتا۔   غم ناک مین تھا تاک کے گلزار جہان مین
یہ بادۂ دو آتشہ شیشہ مین بھرا ہے   یا رنج کی ہے آگ دل غمزدگان مین
آتش نفسی ہو گئی پیدا ابط مے مین   ہے شعلۂ بارود نہی اسکے دہان مین
سائے کی طرح خاک پہ غش ہو کے پڑے ہین   ہر غنچہ مصروف ہے فریاد و فغان مین
ساقط یہ جوارح کی توانائی ہوئی ہے   ہے نبض کی صورت حرکت جسم نحیفان مین
رفتار کی طاقت نہ رہی دختر رز مین   گفتار کا یارا نہین موجون کی زبان مین
خاموش لب جام ہوا فرط الم سے   شیشے نے بھی چپ ہو کے رکھا پنبہ دہان مین
سکتا ہے دو عالم مین سمندر کی صفت ہے   یہ رنج کی آتش ہے زمین اور زمان مین

عالم نے لباس سیہ شب کیا در بر
ہی پنبۂ مہتاب بھی اک شعلہ بے دود
دوران کا ہی عارضہ اس ہی فلک کو
چنگاریان ہین سینۂ گردون پہ تو اب
مہتاب مین کیفیت مہتاب کفن ہے
ہی چاک گریبان سحر فرط الم سے
خورشید نہین اور نہ ہے خط شعاعی
منہ زرد ہوا روز کا ہر روز کے غم سے
ہے بزم عزا چرخ پہ ہر جائے مرتب
غرق آب ندامت مین ہوا ہی ملک الموت
اس طرز بیان سے تو پریشان ہوا عالم
مضمون غم انگیز سے قائم ہی قیامت
کرتی ہی زمین سینہ زنی نقش قدم سے
مضمون الم فاتحہ خوان ہی شب ماتم
تحریر کی ہر لفظ مین ماتم کی جھلک ہی
کاغذ بھی ہوا سوکھ کے کاغذ تپ غم سے
غم سننے کو عمر خضری ضعف نے دی ہی

ظاہر ہوا غش نیند کی صورت سے جہان مین
دریا چہ آتش ہی روان کاہکشان مین
سیارے بھی دیوانہ وش ہین خفقان مین
خاصیت گلریز ہوئی کاہکشان مین
نور رخ میت ہوئی تنویر جہان مین
خورشید فلک سر بکف آیا ہی جہان مین
آویزان سر نور ہی نیزہ کی سنان مین
اثبات کی حاجت نہین حالات عیان ہین
ہین غرق ملک مرثیہ خوانی و فغان مین
اس غم سے عجب کیا کہ ہو فرقت تن و جان مین
طاقت نہین سننے کی کسی پیر و جوان مین
ہی شور نشور آج بپا کون مکان مین
ہی حلقۂ ماتم ہ مان دور زمان مین
ہی روشنی شمع لحد طبع روان مین
ہر حرف سیہ پوش ہوا غم کے بیان مین
اک زخم ہوا سینۂ کلک دو زبان مین
طاقت نہ رہی جسم سے پرواز کی جان مین

ہی جسم کا بھی جزو غم حضرت صنا
خم لعل محرم کا ہی ابروئی بتان مین

حال ایک زمانے کا نقاہت سے ہی گا
رفتار کی طاقت نہ رہی عمر روان مین

عباد کا دل سرد عبادت سے ہوا ہی
افسردگی اس درجہ ہی آواز اذان مین

ہو غم سے گریزان جو کوئی تیر کی مانند
تقدیر اسے غرق کرے آب کمان مین

کرتا ہون بیان حضرت مرحوم کے اوصاف
تھے فرد بلاغت مین فصاحت مین زبان مین

تھے بادشہ مملکت شعر و سخن وہ
تھا غلغلہ علم و ہنر کون و مکان مین

تھے تاجور کشور علم و ادب و فضل
سلطان سخن حضرت صابر تھے جہان مین

احیائے سخن مردہ زمینون کا کیا ہے
اعجاز مسیحائی تھا کلک و زبان مین

ہے مطلع انوار ہر اک مطلع دیوان
ہر بیت ہے بیت الشرف شمس جہان مین

ہر مصرع دلچسپ ہے اک جوئے نزاکت
اک چشمہ حیوان ہے ہر اک حرف بیان مین

خمسے کے مصاریع کی تعریف لکھون کیا
ہین پانچ حواس بشری کون و مکان مین

فائق ہے کہین عنصر اربعہ سے رباعی
کیون شہرۂ آفاق نہ ہو عزت و شان مین

اک قصر مربعہ ہے زمین پر وہ سخن کے
کیون قدر رباعی نہ ہو [illegible] دو جہان مین

ابیات مین مضمون مئے ناب نہین ہے
ہے شوق سے مستی دل بادہ کشان مین

بندش کی صفائی کا یہ عالم ہے کہ ایسی
دیکھی ہی گئی آئینہ روئے بتان مین

الفاظ مین گرمی و شوخی کی جھلک ہے
پائی نہ گئی برق مین نے طبع تپان مین

افکار تھے اک قلزم آب در یکتا
پیدا گہر معنی ہوئے طبع روان مین

اصناف سخن پر تھے ازل سے وہی قادر
بخشش انکا تھا اقلیم سخن کون و مکان میں
کوس لمن الملک بجاتے تھے ہمیشہ
مانند و نظیر و انکا نہین کون و مکان میں
معنی کی غرابت ہے ثبوت ہمہ دانی
اک مبدع قدرت ہے کلام انکا جہان میں
کہتا تھا جہان موجد طرز نوی انکو
سرخیل وہی تھے شعرائے ہمہ دانین
افسوس کہ وہ بادشہ ملک سخن آج
مشغول بصد شوق ہوئے سیر جنان میں
تاریخ کی بھی فکر فروغ اب ہے لازم
جدت کا رہے لطف مگر طرز بیان میں

ظاہر ہوسن رحلت سلطان بلاغت
بڑھ جائے ہمارا دم سوزان جو فغان میں

ایضاً تاریخ انطباع دیوان

فروغ استاد کامل فن کہ نامش پا بخش بود صابر
نظیرش نہ بنظر نیاید بلطف و خوبی بہ خوش کلامی
رقم نمودست کلک فکرش بصد لطائف کلام دلکش
بگو اگر خواہی سال طبعش کلام معجز نظام نامی

قطعہ تاریخ انتقال حضرت آرام مکان شاہزادہ والا

پایگاہ مرزا آقا در بخش بہادر صابر مرحوم و مغفور انار اللہ برہانہ تصنیف
جناب قاضی فخر حسین صاحب عطا سر رشتہ دار محکمہ چونگی ضلع باندہ شاگرد [illegible]

یارب ہے یہ کیوں آہ و بکا بزم جہاں میں
کیوں شور قیامت ہے بپا کون و مکاں میں
تاریکی غم چھائی ہے اس درجہ جہاں میں
ہے ایک سا انداز عیاں اور نہاں میں
کیوں خاک اڑاتی ہے نسیم سحری آج
کیوں باد خزاں آئی ہے گلزار جہاں میں
یارب مجھے کیوں فوج الم گھیر ہوئے ہے
کیوں دلکو پروتے ہیں مژہ نوک سناں میں
کیوں ابر کے مانند برسنے لگے آنسو
پیدا ہوئی کیوں رعد کی آواز فغاں میں
اس درجہ مکدر ہوا گردوں کہ ستارے
ذن کیطرح آئے نظر ریگ رواں میں
سرمہ کیطرح رنگ رخ غم ہے گلوگیر
خاموشی کا عالم نہو کیوں کنج دہاں میں
نکلے کبھی ہوتا نہ شب ماہ میں مہتاب
مخلوط مرا تار گریباں ہے کتاں میں
آراستہ کیوں ہوتا ہے گلزار جہاں آج
سامان طرب جمع ہے جنت کے مکاں میں
ہر سرو چمن بے حرکت ہے لب انہار
ہر شاخ پہ قمری ہوئی سرگرم فغاں میں
ہاتف نے کہا رو کے ہے افسوس صد افسوس
سلطان سخن حضرت صابر تھے جہاں میں
اردو کی فصاحت کا ہوا خاتمہ آخر
بے مثل تھے یکتا تھے وہ اردو کی زباں میں
حضرت کے کمالات کا اظہار کروں کچھ
آئے نہیں انساں کبھی جو وہم و گماں میں
تھے واقف فن ماہر علم و ادب و فضل
تھے کامل و بے مثل و یگانہ وہ جہاں میں
ہیں سیکڑوں شاگرد مقلد ہیں ہزاروں
تھے غلغلہ علم و ہنر کون و مکاں میں
شہزادۂ عالم تھے وہ عالی نسبی میں
ہمسر نہیں یوں ہی تو کوئی عزت و شاں میں
دنیا کی محبت نہ ہوئی دست کش افسوس
داخل ہو گیا شوکت اقبال جناں میں

مجکو سن رحلت کی ہوئی فکر عطارد
بیدم ہوئی ہوش و خرد و عقل جہانبین

جسوقت سر ہوش کٹا تیغ الم سے
ہاتف نے ندا دی یہ عجب غم ہے جہانبین

قطعہ تاریخ من تصنیف مولوی محمد ناصر صاحب متخلص الہام متوطن شہر باندہ

بیاد حریفان مرحوم نوحہ
چنین مرد ہے سے چنان مرد ہے ہے
کہ امسال مردند چندین سخنور
زشخصی کہ بینی نشان مرد ہے ہے
فغان از غم صابر پاک گوہر
کہ آن پاک دل پاک جان مرد ہے ہے
خطا انتخاب سپہر است این مرگ
چنین صاحب عز و شان مرد ہے ہے
چو نادر پسندیدگی با بلا شد
زبان آور و خوش بیان مرد ہے ہے
زشعبان سوم بود روز دوشنبہ
باین شان و نام و نشان مرد ہے ہے
دل از شاعری سرد شد بعد از نیم
کہ آن شاعر نکتہ دان مرد ہے ہے
ہنر پیشہ وصف اضافی بنالید
کہ فخر ملک زادگان مرد ہے ہے
نگہ بہ شود دفتر استعارہ
کہ شوکت بہ ہندوستان مرد ہے ہے
بہ بزم سخن بود تابندہ شمعے
ہمان شمع روشن بیان مرد ہے ہے

بتاریخ ہاتف بہ الہام می گفت
شہ شاعران زمان مرد ہے ہے

دیگر

گئے اِس چمن سے سخن کے کدیور   رہا وقف چشم جہان باغ صابر

بطرز معما ہے الہام تاریخ
ملا ہے دل زار کو داغ صابر
۱۲۹۹ھ

دیگر

حضرت صابر سوے دار البقا رحلت نمود   بود در ملک معانی بادشاہ شاعران
ش کرد الہام سال رحلتش از قدسیان   جاے صابر در بہشت آباد بادا جاودان

قطعۂ تاریخ ریختۂ کلک گہر سلک شیر بیشۂ سخنوری شیر نیستان ہنرپروری جناب نواب حافظ محمد ذکریا خانصاحب متخلص بہ ذکی دہلوی

تراد جہانگیری و مایہ‌ے   بہ افسودہ آبادی ملک نظم
سخن نازمی کرد در روزگار   بدارا ے آزادی ملک نظم
بمردند شاہزادہ صابر دریغ   غلط نیست ناشادی ملک نظم
دریغا کہ از دست ناسخندان   تبہ گردد آبادئ ملک نظم
بہ پیشِ کہ آخر رود دادخواہ   ستم دیدہ فریادئ ملک نظم
بہ بینیم بہ فرقِ کہ اکنون جہان   نہد تاج استادی ملک نظم

درین فکر بودم کہ سال وفات
دلم گفت بربادی ملک نظم

تقریظ چکیدۂ قلم جواہر رقم جوہری گوہر معانی و صیرفی نقد سخندانی جناب حکیم سید محمد علیحسین خان الصفوی المعروف بہ حکیم انور آغا متخلص بہ عالم وخرد لکھنوی ابن مظفر الدولہ ناصر الملک میرزا علیحسن خان بہادر نصرت جنگ مرحوم

حاکم ہون قبضہ مین ہے عمل یاسین کا
زور اس قلم مین ہے وتبہ استعین کا

وحدت مین اسکی شک ہو کیا مجھکو ہے یہ وہم
بڑہ جاے اپنی حد سے غرور یقین کا

یا نیہہ کہ اوسکا مکان ہر مکان مین ہے
کہتے ہین لامکان ہے مکان اُس مکین کا

اس بحر مین کرون جو تعلی مین قوت فکر
پہنچا دون آسمان پہ طبقہ زمین کا

لوح حقیق قلب پہ یا باقی وہ ہے نقش
محتاج اپنا نام نہین ہے نگین کا

ابتدای ترانہ سنجی اور انتہاے غزل خوانی اُس سریع الحساب کی حمد وافر مین سخنوران کامل و رشک عنادل کو ہر رنگ سے زیبا ہے جسکے حکم نے ترکیب اربا عی اجسام بسیط کو اجزاے مسدس ششجہت مین ضرب دیکے تنصیف تنصیف مشاکلہ بلا عروض بے اعتدالی جو بیس وزن مثل امر جہ بمضاعف ثنائیہ و رباعی اسنان چہار گانہ اور مثلث ارواح ثلاثہ معہ نفس ناطقہ

اشرف المخلوقات کے لیے دایرۂ مجتبابیہ زمین و آسمان مین متحدہ پیدا کرکے شعر ترکیب جملۂ تکوین امر کن سے ہی — نظم و نسخ یہ ہے ملک العالمین کا - او بلند پروازی طایران ذہن رسا اور تعلّی مرغان فکر شعرا — صاحب معراج خلیل تعلاب مہبط وحی خدا کے شان رفیع مین روا ہے جسکے نزول اجلال کے واسطے خیام تسعۂ محیط افلاک بلا فاصلہ بغیر اسباب و اوتاد سر فگندہ ہو دبا استادہ ہوی — تابعین ارشاد و فیض بنیاد کرسی نشین صدر مجلۂ نبوت پا کے بسر و چشم شریک بزم استفادہ ہوے جسکے قلوب ناقص متزلزل کو سکون تام حاصل نہ تھا — وہ بھی متحرک بالارادہ ہوے شعر —

لازم ہی ساتھ دین کے ہونا یقین کا
نکلا ہر ایک ہاتھ سے سانپ آستین کا
مین ہم سبق ہون حضرت روح الامین کا
اب آسمان پہ ہے ستارہ زمین کا
حبذا کیا ہی نصب محمدؐ کے دین کا
ایک ایک نمین رکن ہے احمدؐ کے دین کا
قائل ہون ان عطون من المسلمین کا
قندیل سقف عرش ہے دل مومنین کا
جسمین رہے قیام محمدؐ کے دین کا
اقرار باللسان ہی تو تصدیق بالجنان
اعضا ہوی گواہ گناہون کے روز حشر
دونون کو باب علم سے ہے علم معرفت
نور ابوتراب سے ہی فرش خاک عرش
کیون ہو لوای حمد کا حامل نہ مرتضی
اثنا عشر ہین کعبۂ اسلام کی جگہ
کیون پیرو طریقۂ اسلام مین نہ ہون
روشن ہے نور معرفت حق ہی یہ مقام
ہے اسلیے سمیع محمدؐ امام وقت ہو —

اما بعد عبارت آرائی بحر عبارت

آرای کتب معانی سخن طراز حواشی معجز بیانی - اصل اصول فروغ ہمدانی - جنس لطافت سخن انواع طلاقت لسانی غیرت فردوسی و خاقانی - نکات عروض و قافیہ سے ہر طرح کے کہنے پر قادر مرزا محمد قادر بخش المتخلص بہ صابر ہین کمال اون کے انوار تصنیفات سے ظاہر ہین احاطۂ ادراک سے باہر کالشمس فی وسط النہار ظاہر ہین اردوے معلی مین افصح الفصحا پرورش یافتہ محلات معلی محاورات کے موجد زبان دان تک ان کے مقلد خلاصۂ خاندان مشہوریہ زبدۂ دودمان تیموریہ ولی ہین دل لینی دل دہی کے مشتاق دلبران عالم انکے علم صحبت کے مشتاق شعرگوی مین فرد کلام مین درد عاشق مزاج عاشق تن محبت کے پتلے کامل ہر فن شیرین مقال نازک خیال عالم مثال مین بھی ہمشکل مسائل غوامض علوم کے واقف غوامض مسائل فنون کے کاشف حد کے محقق انتہا کے مدقق ہر حرف سے اظہار متانت ہر لفظ سے اعلان ذہانت علم ادب مین یکتا علم صحبت مین بے ہمتا سخنوری کا شوق سخنگوی کا ذوق شاہزادگان بلند بخت دہلی کے سرتاج ذہن عالی کو ہر وقت مرتبۂ معراج سلامت روی کا طریقہ اوس شاہِ سخن کے ملکِ نظم کا ایک جادہ تعلیِ چرخِ بلند اونکی اوجِ ذہن کے آگے مضمون بینش پا افتادہ حواس خمسہ عالمِ امکا نمین دورہ حاوی عقول عشرہ پر محیط بسط تقریر بساط موجودات بساط ارض پر بسیط خازن زمان نقود مضامین تو ہر وقت حکم کے منتظر مہمان عیسی دم فکر تازہ ہر جگہہ بسر و چشم باادب حاضر اونکی مذاق اعلی الفعل مرۂ مہوعہ کا تبدیل فی القفر پایا اور تخییل فی النجم باتوہین سیالتہ کا خراج کھلایا شاہد

معانی مشاہدۂ شاہدان مخدرۂ حسن لفظی کے حاضر و غائب گواہ اور دعوے کے با دلیل راستی
کے قول کی راستی پر دلیل راہ کلیات خمس اونکی حواس خمسہ کا ایک نقطہ مدرکات
عشر قوت خیال باریک کا ایک نکتہ جس طالب علم نے اونکی مدرسہ تعلیم کی نیران سے
سبق ماضی و مضارع بھی پڑھی نہ زمانہ حال بغیر صرف وقت بسیار ابن حاجب محجوب کے
شافیہ کی شرح کافی لکھدی بیان مختصر بغیر مطول میں لطف علم معنی بیان اور زبان
در رفتہ میں حفظ نقش کلام اہل زبان الفاظ مناسب تضمن مطابقت و التزام فصاحت کا
کلام بلاغت نظام میں انتظام تشبیہ ناقص ہم تشبیہ تام اور تشبیہ تام پر تشبیہ کا حلیہ
تمام مجاز بھی عین حقیقت اور نفس حقیقت نفس مجہول الحقیقت صفای باطنی سے
ہر وقت اسرار غیب کا معاینہ اشکال اشکال رمل و جفر استنباط ذہنی سے بشکل
صورت ظاہری آئینۂ ذات موصوف الصفات صنایع کا مجمع اور صفات بالذات
بدایع کا منبع ہر بحر قدیم و جدید میں دُر خوش آب نقود مضامین کے دریا بہا دئے
اور ہر طرح میں نئی طرح ہر سمت سمط مسلسل تجدید الفاظ کے انبار لگا دئے
روانی طبع کا شعر میں شور فلک جواہر سلک میں لائی قیامت کا زور روانی
میں بھی کہنے کا نیا ڈھنگ ہم ردیفوں کا قافیہ تنگ ہر کجرفتار کو اونکی ذہن
سلیم نے راستی کے ڈگری پر لگا دیا اور ہر متلون مزاج کو اونکی طبع مستقیم نے
یکرنگی استقامت کا رستا بتا دیا کلام عالی متعالی حشو و زوائد سے خالی الا
نقصانات اظہار ذی کمالی فصاحت کا مخزن بلاغت کا معدن ہر فقرہ مقفی مسجع

ہر مصرع مرجز مرصع بندش چست نشست الفاظ درست گنجلک سے بری استغلاق سے معرا آمد مثل شد آمد آورد میں بھی آمد تھا اوراق لذت فزا روح لطیف کے غذا ایک لطف سے دوبالا لطف لطف فزا دل مغموم کا سرور سینہ تنگ کے فضا سامعین کا بلا قیل و قال وجد کا حال مثل صوفی صافی تفکر و تردد خرد بیخود از خود بیخود و نفس مطالب پر نادر ہر کو پسندیدہ معانقۃً ہر ایک مراقبہ میں سر خمیدہ لہذا باین لحاظ کلیات اوس شاہ ملک سخن کا اس شہر فرخندہ بنیاد دکن حیدرآباد میں اوسکے تلمیذ سعید شاگرد رشید تعلقات نظم کے ناظم کامل سید محمد سلطان عاقل کے انتظام و دانشمندی سے بدستور قلمبند ہوکے بعنوان شائستہ چھپا عاملان و منشیان قلمرو سواد بلدہ تلاش سے یہ متاع گران مایہ نہ چھپا اعلان و اشتہار منظور ہوا قریب و دور مشہور ہوا اس چھاپہ خانے نے نگار خانہ چین کا چھپا یا دکھایا اور دیوان چاپ شدہ نقش اول ہمشانی ہو کے صفحہ صحیفہ دواوین ماسبق پر چھا یا آیا مانی و بہزاد کی آئینہ صورت نگاری کو طمانچہ چشم سے گرایا کاغذ یکرنگ نے نیرنگی دفتر عالم کا ورق اٹھایا گیا اور ہر جلد نے جلد جلد مجزا ہو کے بلباس رفاہ عام اپنی بندش چست سے خاص شیرازہ مجموعہ محسنات کا واکیا بیاض لوح نگارین نے ہنر نگار کتابی رو کو بزنگ نو سبق دیا اور حاشیہ سپید اور افشانی سادہ لوحونکو آغوش میں لیا سیاہی نے سیاہ چشمان دفتر ہند کے پتلیون کو مثل کحل الجواہر روشنی بخشی اور خطوط جدول سرخ نے بستان دکن کی شبلی آنکھون کے لال ڈورونکے ہر رنگ سے زینت کے خط

پاکیزہ ہم تجنیس خط رشک گلزار شگفتہ خط ریحان مصحف عارض نوخطان کو اصلاح دیکے نظم و نسق کا قطعہ مرقع بنایا اور ہر ہر سطر نے ہر سرو سہی کے سنبل زلف پیچان کو دلونکی اوجھن کی گتھیونسے سلجھا کے مثل پنجہ شانہ سلسلہ دراز آرایش تک ہاتھوں ہاتھ پہونچایا نور کے مضامین نے شمع رویان آتشین رخسار کو چراغ طور کے مانند فروغ دیا اور وادی ایمن بین السطور نے تیغ بیانی گلوہی صبیحان کو روز روشن دکھا کے جلوہ نما کیا ہر نقطہ نے بحسب زیبایش خال قدرتی خال نیکے چہرہ حور کو حور بنایا اور ہر گل نقطے نے بصد رنگ تازہ روئی شاہد معانی کا غازہ ہو کے نیا رنگ جمایا اور گل تازہ بہار کھلایا بندش مضامین نازک سے کمر باریک پردہ نشینان حیا رگ النظر سے نہان اور رسائی خیال وسیع سے دہان تنگ بتان کو وقت ظاہری بالاعلان شیرین بنانے کے حلاوت سے شکر لبون کے لب بند اور تلخکامونکو شیرینی مین بھی دریچ دہان معشوقان مصری کوزہ قند ہر مصرع نے سرو قامتونکو اوج دیا اور ہر شعر نے نونہالونکا رتبہ دوبالا کیا مذاولت اشعار سے ہزارون بلبلین غزلخوان اور سماعت آوازہ خوش بیانی سے سکوت مین لاکھون مرغان خوش الحان دل و دماغ سگفتگی سے باغ باغ ہر مغنی رشک زہرہ کا غزلین گانے سے شہرۂ اشعار مستند خاص و عام کے زبان زد ہر مضمون دلپذیر بسبب تاثیر ہر ایک خورسند سبکو پسند حرز اہل تمیز ہر دل عزیز محاورات خوش اسلوب روزمرہ مرغوب لاکلام ایسا مطبوع ہوا کہ آخر وہ کلام مطبوع مطبوع ہوا جو حسب

مذاق بینا بلا رو و رعایت ملاحظہ سے لطف اوٹھا ئینگے اور جو اہل انصاف ہین ہر شعر کی صاف صاف داد عنایت فرمائینگے مصنف کو یاد کرکے فاتحہ خیر سے نہ بھولینگے الحاصل اب خلاصہ تقریر تقریظ منظور ہے نفس مضمون کا تذکرہ تو بھی رواج و دستور ہے

قطعہ تاریخ طبع مسطورہ

مثل قادر بخش صابر ہو یہ کیا مقدور ہے — خلد مین افزون کرے قدر اونکی رب قادر اب
مسئلہ کیسا ہی مشکل ہو سمجھتے تھے وہ حل — کب نکات شعر کا ہی کوئی ایسا ماہر اب
او بھگتے دہلی سے ذوق و غالب و مومن بھی آج — خلق مین ممکن نہین پیدا ہو اونسا شاعر اب
حیدرآباد آصفی مطبع مین دیوان ہی چھپا — ہر کہ و مہ پر کمال اونکا ہوا ہے ظاہر اب
حضرت عاقل نے کی ہی ہوشمندی اسمین صرف — وصف مین اونکی زبان ناطقہ ہی قاصر اب

ای خرد پڑہتے ہین سب اہل سخن تاریخ طبع
قابل التعریف ہے جملہ کلام صابر اب
۱۳۰۴ھ

فارسی

دیوان پاک حضرت صابر شد است طبع — در شہر حیدرآباد دارا انتظام خوب
از صاحبان مطبع مشہور آصفی — آمد عجیب کار نمایان بکام خوب
عاقل بود کلام نباشد بعقل او — ظاہر شدہ ز مہتمش اہتمام خوب

زندہ است نام سعید دانش پس فنا باشد بہر کمالے وہی مقام خوب
قادر بخت داد این قادر بخش را کہ دادست باقی درین جہان لقب خوبیٔ تو خوب

بالطبع تابع خرم و بہر سال طبع
منطبع شد بطبع کامل کلام خوب
سنہ ۱۳۰۴ھ

قطعہ تاریخ

طبعزاد طبع سخن آفرین شیرین کلامی اوج گزین آسمان بلند نامی جناب نواب مرزا خان صاحب داغ دہلوی شاگرد حضرت ذوق مرحوم

کیجیے آفرین عاقل خوش بیان کیا اپنے اوستاد کا حق ادا
یہ تاریخ اوسکی کہی داغ نے خوشا یادگار دیوان صاحب چھپا
سنہ ۱۳۰۴ھ

ولہ ایضاً در فارسی

شہ سخن سخن شاہزادہ دہلی چہ با فصیح و بلیغ است و شستہ و مقبول
بگفت داغ چنین سال طبع دیوانش
بہ بین نتیجۂ افکار صاحب مغفور

قطعہ تاریخ طبع

مترشحہ کلک گہر سلک ؞ بلبل چمنستان سخنوری ؞
طوطی شکرستان کمال پروری ؞ شاعر کامل بی نظیر
جناب سید ظہیر الدین حسین صاحب عرف نواب مرزا
صاحب المتخلص بہ ظہیر ؞ شاگرد حضرت ذوق مرحوم

چھپا ہے وہ دیوان مرغوب عالم — کہ ہر اک زمانہ کی مقبول خاطر
قیامت کی چھیڑین غضب شوخیان ہین — عجب حسن رنگ بیان سے ہے ظاہر
ظہیر اور کیا سال تاریخ لکھون — زبان زد ہے سب کی زہی نظم صابر

قطعہ تاریخ

من نتایج افکار شاعر شیوا بیان و ناظم شیرین
بیان جناب نواب وحید الدین احمد خانصاحب متخلص
بہ وحید - خلف جناب نواب حافظ الملک عمدۃ الامرا
نواب ضیاالدولہ بہادر رئیس دہلی ؞

میرزا صابر که بد شهزادهٔ شاه سخن
شاعر شیوا زبان و نغز گوی بے مثال

ماهر علم و بیان و نکته دان فن شعر
واقف آداب نظم و ناظم نازک خیال

بیشتر ازین هم وداشت دیوانکی بین انجم بخش
بود بے شیرازه شبل خاطر آشفته حال

عاقل فرزانه ترتیبش نمود و طبع کرد
چهره آرا شد بسعی او بصد حسن و جمال

گر کسے پرسد که عاقل کیست از حالتش بگو
گویمش فرد فرید و شاعر شیرین مقال

یعنی تلمیذ شهید صابر مرحوم اوست
بعد استاد خودش شد مسند آرای کمال

بهر سال طبع گفتا بمن چو دیوان طبع شد
همچنین کردم وحید از هاتف غیبی سوال

گفت از رشحات ابر فکر آن یکتای عصر
تازه شد از گلشن عالم ز خیابان خیال ۱۳۰۰

وله ایضاً در اردو

وحید اہل نظر اس لعل کو رکھتے ہیں آنکھوں پر
کلام نظم کیا خوشنما شد دل ہی یہ لعل گہر کا

شہرۂ طبع سے تھی دیکھنے کی آرزو سب کو
ہوا ہے کس قدر شہرہ چھپا نظم صابر کا
سنہ ۱۳۰۳ھ

نتیجه طبع دقیقه شناس لطافت اساس جناب سید محمد کاظم حسین صاحب حبیب کنتوری سررشته دار دفتر هوم سکرٹری مدار المهام سرکار عالی

صاحب عالم سلیل تاجداران سلف
آنکه تقریرش کلید نقد مخزون سخن

LIBRARY

نام قادر بخش مرحوم و تخلص صابرش   مست صہبای و از احسان ممنون سخن
اندرین ایام دیوان لطیفش طبع کرد   عاقل طباع بقراط و فلاطون سخن
کرد شاگردانہ تصحیحی کہ گر گوی رواست   او کلیم نظم بود و اینست ہارون سخن

بسکہ حسن لفظ و معنی حیرت افزا شد حبیب
گفتمش سرمایۂ اعجاز افسون سخن
۱۳۰۵ھ

طبعزاد نقاد جواہر سخن کامل فن جناب سید محمد کاظم حسین صاحب المتخلص بہ شیفتہ کنتوری مقیم حیدرآباد

زہی کوشش عاقل دہلوی   دکن میں ہے دیوان صابر چھپا
معانی درست اور الفاظ چست   ہر اک شعر کی بندشیں دلربا
مضامین رنگین سے کہتے ہیں سب   یہ ہے کوئی محبوب رنگین ادا
صفا میں ہے یہ رنگ بین السطور   نہیں آبجو میں یہ جوش صفا

لکھو تازہ تاریخ اے شیفتہ
یہی گل ہے گلزار مضمون کا
۱۳۰۵ھ

من رشحات سحاب طبع گوہر بار بلاغت و فصاحت شعار جناب میر اصغر حسین صاحب المتخلص بہ ناجی حیدرآبادی

کہوں کیا صابر مرحوم کا وصف   یہ سرخیلِ فصیحانِ زمن تھے
کیا جس روز سے آباد ارم کو   اُجاڑ اُس دن سے دہلی کا چمن ہے

معاصر مومن و غالب کا ہے یہ — جناب ذوق کا ہم انجمن ہے
کلام دلفریب ایسا ہے شیرین — تصدق جس پہ روح کوہ کن ہے
مضامین ہین کہ دُر بے بہا ہین — طبیعت ہے کہ دریا موج زن ہے
ہوا ہے آصفی مطبع مین مطبوع — پسند طبع سلطان دکن ہے

کہا ناجی نے یہ مصراع تاریخ
کلام شاہ اقلیم سخن ہے

طبعزاد جناب مرزا جان بیگ صاحب صادق دہلوی خلف مرزا منور بیگ صاحب وکیل مقیم حیدرآباد شاگرد جناب شیفتہ صاحب لکھنوی

ہوئی مجھکو معلوم جب یہ خبر — کہ عاقل ہین آمادہ اسباب پر
چھپائین کلام اپنے استاد کا — کھلے حال طبع خداداد کا
جہان اطلاع مضمون سے ہو فیضیاب — زمانے مین مشہور ہو یہ کتاب
طبیعت مین فی الفور آیا خیال — کہ صادق لکھو طبع کا اسکے سال
سنی یک بیک مرغ دل کی صفیر — چھپا اب یہ دیوان ہے بے نظیر

تاریخ طبع طبعزاد سید الطاف حسین قابل خیرآبادی شاگرد حضرت عاقل دہلوی

ازبس نظم سے بڑھ گیا وقار اردو — تاریخ یہ طبع کی ہی قابل نے لکھی
ہے طبع سخن مین اب بہار اردو — سرمایۂ نیک افتخار اردو

HYDERABAD STATE